محضرِ تخلیق
پروفیسر احمد رفیق اختر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محضرِ تخلیق

محضرِ تخلیق

پروفیسر احمد رفیق اختر

تالیف: سید انجم محمود گیلانی

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

297.4 Ahmad Rafiq Akhtar, Prof.
Mehzar-e-Takhleeq/ Prof. Ahmad Rafiq Akhtar.- Lahore : Sang-e-Meel Publications, 2013.
252pp.
1. Islam - Sufism.
I. Title.

2013ء
نیاز احمد نے
سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور
سے شائع کی۔

ISBN-10: 969-35-2597-3
ISBN-13: 978-969-35-2597-7

Sang-e-Meel Publications
25 Shahrah-e-Pakistan (Lower Mall) Lahore-54000 PAKISTAN
Phones: 92-423-722-0100 / 92-423-722-8143 Fax: 92-423-724-5101
http://www.sang-e-meel.com e-mail: smp@sang-e-meel.com

انتساب

اللہ کو اتنا یاد کرو کہ لوگ تمہیں پاگل سمجھیں۔انہیں سے سوال پوچھو جو اللہ کی یاد والے ہیں۔وہ جو اللہ کے لبادۂ علم کے سائے میں ہیں۔

اگر ”اُن“ میں سے کوئی ہے تو یہ کتاب ذکر وفکر کے اُن رہنوردوں کے نام ہے۔

فہرست مضامین

دانائے راز

ابھی ابھی، جب میں اس کتاب کے بارے میں سوچ رہا تھا، ٹیلی ویژن پر ایک اذیت ناک خبر سنی۔ برطانیہ کی ایک عدالت نے ایک پاکستانی خاتون کو سترہ سال قید بامشقت کی سزا دی ہے، جس نے اپنے کمسن بچے کو تشدد کر کے مار ڈالا کہ وہ حفظِ قرآن پر آمادہ نہ تھا۔ حیرت و حسرت کے ساتھ میں نے سوچا: کاش کسی نے اس ماں کو اسلام کے حقیقی تصور سے آگاہ کیا ہوتا۔ کاش اس کی ملاقات کبھی پروفیسر احمد رفیق اختر سے ہو گئی ہوتی۔

قرآن کی آیات سن کر دل پگھل جاتے ہیں۔ جس پیغمبرؐ پر وہ اتری، اللہ نے سب جہانوں کے لیے اسے رحمت بنا دیا۔ وہ کہ خوشخبری دیتے اور امید دلاتے تھے۔ قرآن میں لکھا ہے: میرے ان بندوں سے کہہ دیجئے، جنہوں نے اپنی زندگیاں ضائع کر دیں، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ کیا اس خاتون نے فقط یہ سن رکھا تھا کہ جس کی اولاد اللہ کی کتاب حفظ کرے گی، اس پر بہشت کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ مگر کیا سرکارؐ کا یہ فرمان اس تک نہ پہنچا تھا کہ جو بڑوں کا لحاظ نہ کرے اور چھوٹوں پر رحم نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں۔

پندرہ برس ہوتے ہیں، میں نے اپنے دو بیٹوں کو حفظِ قرآن کے لیے مدرسے بھیجا۔

تیسرے ہی دن بچوں نے بتایا کہ اس کا ماحول نا قابلِ برداشت ہے۔ یکا یک مجھے ملتان کا ایک دارالعلوم یاد آیا، جس کے سربراہ نے بڑے فخر سے کہا تھا: میرے والد بہت ہی سخت گیر تھے۔ اس قدر سختی سے انہوں نے ہماری تربیت کی کہ بگڑنے کا امکان ہی ختم ہو گیا۔ چند برس کے بعد معلوم ہوا کہ اعلان و اظہار کے بغیر، یہ صاحب صوبائی حکومت سے ایک وزیر کی مراعات لے رہے تھے۔ اُڑتے اُڑتے پھر یہ خبر بھی سنی کہ برطانیہ کی خفیہ ایجنسی ایم آئی سکس بھی، جو پاکستان میں کسی بھی دوسرے غیر ملکی ادارے سے زیادہ سرگرم ہے، ان کی مدد فرماتی ہے۔ ٹیلی ویژن کے ایک پروگرام میں، جب میں نے علماء کے ایک اجلاس کی روداد بیان کی، جس نے عام شہریوں پر خودکش حملوں کی مذمت سے انکار کر دیا تھا تو ان صاحب نے چیخ کر کہا: تم جھوٹ کہتے ہو۔ وہ خوب جانتے تھے کہ میں درست کہہ رہا ہوں۔

تبلیغی جماعت کے بانی نے اپنی خودنوشت میں ایک واقعہ لکھا ہے: چار برس کی عمر میں وہ مخمل کا ایک تکیہ اٹھائے پھرتے تھے۔ ایک دن ان کے والد اس پر برہم ہوئے اور پوچھا کہ یہ تکیہ کس کا ہے؟ بچے نے جواب دیا "میرا" اس پر وہ تکیہ چھین لیا گیا اور بے دردی سے پٹائی کی گئی۔ کتاب میں لکھا ہے: بچے کے ذہن سے بزرگوار ملکیت کا احساس نکال دینے کے آرزومند تھے۔ جن صاحب سے یہ کتاب میں نے عاریتاً لی تھی، انہیں فوراً ہی واپس کر دی تو وہ حیران ہوئے اور سبب پوچھا۔ عرض کیا: ملکیت کا احساس کیا بجائے خود ایک گناہ ہے اور کیا مار پیٹ سے وہ کمسن کے ذہن سے بھاپ کی طرح اُڑ جائے گا؟ یہ بھی کہا: غور فرمایئے کہ اگر عالی مرتبتؐ اپنے پیارے نواسوں، حسنؓ اور حسینؓ میں سے کسی کو ایک لبھانے والی کسی چیز کے ساتھ دیکھتے تو کیا کرتے؟ کچھ دیر حیرت کے ساتھ، وہ میری طرف دیکھتے رہے اور پھر بے ساختہ یہ کہا: کسی واقعے پر غور کرتے ہوئے، اگر کوئی شخص اس بات کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کرے کہ سرکارؐ اس باب میں کیا رویہ اختیار کرتے، اللہ اسے گمراہی سے محفوظ رکھے گا۔

ایسا بھی ہے۔ ہمارا دین اور ہمارا اندازِ فکر اپنے ماں باپ، اپنے ماحول، اپنے اساتذہ اور اپنے مکاتبِ فکر سے استوار ہوتا ہے۔ ہرگز ہم یہ جاننے کی کوشش نہیں کرتے کہ عالی جناب کا

قرینہ کیا تھا۔ اس باب میں قولِ رسولؐ کیا ہے اور اللہ کی کتاب کیا کہتی ہے۔ کیڑے مکوڑوں کی طرح، دنیا کے دھندوں میں پھنسے ہوئے ہم لوگ علمی رہنمائی کے لیے اس ملاّ کے محتاج ہیں، جو خود قابلِ رحم ہے۔ جس کے بارے میں اقبالؔ نے کہا تھا: دینِ ملاّ فی سبیل اللہ فساد اور یہ بھی۔

میں جانتا ہوں انجام اس کا
جس معرکے میں ملاّ ہوں غازی

ملاّ کے بارے میں حکیم الامت کے اڑھائی سو اشعار ہیں اور سب مذمت میں۔ ہم رک کر سوچتے ہی نہیں کہ آخر کیوں؟ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے کہ سادہ دل اور سادہ اطوار آدمی تھے، ایک بار یہ کہا تھا: برصغیر میں اسلام مدرسوں کی راہ سے آیا اور اسی راہ سے رخصت ہو رہا ہے۔ مجھ سمیت، بہت سے لوگوں کو اس قول کے اوّل حصے سے اختلاف ہو سکتا ہے کہ اسلام کے فروغ میں عالی قدر صوفیا کا کردار سب سے زیادہ ہے مگر دوسرے سے کسی کو نہیں۔

الحمدللہ، سیرت پر متعدد کتب کے مطالعے کا موقع ملا مگر جو کتاب دل کو چھو گئی، وہ نو مسلم مارٹن لنگز کے قلم کا شاہکار تھی۔۔۔ "محمد"۔۔۔ ان کا اسلامی نام ابوبکر سراج ہے۔ کتنی ہی بار اس کے اوراق سے فیض پایا اور سوچتا رہا کہ کیا چیز اسے مختلف کرتی ہے۔ آخر کو یہ بھید کھلا کہ انہوں نے سرکارؐ کو بنیادی مآخذ سے سمجھنے کی کوشش کی۔ قرآن کریم سے، احادیث سے، اصحابِ رسولؐ سے اور اوّلین عہد میں مرتب ہونے والی دستاویزات سے۔ جو تلاش کرتا ہے، وہ پا لیتا ہے۔ جس کی جستجو سچی ہو، اس کا ثمر چمکتی ہوئی کامرانی اور جادو کی طرح سر چڑھ کر بولنے والی ظفرمندی ہوا کرتی ہے۔

کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

افسوس کہ ہم تلاش ہی نہیں کرتے۔ افسوس کہ ہماری جستجو ادھوری اور ہماری کاوش ناتمام ہوتی ہے: چنانچہ ہماری زندگیاں بھی ادھوری، بے ثمر اور ویران۔ کوئی پھول کھلتا ہے، نہ کوئی پھل لگتا ہے۔ ادنیٰ آرزوؤں کے ساتھ شکوہ سنج، عمر بھر ہم بھٹکتے رہتے ہیں، شاکی اور تشنہ کام۔ حیات کا سفر تمام ہوتا ہے اور قرآن کی جگمگاتی ہوئی آیت باقی رہ جاتی ہے۔ "بے شک انسان ظالم

ہے اور جاہل بھی "۔ توفیق ارزاں ہو تو تب یہ کھلتا ہے کہ آدمی کا سب سے بڑا دشمن وہ خود ہے۔ غور و فکر سے تہی اور تقلید کا خوگر۔ سہل پسند اور عافیت کوش۔ وہ جو اقبالؔ کہہ گئے۔

ہے شباب اپنے لہو کی آگ میں جلنے کا نام
سخت کوشی سے ہے جامِ زندگانی انگبیں

ایک شام پروفیسر صاحب کو میں نے اداس پایا۔ یہ ایک حیران کر دینے والی بات تھی۔ ہمیشہ انہیں شادماں ہی دیکھا تھا۔ پوچھا تو ارشاد کیا: لوگ ریاضت نہیں کرتے اور مناصب کے آرزومند ہیں۔ انہیں کیا خبر کہ عمر بھر کیسی جنگ میں نے اپنے ساتھ لڑی ہے۔

اسلام آباد کے ایک مولوی صاحب نے، جو قدرے ڈھنگ کے آدمی ہیں کہ عموماً دلیل سے بات کرتے ہیں، ایک بار مجھ سے کہا: آپ کے پروفیسر صاحب کی لوگ ستائش بہت کرتے ہیں۔ سنا ہے کہ وہ نماز نہیں پڑھتے۔ عرض کیا: سفر ہو کہ حضر، نہایت پابندی کے ساتھ، جس طرح کہ ایک مسلمان کو پڑھنی چاہیے۔ اس پر وہ قدرے مطمئن تو ہو گئے مگر حیرت ہوئی کہ ان کے دل میں اس شخص سے ملاقات کی آرزو نہ جاگی، جس کی کہانیاں کوچہ بہ کوچہ، کو بہ کو ہیں۔

پروفیسر احمد رفیق اختر کی شخصیت اور فکر پر اظہارِ خیال کے لیے جس یکسوئی اور فراغت کی ضرورت ہے، کم از کم ان دنوں ہرگز میسر نہیں۔ کچھ موضوعات ہوتے ہیں، جن میں لکھنے والا خود کو عاجز پاتا ہے۔ تاج محل کی تصویر نہ قلم سے بنتی ہے اور نہ موقلم سے۔ اسے دیکھا اور محسوس کیا جا سکتا ہے، داد دی جا سکتی ہے مگر بیان نہیں۔ شخصیت نگاری یوں بھی مشکل فن ہے اور ایک صوفی کی تصویر کشی؟ ڈاکٹر برہان الدین فاروقی ایک بڑے استاد ہو گزرے ہیں۔ "منہاج القرآن" انہی کی اصطلاح ہے۔ خیالات کی دنیا میں آسودہ و سرشار، فقیر منش، بے نیاز آدمی۔ تیس برس ہوتے ہیں، ملاقات ہوئی تو فرمایا: تصوف پر پی ایچ ڈی کا مقالہ مجھے لکھنا تھا۔ کریدنا شروع کیا تو احساس ہوا کہ مطالعے کی نہیں، یہ مشاہدے کی دنیا ہے، پھر ساری زندگی اسی دیار کی مسافت میں بیت گئی۔

عشق لا حاصلی کا کھیل نہیں
دیکھ ہم اس گلی کی خاک ہوئے

کہا جاتا ہے کہ آدمی ایک سماجی حیوان ہے۔ بجا ارشاد، سماجی، مگر حیوان کیوں؟ اگر وہ احسنِ تقویم پر ہے اور یقیناً ہے تو وہ ہجوم کا حصہ بن کر کیوں جیے؟ زندگی کو اپنی آنکھ سے کیوں نہ دیکھے اور اس کی تہہ میں چھپے، ہیرا سے دمکتے حقائق جاننے کی تمنا کیوں نہ پالے؟

پروفیسر صاحب کا اصل اعزاز شاید یہ ہے کہ انہوں نے اپنے طور پر زندگی کو سمجھنے کا ارادہ کیا اور عمر بھر اس پر قائم بھی رہے۔ مجبوریاں پالنے سے انکار کیا اور زمین پر رینگنے کی بجائے آسمان سے حیات کو دیکھا۔ دیکھتے رہے اور بالآخر پالیا۔ پھر جو نعمت اس صاحب جودوسخا نے پائی، کمال خوش دلی اور فراوانی سے اللہ کی مخلوق میں اسے بانٹ دیا۔

مرے قافلے میں لٹا دے اسے
لٹا دے، ٹھکانے لگا دے اسے

بغداد میں امیر المومنین ہارون الرشید سے ملاقات کے بعد، امام شافعیؒ اپنے عالی قدر استاد امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے گھر کو معمور پایا۔ حیران اور دل گرفتہ ہوئے۔ استاد نے کہا: شافعی، ساز و سامانِ دنیا تم نے دیکھا تو گمان کیا کہ مجھے دنیا سے محبت ہوگئی اور اس خیال سے تمہاری آنکھیں نم ہوگئیں؟ اثبات میں انہوں نے سر ہلایا تو ارشاد کیا: خراسان سے لے کر دمشق تک تحائف چلے آتے ہیں۔ یہ دس ہزار اشرفیاں ہیں، ان کی زکوٰۃ ادا کی جاچکی، اتنے گھوڑے اور اتنے اونٹ، یہ سب تمہارا ہے۔ والدہ محترمہ اور قافلے کے ساتھ امام شافعی وطن مالوف مکہ مکرمہ کو روانہ ہوئے تو ایک پڑاؤ پہلے ماں نے کہا: شافعی، اب تم شہر میں داخل ہوگے، رشتہ داروں، پڑوسیوں اور دوستوں کے درمیان اپنے مال پر فخر کروگے؟ پوچھا: کیا کروں؟ ارشاد ہوا: بانٹ دو۔ سب بانٹ دیا۔ کچھ دن میں استاد کا پیغام شاگرد تک پہنچا: شافعی! تم نے بہت اچھا کیا، اتنے ہی گھوڑے، اتنے ہی اونٹ اور اتنی ہی اشرفیاں تمہارے لیے رکھی ہیں، مدینہ منورہ آؤ تو لے لینا۔

شیخ ہجویریؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں لکھا ہے: اہلِ علم ہی نہیں، وہ ہم اہلِ ذکر کے بھی امام ہیں۔ کیا یہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ پر بھی صادق نہیں آتا؟ بائبل میں لکھا ہے: یہی لوگ

زمین کا نمک ہیں، آدمیت کا جوہر۔ وہ آدم جسے روز ازل اللہ نے فرشتوں پر فضیلت عطا کی تھی۔
کشادگی اور تنگ دستی میں، سفر اور حضر میں، امتحان اور آسودگی میں، ہر حال میں پروفیسر صاحب کو دیکھا اور کھرا پایا۔ قرآن کریم کا ارشاد یہ ہے کہ اللہ محسنین سے محبت کرتا ہے۔ وہ کہ جو کشادگی اور تنگ دستی میں خرچ کرتے ہیں اور وہ جو غصہ پی جاتے ہیں اور وہ جو لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ اللہ نے بہت قابلِ رشک دوستوں اور اساتذہ سے نوازا مگر پروفیسر صاحب ایسا صاحب سخا نہیں دیکھا۔ ان سا بے نیاز کوئی نہ پایا اور ظاہر ہے کہ صاحب علم تو دور دور تک نہیں۔ نو برس ہوتے ہیں، ان کے گھر کی سیڑھیاں اترتے ہوئے، میرے ڈرائیور نے کہا تھا: لوگ کہاں بادشاہوں کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں، بادشاہ تو یہاں ہے۔ صاحبانِ جاہ و حشم کی شان میں کبھی میں بھی گستاخی کروں تو یہ کہتا ہوں: حضور! میرا بادشاہ اسلام آباد میں نہیں، گوجر خان میں رہتا ہے۔۔ یاللعجب، ایک بار ایک قہرماں سیاسی لیڈر، پروفیسر صاحب کے پاس جا پہنچے کہ اس گنوار سے میری جان بچائیے۔ مجھ سے انہوں نے فقط یہ کہا: ان کی بات سن لیجئے۔

دمِ رخصت اقبالؔ نے کہا تھا۔

سرودِ رفتہ باز آید کہ نہ آید
نسیم از حجاز آید کہ نہ آید
سر آمد روزگارے ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ نہ آید

پروفیسر احمد رفیق اختر کی شخصیت میں اللہ نے ہمیں وہ دانائے راز عطا کیا۔ ایک ایسا آدمی جو زندگی کا بھید ہم پر کھولتا ہے۔ جس نے ہمیں بتایا: زندگی میں سب سے بنیادی سوال یہ ہے کہ کیا اس کائنات کا کوئی خالق ہے؟ اور اگر ہے تو وہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔ یہ راز انہوں نے کھولا کہ قرآن مجید اللہ کے وجود پر سب سے بڑی گواہی ہے۔ کہا: ہزار غلطیوں کا ارتکاب کر کے بھی آدمی تو آدمی ہی رہے گا مگر اللہ ایک بھی غلطی کر کے اللہ نہیں رہ سکتا۔ اس کی کتاب پڑھو اور کوئی غلطی ڈھونڈ نکالو۔ چودہ سو برس سے قرآن کریم یہ اعلان کرتا ہے اور آج تک سب عاجز ہیں۔ پھر

وہ اپنے رب کو مان کیوں نہیں لیتے؟

پروفیسر صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ کیا ہے؟ ایک نئے علم کی بنیاد اور سائنٹیفک بنیادوں پر اس کی تشکیل؟ اس سطح پر انسانوں کا فہم و ادراک، جس کی کوئی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ ٹیلی ویژن، ریڈیو اور اخبارات کے بغیر، لیکچے وار تقاریر کے بغیر، سنہرے سپنے دکھائے بغیر، لاکھوں آدمیوں کو متاثر کر گزرنے کی کرامت؟ یہ عظیم کارنامے ہیں اور آنے والے ادوار میں ان کی گونج سنائی دے گی۔ میرا خیال ہے کہ اسد اللہ خاں غالبؔ کی طرح، جو ڈیڑھ سو سال سے اردو شاعری کے افق پر سورج کی طرح دمک رہے ہیں، پروفیسر صاحب کے عہد کا آغاز بھی ان کے بعد ہوگا۔ مجھ ناچیز کی رائے میں ان کا سب سے بڑا کارنامہ لیکن دوسرا ہے۔ سچائی سے پوری محبت! باقی تمام تفسیریں!

ہمہ وقت اس لیے ہمیں وہ محبوب ہیں کہ ہر مشکل وقت کا سہارا ہیں۔ ہر تاریکی میں رہنما۔ وہ ہمارا سائبان ہیں۔ بے غرض، بے لوث اور غیر مشروط محبت کی لافانی مثال۔ سوال یہ ہے کہ انہوں نے یہ سب کچھ کیسے پالیا؟ مزاج کا یہ حیرت انگیز اعتدال اور آہنگ۔ یہ خیرہ کن توکل اور ایقان۔ میرا خیال ہے، اس لیے کہ سچائی کے لیے ان کی محبت مکمل اور بے ریا تھی۔ کھوٹ سے پاک اور یکسر پاکیزہ۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے باب میں کہ درود میں ان کا ذکر سرکارؐ کے ساتھ ہے، ہم غور کرتے ہیں تو یہ دیکھتے ہیں کہ ان کا تجسس بے کراں تھا، خالص اور کھرا۔ یہی تجسس حقیقتِ کبریٰ تک انہیں لے گیا، حتیٰ کہ ابو الانبیا کا مرتبہ پایا، حتیٰ کہ آسمان سے اترتی ایک صدا نے کہا: جٰعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَاماً۔ ہم تجھے تمام انسانوں کا امام بنادیں گے۔ پھر قرآن مجید میں لکھ دیا گیا "ابراہیم یکسو بہت تھے" قرآن کی اسی سورۃ میں ارشاد ہے۔ اللہ کا رنگ، اور اللہ کے رنگ سے بہتر رنگ کس کا ہے؟

کس طرح؟ مگر کس طرح؟ ایمان جب دل کی گہرائیوں سے پھوٹتا ہے تو بے ریا عمل کے سانچے میں ڈھلتا ہے اور ڈھلتا ہی چلا جاتا ہے۔ تب ہی آدمی دریافت کرتا ہے کہ اس کا سب سے بڑا دشمن خود اس کے اندر پوشیدہ ہے۔ کسی اور سے نہیں، اس کی جنگ خود اپنے ساتھ ہے۔ جب اس حریف کے خلاف، خود اپنے نفس کے مقابل رزم آرا ہونے کا وہ تہیہ کر لیتا ہے تو رحمتِ

پروردگار اس پر اترنے لگتی ہے اور اترتی ہی رہتی ہے۔ خدا سے جس نے پیمان کر لیا، وہ کامیاب رہا، اس لیے کہ بس وہی ہے، جو ہر حال میں مددگار ہے۔ اس سے جو امید باندھے، وہ کبھی نامراد نہیں ہوتا۔

پروفیسر احمد رفیق اختر اس لیے بادشاہ بن گئے، اس لیے بے مثال ہو گئے کہ بندوں سے نہیں، انہوں نے اپنے پروردگار سے پیمانِ وفا باندھا۔ کبھی کسی اور سے نہیں، تمام امید اپنے پروردگار سے وابستہ کی اور وہ ان پر سایہ فگن ہو گیا۔ پروفیسر صاحب ہم جیسے ایک آدمی ہیں۔ وہی بھوک، وہی پیاس، وہی تمنائیں، وہی جبلتیں مگر انہوں نے زندگی کو قرآن میں ڈھونڈا اور پا لیا۔ اپنا رشتہ مالک سے استوار کیا تو وہ ان پر سایہ فگن ہو گیا۔ ایک آدمی ایک ادارہ بن گیا اور مشعل کی طرح فروزاں ہو گیا۔ اسے وہ بصیرت عطا ہوئی جو صرف اللہ کے بندوں کو ملتی ہے، حتیٰ کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھنے لگے، حتیٰ کہ وہ حیرت انگیز واقعات رونما ہونے لگے، ہم سب جن سے واقف ہیں اور جن کی تفصیل ایک نہیں، کئی کتابوں کی متقاضی ہو گی۔

کار آفریں ، کار کشا ، کارساز

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ

انسانی ذہن اس قدر بیدار کیسے ہو جاتا ہے؟ آدمی کی نگاہ اتنی دور تک، اس گہرائی تک کیسے دیکھ لیتی ہے؟ ایسی حیران کن یادداشت کیسے ممکن ہے؟ جانے پہچانے لوگ تو کجا، دور دراز تک کے اجنبیوں کے بارے میں آدمی اس قدر مکمل تجزیے پر کیسے قادر ہو جاتا ہے؟ ان سب سے بڑھ کر یہ کہ خود پر اتنا قابو کیسے ممکن ہے کہ بہر حال وہ خرابی سے بچا رہے۔ شخصیت کی وہ بے پناہ ہم آہنگی، جو دائم حیران کیے رکھتی ہے؟ ظاہر ہے کہ اللہ کے مسلسل ذکر سے، پیہم یاد سے۔ فقط یاد اور ذکر ہی نہیں، بلکہ پورے توکل اور کامل یقین سے۔ وہ جو دعائے قنوت میں ہے، وَ نُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ، اور ہم تجھ سے فقط بھلائی کی امید رکھتے ہیں۔

عمر بھر اقبالؔ خودی کا درس دیتے رہے لیکن پھر ایک بار یہ کہا: میں نے خود کو ایک لاش کی طرح خدا کے سپرد کر دیا ہے۔ ان معنوں میں نہیں کہ کوئی آرزو باقی نہ تھی۔ سب جانتے ہیں کہ

مشرق کا شاعر بے قرار تمناؤں کا ایک پیکر تھا بلکہ یوں کہ سب کچھ اسی کو سونپ دیا، سب اس کے حوالے کیا۔

سپردم بتو مایہ ء خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

کبھی کبھی میں سوچتا ہوں، شاید اسی کو اقبال نے عشق کا نام دیا۔ کچھ بچا کر نہ رکھا جائے۔ سب کچھ مالک کی دہلیز پہ دھر دیا جائے۔ "بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے" کیا یہی وہ ایک سجدہ نہیں، جس کی مشرق کے فرزند نے تمنا کی تھی؟ وہ ایک سجدہ جو پروفیسر احمد رفیق اختر کو عطا ہوا۔ ہر زندہ آدمی کو، ہر صاحب ایمان کو جس کی آرزو کرنی چاہیے۔

پروفیسر صاحب کو فارسی کا ایک شعر بہت پسند ہے۔ کبھی ان سے سنئے، کبھی دل کی گہرائیوں سے، ان کے ساتھ مل کر دہرایئے۔

حاصل عمر نثار رہ یارے کردم
شادم از زندگی ء خویش کہ کارے کردم

ہارون الرشید

اسلام آباد

خدا انسان اور کائنات

(اللہ کے نقطۂ نظر سے)

(حصہ اوّل)

اَعُوذُ بِاللّٰہِ السَّمِیعِ الْعَلِیمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ

مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ

مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ

مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا

نَّصِیْرًا ○

(۱۷ (الاسراء): ۸۰)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ

عَمَّا یَصِفُوْنَ○

وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ○

وَالْحَمْدُ

لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○

(۳۷ (الصٰفٰت): ۱۸۰-۱۸۲)

خواتین و حضرات! کچھ دنوں سے اس قابل نہیں ہوں کہ بہت اونچا بول سکوں اور اگر مجھے اجازت دیں تو یہ اتنی سیریس گفتگو ہے کہ نارمل لہجے اور انداز میں ہی ہو سکتی ہے۔ مجھے امید

ہے کہ آخر تک بیٹھے ہوئے لوگوں تک آواز پہنچ رہی ہے۔

حضرات گرامی! سینکڑوں شامیں ہزاروں شبیں اور بے حد نیم شب لمحات ایسے گزرے کہ میں نے آسمان کو دیکھا اس کی وسعتِ افلاک میں جو سب سے پہلا احساس اٹھتا ہے کہ اتنے بڑے Complex میں میرا وجود ایک انجانے خوف سے لرزتا ہے۔ اور میں اس پیمانے کو دیکھتا ہوں جو میرے اردگرد محیط ہے اور پھر میں اپنے وجود کی آزمائش کرتا ہوں تو مجھے اب بھی یقین نہیں آتا کہ میں عدم سے وجود میں آ چکا ہوں۔ اتنی بڑی Insignificance اور میں ہی نہیں بلکہ مجھے پتہ ہے کہ ہر سوچنے والا انسان جب بھی کسی غور وفکر کے لمحے میں آتا ہوگا اور اپنے اردگرد اتنی وسیع تر کائنات کو پھیلتے ہوئے دیکھتا ہوگا تو ایک قدرتی سوال تو ضرور پیدا ہوتا ہوگا کہ میں کسی حادثے کی پیداوار ہوں؟ اور اتنے بڑے ہجوم میں' ہجومِ کائنات میں 'میں جہاں ایک پورے ریگزار میں ایک ذرے کی بھی حیثیت نہیں رکھتا وہاں میرا وجود کیا معنی رکھتا ہے؟ اتفاق سے احساس کمتری ہی احساسِ برتری کو جنم دیتا ہے اور دیکھئے کہ میرے اپنے وجود کا کمتر ہونا ہی مجھے مائل کرتا ہے کہ میں اتنا تکبر اور غرور کے اس مرحلے تک پہنچوں جہاں میں اپنے آپ کو بہت اہم سمجھوں۔ اتنا اہم کہ میں کائنات کے کسی خالق کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کردوں۔ میرا خیال ہے جب میں اپنے اردگرد دیکھتا ہوں تو میں اپنے جیسا کسی کو نہیں پاتا۔ آدھی زبانوں تک پہنچی ہوئی مخلوق پاتا ہوں' آدھی فکر تک پہنچے ہوئے جانور پاتا ہوں تو مجھے اپنی سوچ پر اتنا ناز ہوتا ہے کہ میں وہ تمام سائنسی نظریات بھول جاتا ہوں کہ کوئی Spontaneous growth زمین پر نہیں ہو سکتی۔ از خود کوئی پیدا نہیں ہو سکتا اور سائنس کسی بھی ایسے مفروضے کو تسلیم نہیں کرتی کہ جہاں وجود از خود پیدا ہو گیا ہو۔ مگر اس کے باوجود یہ تضادِ فکر دیکھئے کہ ہم اپنے آپ کو از خود پیدا ہوا سمجھتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ زمین و آسمان حادثتاً وجود میں آ گئے۔ ہم حادثتاً وجود میں آ گئے۔ تمام تخلیقات حادثتاً وجود میں آ گئیں۔ آخر کتنے چانسز آپ اکٹھے کرو گے؟ آپ اتنے چانسز کا سہارا لیتے ہو اتنے سوالوں کے جواب جانے بغیر آپ ان کو ایک چانس پر مشتمل کر دیتے ہو۔ اتنے زیادہ چانس لیتے ہو کہ عقل کا وجود مضحکہ خیز لگتا ہے۔ آخر کہاں تک ہم یہ چانس لیتے جائیں گے کہ جہاں ہر چیز

ہی ایک حادثہ ایک چانس بن جاتی ہے۔تو کیا یہ یقینی بات ہوگی؟ کیا یہ سوچنے کا حل ہوگا؟ کیا ہمارا خیال یہ ہے کہ ہم اس بحران سے ان حادثوں کے بحران سے نکل کر کسی یقینی مرحلہ، خیال تک پہنچیں گے؟ جب میں آسمان کو دیکھتا ہوں تو بہت پہلے کہی ہوئی ایک بات مجھے یاد آتی ہے کہ

سیاہ رات کی چادر سے کانچ کے ٹکڑے

نظر سے چن تو رہا ہوں مگر میں سوچتا ہوں

یہ کون دیکھ رہا ہے مجھے دکھائے بغیر

اور جب اس سوال پہ مزید غور کرتا ہوں میں یقین پہ مرحلہ وار پہنچنا چاہتا ہوں۔ میں خدا پر بھی حادثاتاً یقین نہیں رکھنا چاہتا۔ اور وہ خدا جو دعویٰ کرتا ہو "**لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ**" {الانفال:42} جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا اور جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا۔ ہمیں جس چیز کو چیلنج کرتا ہے ہمیں جس حقیقت کو چیلنج کرتا ہے وہ حقیقتِ مطلقہ ہمیں چیلنج کر رہی ہے اور یہ کہہ رہی ہے کہ اعتبار اور یقین کے لیے اندھا دھند اعتقاد کی میرے پاس کوئی گنجائش نہیں "**إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ**" {انفعال:22} کہ اندھے اور بہروں کی طرح اس سوال کو حل نہ کرو، سوچو سمجھو غور کرو اور پھر میرے بارے میں کوئی بے اعتباری قائم کرو یا کوئی اعتبار قائم کرو۔

آج کی بات نہیں مدتوں پہلے کی بات ہے ہزاروں سال پہلے کی بات ہے کہ انسان کا علم ابھی اتنا ترقی یافتہ نہیں تھا انفارمیشن اتنی نہیں تھی تب بھی لوگوں نے آسمان دیکھ دیکھ کر اس کاسموس کو دیکھ کر اپنے بارے میں اس کے بارے میں عجیب و غریب نظریات قائم کیے۔ ایک عجیب بات کہ لوگوں نے ہمیشہ خدا اور اپنے درمیان ایک واسطہ چاہا۔ یہ چاہا کہ وہ اتنا قریب ہو کہ ہم اسے چھو سکیں۔ وہ اتنا قریب ہو کہ ہم اس کے بارے میں بھی بہت ساری کہانیاں سنا سکیں۔ وہ اتنا قریب ہو جیسے ہمارا Next door neighbour ہوتا ہے۔ یہ شدت حضرت انسان کے دل سے کبھی نہیں گئی۔ خدا کو قریب لانے کی کوشش میں انہوں نے اتنی ساری بت پرستیاں تخلیق کر

لیں۔ علم الاصنام تخلیق کر لیا۔ اگر آپ غور کرو تو بت کی تخلیق اللہ کو قریب لانے کی ایک بڑی ناقص سی کوشش تھی۔ یہ کوشش آج نہیں ہوئی بہت پہلے یہ ہوا۔ اگر آپ پیچھے دیکھیں تو تمام یونانی دیو مالاؤں میں تمام بڑے ہیروز کی یہی خواہش رہی۔ وہ Thesius ہو یا Perseus ہو Hercules ہو یا Ulyseus ہو انہوں نے ماورائی قوتوں کے ساتھ جنگیں بھی لڑیں محبتیں بھی کیں۔ خدا اور اپنے مابین ایک تعلق کو قائم کرنے کی کوشش بھی کی حتیٰ کہ آج بھی جب آپ غور کریں تو ان کی داستانیں کائنات بالا سے متعلق ہیں۔ ابھی بھی آپ دیکھیں گے کہ پرسیس اور میڈوسا کی کہانیاں انہوں نے آسمان کے ستاروں میں مرتب کیں۔ اسی طرح وہ لاینحل سوالوں کو labyrinth کی شکل میں انہوں نے Mycenia میں ڈسکور کیا۔ Thesius اس کا ہیرو تھا۔ اسی طرح Hercules حقیقت کو جاننے کے لیے اتنی دور دراز گیا کہ آخر میں اس سوال کے کرب سے جان چھڑانے کے لیے اسے اپنے آپ کو آگ کے سپرد کرنا پڑا۔ جب تک وجود سے نجات نہیں پاؤ گے آپ اپنی روح کے تخیل تک کبھی نہیں پہنچو گے۔ یہ صرف ایک Mythology نہیں تھی بلکہ اگر آپ میسوپوٹیمیا (Mesopotamia) میں دیکھیں تو ہمیں بالکل وضاحت سے نظر آتا ہے کہ جسم و جان کے دو ٹکڑے ہو گئے ہیں۔ روح جو ہے خدا کی تلاش میں Gilgamish کی صورت میں مسلسل سفر کرتی ہوئی بھٹکتی پھرتی ہے۔ اور دوسری طرف وجود جو ہے Enkidue کے لباس میں ہماری اس پوری کی پوری موومنٹ کو روک رہا ہے۔ وجود اور روح کی یہ کشمکش سب سے پہلی سب سے ابتدائی تاریخ انسان میں درج ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان نے اپنے آپ کو کبھی بھی محروم تصور خدا نہیں کیا۔ یہ عجیب سی بات ہے کہ وہی سائنس وہی انتھروپالوجی وہی علوم عمرانیات جو خدا کے آپشن کو Delete کرتے ہیں وہی عمرانیات جو خدا کے تصور کو ذہن کی پیداوار سمجھتی ہے وہی عمرانیات اس بات کی دعویٰ کرتی ہے کہ Homo sapien was homo religious یہ اس کا دعویٰ ہے میرا نہیں ہے۔ علوم عمرانیات کی بنیاد اس تصور پر ہے کہ سب سے پہلا سوچنے والا انسان خدا پرست تھا۔ وہ شمعی ہو یا کوئی اور علوم عمرانیات کا ماہر ہو اس کا یہ دعویٰ ہے کہ سب سے پہلی سوچ جو انسان کو آئی خدا پرستی

کی تھی۔ نہ صرف یہ بلکہ نائر کی زبان میں "پہلا انسان نہ صرف خدا پرست تھا بلکہ خدائے واحد کی پرستش کرتا تھا"۔ یہ وہ Aspects انسان کی سوچ کی پیدائش کے ساتھ ہی شروع ہو گئے تھے کہ انسان خدا پرست بھی ہے اور نہ صرف خدا پرست ہے بلکہ خدائے واحد کی پرستش کرنے والا ہے۔ یہ تمام چیزیں ہمیں Lead کرتی ہیں اس تصور کی طرف لے جاتی ہیں کہ آخر ہمارا کاسموس سے کیا واسطہ ہے؟ ہمارا خالق کا سموس سے کیا واسطہ ہے؟ کیا ہمیں یقین ہے کہ ہم خود پیدا ہوئے ہیں؟ اس کائنات کا انتظام چلانے کے لیے ہم حادثۃً ظہور پزیر ہوئے ہیں یا ہمارا انتظام و انصرام کسی کے سپرد تھا؟ یا ہمیں پیدا کیا گیا؟ یا ہمیں ایک کالونی کی طرح بسایا گیا؟ یہ وہ بڑے سوال ہیں جو کسی فلسفی سے کسی دانشور سے کسی مفکر سے آج تک حل نہیں ہوئے۔ اس کی وجہ؟؟؟ اس کی محض وجہ یہ تھی کہ وہ ایک آپشن مسلسل نظر انداز کرتے رہے۔ ایک آپشن پہ انہوں نے کبھی غور ہی نہیں کیا۔ انگلینڈ میں ایک بہت بڑے ماہر عمرانیات سے جب میری ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے ایک سادہ سا سوال کیا تھا۔ میں نے کہا کہ تم کبھی سوچ سکتے ہو ایک بچہ اٹھتے ہی خدا کا نام لینا شروع کر دے؟ ایک بچہ جو ابھی پیدا ہوا یا اس نے بولنا سیکھا ہے وہ اٹھتے ہی خدا کا نام لینا شروع کر دے کیا تمہارے علم میں ہے؟ میرے علم میں تو نہیں ہے۔ سوائے حضرت عیسیٰ کی Exception کے مجھے تو کوئی اور بچہ ایسا نظر نہیں آتا عمومی حالات میں جو ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی پہلا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا شروع کر دے یا کسی اور مذہب میں کوئی ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جو آنکھ کھولتے ہی خدا کا نام لینا شروع کر دے۔ ابتدائے انسان میں ذہن بچے کی کیفیت میں تھا How is it possible? کہ Earliest man ابھی اسے کھانے کا ڈھنگ نہیں آیا ابھی اسے کاشتکاری نہیں آئی ابھی اسے اپنی پناہ کے لیے لباس کا خیال بھی نہیں آیا ابھی اسے بچوں کی پرورش اور ان کی حفاظت کے لیے چار دیواری بنانے کا خیال بھی نہیں آیا اور وہ خدا کا نام لے رہا ہے How is it possible? ہے کوئی طریقہ کوئی فارمولا سائنس کے پاس جو مجھے بتا سکے کہ اتنی مختصر سوچوں کے ساتھ ایک بقائے حیات کی حس کے ساتھ جس کے سوا اس کے پاس کچھ نہیں تھا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہر سوسائٹی کا پہلا آدمی خدا کے بارے میں سوچ رہا ہے۔

Homosapien خدا پرست کیسے ہو سکتا ہے جس کی ابتدائی عقل اتنی کم ہے کہ ابھی وہ اپنے چلنے پھرنے کے لیے خوراک کا انتخاب نہیں کر سکتا وہ پیے کو نہیں ڈھونڈ سکتا۔ اتنے پرانے ازمنہ قدیم سے خدا کے تصور کو آپ کس طرح Justify کر سکتے ہو کہ وہ از خود اس کے اندر سے پیدا ہو گیا اور پھر آپ خود بھی کہتے ہو کہ از خود تو کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی۔ There is no spontaneous growth even of an idea in a human heart. عجیب سی بات ہے کہ جب ان سے خدا کی بات دورِ حاضر میں کرو تو وہ کہتے ہیں کہ خدا کا انسانی دل و دماغ میں موجود ہونا اس بات کی شہادت ہے کہ کہیں نہ کہیں یہ تصور خارجی طور پہ انسان کے باطن میں آیا ہے مگر اس کے جواب میں ایک انگریز Agnostic نے کہا "یہ ضروری نہیں کہ اگر ہم دس ہزار (10,000) کے نوٹ کا سوچیں تو وہ مارکیٹ میں موجود ہو۔ اس کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ یہ ضروری نہیں کہ اگر ہم خدا کا سوچیں تو وہ موجود بھی ہو۔"

خواتین وحضرات! اس سے پہلے کہ ہم آگے بڑھیں میں کاسموس کے بارے میں آپ کو معروف نظریات بتانے کی جرأت کروں گا کہ کائنات کے بارے میں کتنے مختلف نظریات آپ کے سامنے موجود ہیں۔ پھر میں خدا کی جانب سے آپ کے سامنے ان حقائق کو پیش کروں گا کہ جن پر ہم لوگوں نے آج غور کرنا ہے۔ کائنات کے متعلق Frasier نے جو کتاب لکھی جس کا ترجمہ شاخ زریں کے نام سے ہو چکا ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ "سائنس جو Religion کے اولین مقابل آئی وہ اپنی وجہ سے نہیں آئی بلکہ سائنس تو حقائق کو پڑھنے کا نام تھا قریب تر جانے کا نام تھا حقائق کو Interpret کرنے کا نام تھا' سائنس نے کبھی خدا کی مخالفت نہیں کی' سائنسدان نے کی ہے"۔ جی ہاں! سائنسدان نے ہی ہے۔ میں آپ کو سائنس اور مذہب میں تھوڑا سا فرق بتاتا چلوں۔ یہ بڑا دلچسپ سا فرق۔ مگر اس سے آپ کے ذہن بڑے واضح ہو جائیں گے۔ سائنس اور مذہب میں ایک بنیادی فرق ہے۔ سائنس میں انسانی اخلاقی کردار چاہے جیسا بھی ہو اسے ایک ڈگری کی Accomplishment سے روکتا نہیں ہے۔ سائنس پڑھنے والا طالب علم اگر خارجی دنیا میں کسی مکروفریب سے کام لے رہا ہے کوئی بے ایمانی کر رہا ہے اس میں کوئی چیٹنگ ہے

یا وہ کسی Moral گناہ میں مصروف ہے تو سائنس اسے روکتی نہیں ہے۔ سائنس اسے کسی ڈگری کے حصول میں روکتی نہیں ہے۔ مگر مذہب کے معاملے میں نفاق اور کفر ہی کسی مذہبی انسان کو اخلاقی روایات سے دور کر سکتا ہے جو آج کل اکثر پایا جاتا ہے۔ ورنہ مذہب کا Criteria یہ ہے کہ جو تعلیم مذہب دے رہا ہے اس کے ساتھ ایک اہم Necessary اور Important اخلاق کا ہونا ضروری ہے۔ اسے بہت سارے ایسے ذہنی اور بدنی کرائم سے بچنا پڑتا ہے کہ جن کے ہوتے ہوئے وہ مذہبی نمائندگی نہیں کر سکتا۔ اور ایک دوسرا بہت بڑا فرق ہے اور یہ تاریخ پہ محیط ہے کہ مذہب اپنے آپ کو Continue کرنے میں ہمیشہ تعصبات کا شکار رہا۔ یہود نے مذہب کو اپنی ملکیت بنا لیا اور اپنے سوا کسی مذہبی موومنٹ کو ماننے سے انکار کر دیا۔ Jews بہت ملکیت پسند سنگدل مذہبی تھے جنہوں نے جیوا ہا کو اپنی ملکیت سمجھا۔ انہوں نے خدا کو ذاتی اور قبیلوی ملکیت سمجھا۔ اسے ایک کائناتی تفکر سے نکال کر ایک لوکل سے فکری Aspect میں ڈھال دیا۔ یہودی اپنے سوا خدا کو کسی اور سمت جاتا ہوا نہیں دیکھ سکتے تھے۔ جیوا ہا کا مذہبی تفکر یہ تھا کہ خدا صرف ہمارے اور ہمارے خاندان کے لیے ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعد میں آنے والی تمام مذہبی Continuity کا انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے Christianity کا انکار کر دیا بلکہ جنگ پر آمادہ ہو گئے فساد پر آمادہ ہو گئے۔ اس بات پر کہ ہم کسی اور خدا کو نہیں مانتے۔ ہمارا خدا کسی اور بندے پہ احسان نہیں کر سکتا۔ ہمارا خدا کسی اور نسل کو اپنا نہیں سکتا۔ یہی حال Christianity کا ہوا۔ جب Christianity آئی تو انہوں نے بھی اسی غلطی کا اعادہ کیا۔ انہوں نے اور قریب تر کر دیا۔ خدا کو اپنی فیملی کا حصہ بنا لیا اور مدر، چائلڈ اور فادر کی ایک Trinity بنالی۔ And they refused to accept that God can belong to anybody else except Christians. اس عرصے میں اسلام آ گیا۔ مذہب اپنی Accomplishment کو چل رہا تھا۔ مذہب اپنی تکمیل کو بڑھ رہا تھا۔ مذہب جذباتی تغیرات کو سمیٹتا ہوا Emotional stresses کو سمیٹتا ہوا Human weaknesses کے Statistical data کو سمیٹتا ہوا ایک Complete formula دینے پہ آ چکا تھا۔ قرآن

سے پہلے بھی قرآن تھا۔ اگر قرآن سے پہلے قرآن نہ ہوتا تو کبھی خدا یہ نہ کہتا "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ " دین پہلے سے چل رہا تھا قرآنی فرامین پہلے سے چل رہے تھے۔ پیغمبروں کو جزوی جزوی عطا ہو رہے تھے۔ اب اسی علم کو اسی کتاب کو آخر تک آنا تھا۔ جب وہ محمد رسول اللہ ﷺ تک آیا تو پروردگار عالم نے ڈیکلیئر کر دیا۔ Now the same old message has come to accomplishment, it is completed. "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا"{المائدہ:3} کہ اب میں نے Message پورا کر دیا ہے Messenger تمام کر دیے ہیں۔ نعمت اللہ کے رسول تھے جو مسلسل بھیجے جا رہے تھے۔ نعمت بھی تمام ہوئی Message بھی پورا ہوا، Messenger بھی ختم ہوئے۔ علم اسی وقت رکتا ہے جب اس کے گرد چار دیواری آ جاتی ہے۔ علم اس وقت رک جاتا ہے جب وہ ایک مکتب سے دوسرے مکتب تک ٹریول نہیں کر سکتا۔ علم اس وقت رک جاتا ہے جب ایک مخصوص طرز فکر سے آپ کسی صورت بھی کسی دوسری فکری منزل کو قبول نہیں کرتے۔ آپ Compare نہیں کرتے آپ فکس ہو کر بیٹھ جاتے ہو۔ جب آپ Comparison میں رہو گے تو تعلیم آگے بڑھتی رہے گی۔ Dialectics آگے جاتی رہے گی۔ یہ مناظر اس وقت Rigid ہو جاتے ہیں جب کسی بھی مکتبہ فکر میں کسی بیرونی ہوا کا داخلہ بند ہو جائے۔ یہ گنبد بے در ہے جس میں کوئی کھڑکی نہیں کھلتی، کوئی دروازہ نہیں کھلتا، کوئی خارجی ہوا اندر نہیں آتی، نتیجتاً علم وہاں قید ہو جاتا ہے۔ یہ تھا مذہب کا پس منظر۔ مگر سائنس میں ایسا نہیں ہوا۔ سائنس میں ایسا نہیں ہوا۔ اسی لیے سائنس کو فخر ہے کہ ہم آپ لوگوں سے بہتر ہیں۔ ہم مذہبی لوگوں سے بہتر ہیں۔ سائنس میں بھی پہلے سائنسدان بھی ٹھیک نہیں تھے۔ غلط اندازے لگاتے رہے۔ کئی سائنسدان Obselete ہو گئے ہیں متروک ہو گئے ہیں۔ ان کی رائے کی اب کوئی اہمیت نہیں۔ وہ بالکل غلط سمجھے جاتے ہیں۔ اب طولمی صحیح نہیں سمجھا جاتا۔ کالوجسٹ طولمی صحیح نہیں سمجھا جاتا۔ اب کوپرنیکس صحیح نہیں سمجھا جاتا۔ ابھی بھی آپ دیکھئے کہ اب آئن سٹائن پر شبہات شروع ہو گئے ہیں۔ اب کوانٹم کے مصنف پہ اعتراض شروع ہو گئے ہیں۔ ہر روز تھیوریز بدل رہی

ہیں۔ ہر روز کوئی نہ کوئی سائنسدان متروک ہو جاتا ہے، دقیانوس ہو جاتا ہے۔ مگر آج سائنس کے زمانے میں یہ کوئی بھی نہیں کہتا کہ ہم ان کو نہیں مانتے۔ ہم ان کو سائنسدان نہیں مانتے۔ آج بھی ہم طولیمی کو سائنسدان مانتے ہیں۔ سائنس کا تفاخر اس بات پہ ہے کہ اس نے انسانی Effort کو تسلیم کیا ہے۔ حقیقت پسندی کو تسلیم کیا ہے۔ اس نے آگے بڑھتے ہوئے قدم کو مبارک کہا ہے مگر پچھلے قدموں کی تضحیک نہیں کی۔ جیسے آج اسلام ہے۔ آج کا اسلام Judaism کو صحیح سمجھتا ہے۔ Christianity کو صحیح سمجھتا ہے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیغمبر سمجھتا ہے۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیغمبر سمجھتا ہے۔ کتاب تورات کو تسلیم کرتا ہے۔ اناجیل کو تسلیم کرتا ہے۔ مگر صرف اسلام کرتا ہے۔ پرابلم یہ ہے کہ صرف اسلام کرتا ہے۔ باقی مذاہب نے در تحقیق بند کر دیے ہیں۔ مزید Religious progress کو سمیٹ لیا ہے۔ خالی یہ نہیں ہوا کہ مسیح تمام ہوا مسیحا تمام ہوئے بلکہ عقل بھی اس درجہ بلوغت پہ آ گئی تھی کہ اسے مزید اب کسی معجزے کی ضرورت نہیں تھی۔ اسی لیے سب سے بڑا معجزہ علم قرار پایا اور سب سے بڑے عالم محمد رسول اللہ ﷺ قرار پائے۔

خواتین و حضرات! میں ان کا سائنس کی چند آرا ضرور آپ کو سناؤں گا جن کا خیال تھا کہ اگر آپ اس لٹریچر کو دیکھیں کہ جس میں کائنات Built ہوئی ہے تو انسان کی عقل حیران سی رہ جاتی ہے۔ اور جب آپ سنیں گے تو سوچیں گے کہ وہ گتھی ہی نہیں آتی ہمارے ذہن میں جس گتھی سے کائنات شروع ہوئی ہے۔ ہم بگ بینگ کے نام کو Time zero کہتے ہیں۔ یعنی بگ بینگ سے وقت کا آغاز ہوا ہے اور بگ بینگ سے اس کو Time zero کہتے ہیں۔ ہم نہ اس وقت کو جانتے ہیں نہ کوئی اس پہ فزیکل لاء Govern کرتا ہے نہ کوئی بیچارہ سائنسدان ابھی تک اس کی تحقیق کر پایا ہے۔ لے دے کے ہاکنز نے کہا "اے کاش کہ میں جانتا بگ بینگ سے ایک سیکنڈ پہلے کیا ہو رہا تھا۔ اگر میں جانتا تو میں Explain کر دیتا"۔ ابھی Latest انہوں نے ایک اور ارشاد فرمایا ہے کہ بگ بینگ سے پہلے وقت نہیں تھا۔ چونکہ وقت نہیں تھا تو خدا بھی نہیں تھا۔ اس لیے خدا کے نہ ہونے پہ بگ بینگ ایک دلیل بن گئی۔ مگر دراصل اگر آپ مغالطے کو

دیکھیں تو یہ سائنسدان ٹائم کو خدا سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ٹائم کے بغیر خدا نہیں ہے۔ ہمارے نظریے میں قرآنی نظریے میں اللہ کے نظریے میں ٹائم Infinite نہیں ہے۔ ٹائم مخلوق ہے۔ ٹائم Infinite نہیں ہے۔ خدا نے ٹائم اس لیے نہیں تخلیق کیا کہ وقت خدا کا مالک بن جائے۔ حدیث رسول ﷺ موجود ہے کہ "لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ وَاَنَا الدَّهْرُ" وقت کو برا مت کہو وقت میں ہوں۔ کیونکہ وقت میں نے Arrange کیا ہے ٹائم میں نے Arrange کیا ہے۔ جب لوگ یہ کہتے ہیں ناں آج کی گھڑی بڑی سخت ہے تو آپ گھڑی کو نہیں الزام دے رہے۔ جب کہتے ہو بڑا برا وقت ہے تو وقت کو برا نہیں کہہ رہے ہوتے۔ اصل میں وقت کا کسی اور کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے سوائے خدا کے۔ اسی لیے خدا کہتا ہے "لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ وَاَنَا الدَّهْرُ" میں زمانہ ہوں، میں تخلیق کار ہوں میں خدا ہوں میرا لفظی وقت ہے۔ مگر یہ وقت بڑی عجیب و غریب چیز ہے۔ اتنی عجیب داستان نہ پہلے کبھی سنی گئی نہ بعد میں سنی جائے گی۔ صرف قرآن سنا رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ زمان و مکاں کی جو تفصیل ایک چھوٹے سے واقعہ میں قرآن دے گیا ہے ایسی نہ کسی کے تصور میں آسکتی ہے نہ آئے گی۔ یہ صرف وہی بات کرسکتا ہے جو اس کا مالک ہے۔ اس نے عزیز سے کہا جب سو سال کے بعد اٹھایا، حضرت عزیز کو سو سال کے بعد خواب سے اٹھایا، پوچھا کتنی دیر رہے؟ کہا اے آقا و مولا ایک دن یا ایک رات چوبیس گھنٹے تھوڑا سا وقفہ۔ تو فرمایا اچھا یہ تیرا گمان ہے۔ خیال کیجئے گا کہ یہ وقت گمان ہے پیغمبر کا گمان ہے کہ آدھا دن یا آدھی رات ایک دن یا ایک رات یعنی 24 گھنٹے Maximum آپ کہہ لو اڑتالیس گھنٹے وہ سوئے رہے۔ یہ پیغمبر کا گمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا ذرا ادھر تو دیکھ۔ "**فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ**" ذرا کھانے کو دیکھ اس کو تو کسی نے چھوا ہی نہیں۔ مگر کس نے چھونا تھا؟ وقت نے چھونا تھا۔ زمانے نے چھونا تھا۔ زمانے نے اس پہ حاوی ہونا تھا۔ زمانے نے اس میں تخریب پیدا کرنی تھی۔ زمانے نے اس کے جراثوم کو ترقی دینی تھی۔ وقت میں کھانے نے خراب ہونا تھا ضائع ہونا تھا گلنا سڑنا تھا "**فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ**" ذرا دیکھ تو سہی کھانے کو "**لَمْ يَتَسَنَّهْ**" کھانے کو وقت نے چھوا بھی نہیں۔ اور کہا کہ ذرا اپنے گدھے کو دیکھ "**وَانْظُرْ اِلٰى**

جِمَارِکَ وَلِنَجْعَلَکَ آیَۃً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ إِلَی الْعِظَامِ کَیْفَ نُنْشِزُھَا ثُمَّ نَکْسُوھَا لَحْمًا"(البقرہ:259) ذرا اس کو دیکھو اور پروردگار کی نشانی کو سمجھو کہ خدا وہ ہے اللہ وہ ہے رب کائنات وہ ہے جو چاہے تو وقت نہ گزرنے چاہے تو وقت مختصر ہو جائے چاہے تو اپنی General Limit سے گزرے۔ حیران کن بات ہے کہ وقت کی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ اس میں سب سے بڑی عجیب بات یہ ہے کہ زمانے کی کوئی اوقات ہی نہیں رہتی۔ زمانہ خدا کا حکم رہ جاتا ہے۔ ارشاد الٰہی رہ جاتا ہے۔ جسے کہے گا اس پہ گزرے گا جسے کہے گا اس پہ سے نہیں گزرے گا جسے چاہے گا اسے ماؤف کر دے گا۔ تو زمانہ ایک ایسا سراب ہے جو حقیقت کی طرح ہمارے اردگرد پھیلا ہوا ہے۔ اگر اللہ نہ چاہے تو زمانہ کوئی شے نہیں ہے۔ اسی لیے اب ذرا الٹ کر دیکھئے کہ جب لوگ اس پر غور کر رہے ہیں۔ جب اس پہ نطشے غور کر رہا ہے جب اس پہ برگساں غور کر رہا ہے تو عجیب و غریب صورت حال ہے۔ وہ خدا کی تسلیم سے اُرے اُرے رہ جاتے ہیں۔ ایک کا کہنا ہے زمانہ میٹر یل کی شکل میں ہمیں Exhaust کر رہا ہے۔ خدا کو نہیں مانتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وقت ہماری صورتیں نکال رہا ہے۔ زمانہ ایک مقرر شدہ حد نہیں ہے۔ Infinite ہے۔ لامکاں ہے۔ چونکہ جب ہم سارے کے سارے صدیوں ارب ہا ارب سال سے گزر جائیں گے تو پھر ٹائم کے پاس Matter ختم ہو جائے گا۔ زمانے کی چیزیں ختم ہونے والی ہیں۔ میٹیل ختم ہو جائے گا۔ مادہ ختم ہو جاتا ہے۔ جب مادے کی صورتیں ختم ہو جائیں گی تو وہ اپنے آپ کو دہرائیں گی Recurrent cycle of materialism شروع ہو جائے گا۔ ہو سکتا ہے نطشے (Nietzsche) کے کانسیپٹ کے مطابق دو چار ارب گزرنے کے بعد ساری چیزیں Exhaust ہونے کے بعد آپ دوبارہ میرے اندازے کے مطابق تقریباً پندرہ ارب سال بعد اسی جگہ اسی شکل میں اسی طرح بیٹھے ہوں گے۔ میں بھی اسی طرح بیٹھا ہوں گا آپ بھی اسی طرح بیٹھے ہوں گے۔ Nietzschean concept بڑا حیران کن اور ذہین سا کانسیپٹ ہے۔ Recurrent cycle of life یہ ہے کہ زمانہ ٹائم اور سپیس میں اپنی صورتیں ختم کر رہا ہے حتیٰ کہ ساری صورتیں ختم ہو جائیں گی No chance left پھر دوبارہ

Repetitions شروع ہو جائیں گی۔ اور بڑی مدت کے بعد شاید پھر ہم اسی مقام پر موجود ہوں۔ جب میں نے یہ نظریہ پہلے پہل پڑھا تھا تو اس نے مجھے بہت Impress کیا تھا۔ میں نے سوچا چلو شئے کو ایک ٹچ لگا دوں۔ اس میں ایک جدت پیدا کر دوں۔ If I have to come back after billions or may be trillions of years to this earth this place this moment. تو اس پہ میں نے ایک نظم لکھی اس کے آخری دو مصرے آپ کو سنا دیتا ہوں جو Matter of interest ہے کہ

کوئی پائندہ نشاں کیوں نہ بنا جاؤں یہاں

یعنی اب سے گزرتے ہوئے، یہ نہیں مجھے پتہ کہ میں Repeat کر رہا ہوں، دوسری مرتبہ ہو کہ تیسری مرتبہ مگر میں نے مختصراً یہ کہا کہ

کوئی پائندہ نشاں کیوں نہ بنا جاؤں یہاں
تا کہ جب پھر کبھی آؤں تو میں پہچان سکوں

مجھے یاد تو آجائے ناں کہ میں پہلے ادھر آیا تھا۔ تو یہ ایک کانسپٹ ہے جو زمان و مکاں کی بحث میں زمانے کو خدائی تک لے جاتا ہے۔ زمانہ نہیں ختم ہو رہا۔ ہم ختم ہو رہے ہیں۔ Matter ختم ہو رہا ہے۔ Shpaes ختم ہو رہی ہیں۔ Shapes exhaust ہو رہی ہیں۔ اپنے آپ کو Repeat کر رہی ہیں۔ اُدھر برگساں کہتا کہ ہم ایک Stream of consciousness میں ہیں۔ ہم تو Exist ہی نہیں کرتے۔ ہم تو فلم کی مخلوق ہیں۔ ایسے ہی ہے جیسے پہلے کہیں فلم بن گئی ہو اور اب دہرائی جا رہی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ آپ میں سے کوئی آدمی اُٹھے اور زور سے کسی کو ایک چٹکی سی بھرے اور آپ اُف کریں تو کہے بھائی میاں تصویر بھی کبھی چیختی چلاتی ہے؟ آپ کو کیسے محسوس ہو گیا یہ درد؟ مگر فلاسفر ان باتوں سے آگے جاتے ہیں۔ رسل آپ کی جسمانی اور لوکل کیفیات کو بالکل Deny کر دیتا ہے۔ اگر آپ دیوار پر مکا مارو تو آپ Pain feel کرتے ہو مگر رسل کہتا ہے نہ وہاں دیوار ہے اور نہ یہاں مکا ہے۔ ان کا تو ٹکراؤ ہی نہیں ہوتا۔ اگر ٹکراؤ ہو جائے تو الیکٹرانز اور پروٹانز کا ایسا ری ایکشن شروع ہو جائے کہ ساری کائنات

تباہ ہو جائے۔ سو وہ تو مانتا ہی نہیں ہے۔ You never hit a wall ہاں! اگر درد آپ کو قائل کرتا ہے کہ میں نے مکا مارا تھا اور مجھے تکلیف بھی ہوئی۔ برگساں کے بارے میں اقبال کا ایک بڑا مشہور قول ہے۔ جب وہ اپاہج ہو گیا تو اقبال کہتے ہیں میں نے اسے یہ حدیث رسول ﷺ سنائی کہ "لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ وَاَنَا الدَّهْرُ" تو باوجود اپاہج ہونے کے وہ اس زور سے اچھلا کہ کرسی سے نیچے آ گرا اور کہنے لگا I swear your Prophet was Prophet. کہ یہ بات تو کسی کے ذہن میں آ ہی نہیں سکتی۔ وہ اچھلا اور کہنے لگا میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ کلمہ نہیں پڑھا اس نے صرف تسلیم کیا کہ کوئی اور شخص یہ بات نہیں کہہ سکتا تھا۔ یہ تصور ہی محال ہے۔ کوئی اور شخص یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ خدا یہ کہتا ہو کہ میں زمانہ ہوں میں وقت ہوں وقت کو برا نہ کہو۔ اس کے بعد ہم بہت سارے ایسے دانشوروں کو دیکھتے ہیں جن کو خلاصۃ اللہ نے قرآن میں ایک جملے میں ارشاد فرمایا' کمال کی بات ہے رب کائنات آپ کے سارے کنفیوژن کو کس طرح سمیٹتا ہے' کہ قرآن میں ایک جملے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سمجھتے ہیں کہ زمانہ ہمیں زندہ رکھتا ہے اور زمانہ ہمیں مارتا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ نے فرمایا کہ یہ سب یہ دانشوران مشرق و مغرب اپنی ذہانتوں کے معیار کو بلند ترین سطح پر لا کے فیصلہ سناتے ہیں کہ وقت ہمیں زندہ رکھتا ہے اور وقت ہمیں مارتا ہے بھلا مرنے کے بعد بھی بوسیدہ ہڈیوں میں جان پڑے گی؟ خدا فرماتا ہے ان سے نہ الجھو۔ ان کو کچھ نہ کہو۔ ان کا علم ہی اتنا ہے۔ یہ بڑے کمال کی سٹیٹمنٹ ہے جو اللہ نے دی۔ اللہ نے انہیں عذاب سے نہیں ڈرایا۔ انہیں گستاخ نہیں کہا۔ ان کے دماغ کی خرابی نہیں بتائی۔ بڑے سیانے کہا' بڑے دانشور کہا مگر عجیب و غریب بات ارشاد فرمائی کہ ان کا علم ہی اتنا ہے۔ Even the best of scholastic knowledge in any subject or any great man who is worshiped as one of the best talent in the world. خدا ان کے بارے میں فرماتا ہے ان کو الزام نہ دو۔ ان کا علم ہی اتنا ہے۔ پتہ نہیں وہ آپ کتنے علم والا ہو گا؟ اس کی ایک مثال رسول ﷺ نے دی ہے کہ اگر جملہ انسان اپنے تمام علوم و معرفت کو جمع کر لیں تو خدا کے سامنے اس کی مثال ایسی

ہے جیسے تم سمندر میں ایک انگلی ڈبوؤ اور جو ذرا برابر پانی تمہاری انگلی پہ لگ جائے بس تمہارا علم اتنا ہی ہے۔ اسی پہ اکتفا کرو۔

آگے چلیں ایک عجیب و غریب بات جس کا تعلق اُس وقت سے ہے جب کائنات کو Built کیا جا رہا تھا۔ میں زیادہ Difficult language میں نہیں جانا چاہتا اس لیے کہ وہ پیچیدہ فزکس کی باتیں ہیں مگر اتنا بتا دوں کہ اس وقت (بگ بینگ) کے صرف ٹمپریچر سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا۔ آپ تو سوچتے ہوں گے کہ جہنم کا کیا ٹمپریچر ہوگا۔ اُس وقت کے ٹمپریچر کے مقابلے میں بہت کم ہے، بہت ہی کم ہے۔ بگ بینگ کے وقت جو ٹمپریچر تھا اس کو سن کے حواس گم ہو جاتے ہیں۔ دس کے سامنے اگر آپ 43 زیرو (Zero) لگا دیں۔ 10 کے ساتھ اگر آپ 43 Zeroes لگا دیں تو اس وقت اتنے فارن ہائیٹ میں ٹمپریچر تھا۔ (10^{-43} سیکنڈ پر ٹمپریچر ایک Nonollion سے زیادہ تھا) یہاں پہ کئی Mathematicians بیٹھیں ہیں وہ ایسی کوشش کر لیں تو ان کو روا ہے میرے تو حساب میں ..... میں تو ویسے بھی حساب میں کمزور ہوں اور ارب کھرب تک گن کر میں چُپ کر جاتا ہوں۔ مگر Zero hour پر ٹائم کے آغاز کے وقت (بگ بینگ کے وقت) جو کائنات کا ٹمپریچر تھا 10 سے آگے آپ 43 زیروز لگا دیں تو اتنا Unimaginable temperature ہمیں اور کسی سمت نظر ہی نہیں آتا۔ کتنا ہو گا؟ میرا خیال ہے جنت ہی ہوگی۔ دیکھو اس اتنے بڑے ٹمپریچر میں آپ ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں گم ہو جاتے ہو۔ ایسی موت تو سب کو اچھی لگے گی۔ میرا خیال یہ کہتا ہے کہ جہنم سے بہتر ہے کہ ہم لوگ بگ بینگ کے وقت کی آرزو کیا کریں۔ صرف ایک سیکنڈ کے بعد اس سارے ٹمپریچر کے ایک سیکنڈ کے بعد گھنٹے نہیں سال نہیں ایک سیکنڈ کے بعد جو ٹمپریچر Built ہوا ہے اس کو 10 سے 37 سے ضرب دے دیں۔ ویسے سائنس نے یہ اعداد و شمار گنے ہوئے ہیں اور میرا خیال ہے جب آپ موبائل کھولیں گے اور بلین اور ٹریلین سے آگے جائیں گے تو آپ کو نظر آ جائے گا کہ 13.7 بلین پہلے کا ٹمپریچر کیا تھا پھر اس کے بعد وہ ٹمپریچر بتدریج گرتا گرتا ہم لوگوں تک پہنچا ہے۔ اس کی جو تختی ہے آج کل کے لڑکوں لڑکیوں کو آتی ہوگی۔ ہمارے لیے جو پچھلی نسل کے لوگ

ہیں یہ گنتی گننا بہت مشکل ہے۔ اس کو Nonollion کہتے ہیں۔ اب یہ درجہ حرارت وہ ہے
جہاں 10 سیکنڈ سے آپ 43 صفروں کے ساتھ آگے جاتے ہیں تو آپ کو الیکٹران اور پازیٹران
نظر آتے ہیں اور کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ اتنی بڑی آگ میں کسی وجود کا ہونا Impossible ہے۔
اب دیکھیں کہ اوپر والا کیا کہتا ہے؟ کیونکہ ادھر سے تو نظر آنا مشکل ہے نیچے سے کسی بھی
سائنسدان کی مدد سے ہم کتنا بھی آگے بڑھ جائیں No body knows a single
thing بہت پرانی کہانیاں تو آپ نے سنی ہوں گی' اپسراؤں کی' دیوی دیوتاؤں کی' پچ پوچھو تو ہم
جوں جوں پیچھے جاتے ہیں سائنس بھی وہاں قصے کہانیاں ہی بناتی نظر آتی ہے۔ عجیب وغریب
تصور پالے ہوئے ہیں۔ سائنس اور مذہب میں ایک بڑا فرق آج آپ کو بتادوں۔ آج جتنا آپ
سائنس کو حقیقت سمجھتے ہیں جب آپ کائنات کی تحقیق کو جاتے ہیں تو مذہب Hundred
percent sure ہوتا ہے اور سائنس بالکل Unsure ہوتی ہے۔ آپ کی اطلاع کے لیے
یہ ایک لطیفہ ہے کہ جب ہم بہت پیچھے جاتے ہیں وہی سائنس جو آج دعوے میں ہے کہ میرے بغیر
کوئی حقیقت نہیں جانتا۔ اور ہم تسلیم کر لیتے ہیں کیونکہ ہمارے پاس اور مذہبی آپشنز نہیں ہوتے۔
یہی سائنس جب ابتدائے کائنات کو جاتی ہے تو اتنے مفروضے پیش کرتی ہے کہ بندہ تنگ آکر کہتا
ہے یار! سائنسدان کو کچھ پتہ بھی ہے کہ نہیں؟ پانچ چھ تھیوریز صرف ضمناً آپ کی تسلی خاطر کے لئے
آپ کو سنادوں تو آپ کہیں گے یہ سائنس ہے کہ افسانہ ہے۔ اور وہاں مذہب ایک صداقت ایک
امانت اور ایک حقیقت کی طرح کھڑا ہے جو لمحے لمحے کی خبر دیتا ہے۔ وہاں آپ کو پتہ ہے قرآن کی
Tone یہ ہے کہ ہم نے کیا کیا! ہم نے کیا بنایا! ہم نے کیا سنوارا! ہم نے کیا چیز اتاری! ہم نے
کس کام میں کیا کیا جدتیں کیں بدیع السموات نے کیا کیا بدعتیں کیں! یہ ساری چیزیں آپ کو اس
طرف سے بڑی واضح نظر آتی ہیں جو بدقسمتی سے سائنس کی طرف سے بالکل کنفیوزڈ ہیں۔ سب
سے بڑا Chaos جو سائنس کو پیش آتا ہے جب وہ کائنات میں گھستی ہے اور پھر سارے کے
سارے فارمولے دہرائے جاتے ہیں۔ ریویژن پہ ریویژن آرہی ہے۔ ابھی گریویٹی کی ریویژن
آرہی ہے۔ کوانٹم کی ریویژنز آرہی ہیں۔ Relativity کی ریویژنز آرہی ہیں۔ کوئی بات حتمی

نہیں یقینی نہیں ۔ تلاش صداقت میں تمام سائنسدان کوشش ضرور کر رہے ہیں May be some day they reach میں آپ کو اپنی طرف سے ایک بات بتاتا ہوں۔ میرا یہ حتمی یقین ہے کہ جب سائنسدان Quranic Statement کے قریب پہنچ جائیں تحقیق ختم ہو جاتی ہے۔ جب وہ اللہ کی دی ہوئی انفارمیشن کے قریب پہنچ جائیں تو سائنسز وہاں ختم ہو جاتی ہیں۔ اگر اللہ نے یہ کہا "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ" {الأنبياء:30} ہم نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا تو سائنس کوشش کر کے جب یہ سٹیٹمنٹ پالے گی کہ حیات پانی سے پیدا ہوئی ہے تو سائنس ختم ہو جائے گی ۔ جب قرآن تک پوری سائنسز پہنچ جائیں گی۔ No further improvement would be possible in any scientific research. مگر نہ سائنس قرآن تک پہنچی ہے نہ ہمارا زمانہ اس زمانے تک پہنچا ہے جس کی قرآن خبر دے کر اسے ختم کر چکا ہے۔ آپ نے قرآن کی وہ آیت سنی جس میں خدا کہتا ہے " أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ "{الملک:14} کتنے سادہ ہوا ے لوگو! کتنے معصوم ہو تم! کتنے سادہ! تمہارا خیال یہ ہے کہ کیمرج اور آکسفورڈ اور ہاورڈ میں جو تجلیات علمیہ جاری ہیں جن سے مسحور ہو کے تم آتے ہو میں انہیں جانتا نہیں ہوں؟ تمہارا یہ خیال ہے کہ میرے بھی علم کے دروازے کسی صدی تک تھے؟ اور میں کیا پچھلے زمانوں کا خدا ہوں؟ تو بڑی مختصری آیت میں اس نے اپنی جملہ صلاحیتیں آپ پہ واضح کر دیں " أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ "{الملک:14} عجیب بات ہے یار! تم سمجھتے ہو کہ خدا کو ان لوگوں کا پتہ نہیں ہے ان تخلیقات کا پتہ نہیں ہے ان علوم کا پتہ نہیں ہے کہ جو لوگ آج بیان کر رہے ہیں، جو کل بیان کریں گے جو Intellectual اور Semi intellectual آپ نظریات قائم کر رہے ہو۔ دانشوری کے یہ اعلیٰ ترین معیار، تقاضے جو ہیں جو مختلف اعلیٰ ترین درسگاہوں اور ادب گاہوں میں پڑھائے جاتے ہیں یہ سب خدا کے ویژن میں بہت معمولی کاوشوں کی طرح محسوس ہوتے ہیں۔ جب آپ اللہ کی جماعت کو الیفائی کرنا چاہتے ہو تو آپ کا تصیر بھی Different ہونا چاہیے اور اس تصیر تک فی الحال کسی بھی ایسی یونیورسٹی کا سکالر نہیں پہنچا۔ جب ہم خدا کی طرف سے دیکھ رہے ہوتے ہیں تو تمام Scientific and

political تھیسز ہمیں مفروضے لگتے ہیں۔ تھوڑے تھوڑے عرصے کے لیے وہ کارگر ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ان کی مخالفت آ جاتی ہے' تردید آ جاتی ہے یا وہ Zero level of understanding پہ پہنچ جاتے ہیں جیسے مارکسزم ہے سوشلزم ہے۔اسی طرح سائنسی نظریات میں جیسے کوانٹم ہے ریلیٹیویٹی ہے۔مختصراً یہ کہ سائنسی اور غیر سائنسی تمام حقائق جو ہیں مفروضوں میں بدل جاتے ہیں۔

خواتین وحضرات ! آغاز کائنات کے بارے میں پروردگار ایک بڑی خوبصورت سٹیٹمنٹ دیتے ہیں۔اصل میں وہ اتنا بڑا ہے' میں تو کہتا ہوں اللہ اکبر کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ بہت بڑا ہے بلکہ اللہ اکبر کا یہ مطلب ہے کہ صرف اللہ ہی بڑا ہے۔باقی Everything is small میرے خیال کے مطابق وہ Distance cover ہو ہی نہیں سکتا جس سے ہم اس کو بڑا کہیں۔ہمیں اسے بڑا سمجھنے کے لیے کوئی نہ کوئی پیمانہ گھڑنا پڑے گا مگر ہمارے پاس ایسا کوئی پیمانہ نہیں۔سو میں سمجھتا ہوں کہ بس اللہ ہی بڑا ہے باقی کوئی بڑائی موجود ہی نہیں ہے۔کسی قسم کی کوئی بڑائی وجود ہی نہیں رکھتی۔اب دیکھوناں جیسے کائنات کی تخلیق کا بیان ہے۔وہ جہاں ہاکنز ترسا ہوا ہے آئن سٹائن ترسا ہوا ہے جہاں بڑے بڑے دانشور سمٹے ہوئے ہیں اور گیس ورک لگا رہے ہیں۔لگتا ہے اسے پرواہ ہی نہیں ہے۔وہ تو بڑی سادہ سی سٹیٹمنٹ دے رہا ہے "أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا" How dare you to deny me? میرا انکار تم کرو گے؟ اے چھوٹے سے مختصر سے انسان اور تمہاری بھی تو Brain quantity محدود ہے۔ 1400cc ہو گی۔1600cc ہو گی۔ 2000cc ہو گی۔تم میرا انکار کرو گے؟" أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا" یہ کائنات ایک وجود تھی پھر ہم نے اسے پھاڑ کے جدا کر دیا۔یہ کائنات شروع میں ایک وجود تھی۔اب یہ غور کیجئے جب سے کائنات کے بارے میں تھیسز آنے شروع ہوئے تو بگ بینگ کا تھیسز زیادہ پاپولر ہونا شروع ہوا حتیٰ کہ اب یہ متفق علیہ تھیسز ہے۔یہ تھیسز قرآن کے قریب تر ہے۔قرآن کہتا ہے کہ شروع میں زمین وآسمان' ساری زمینیں سارے آسمان ایک وجود تھے So all sciences have reached on

this fact that in the beginning haven and the earth were one mass. ایک بڑا وجود جہاں سے بگ بینگ ہوا۔ ایک وجود جو پھٹا۔ یہاں میں آپ کو ایک بڑی خوبصورت سی وضاحت دینا چاہتا ہوں۔ ماشاء اللہ میرے ساتھ معتبر سے عالمِ دین موجود ہیں۔ "رتق" اور "فتق" دھاگے پہ استعمال ہوتا ہے' لپیٹنے پہ اور کھولنے پہ استعمال ہوتا ہے۔ اگر آپ Grammatically دیکھیں تو "رتق" اور "فتق" دھاگے پہ استعمال ہوتا ہے۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ Latest تھیوری جو کاسموس پہ آئی ہے جسے String theory کہتے ہیں۔ سائنس دانوں نے جب ایٹم کو توڑا تو Sub-atom پہ پہنچ گئے' الیکٹرانز نیوٹرانز پہ' اس کو بھی توڑ دیا۔ Hesons & Mesons پہ پہنچ گئے۔ اس کو بھی توڑ دیا۔ ایٹم کو توڑتے توڑتے وہ ایسی جگہ پہنچ گئے کہ انہوں نے کہا نیچے تو ہے ہی کچھ نہیں' کوئی ذرہ ہی موجود نہیں۔ تو بھی کیا موجود ہے؟ دھاگے۔ موجود کیا ہے؟ دھاگے۔ یعنی ایسے نظر آتا ہے جیسے کچھ چیزیں لرزش میں ہیں' لرزتے ہوئے دھاگے۔ ذرا غور کیجئے یہ میں حتمی بات نہیں کر رہا مگر میں حیران ہوں کہ قرآن حکیم کہتا ہے کہ ہم نے ان کو دھاگوں کی صورت میں پھیلا دیا۔ یہ دھاگے بڑی ترتیب میں ہیں کہ پہلے میں نے سمیٹا پھر ان کو فتق میں ڈالا اور وہ دھاگوں کی صورت میں بکھرتے چلے گئے۔ سائنسدان حیران ہیں کہ جب اتنی باریکیوں تک نظر پہنچی تو پتہ چلا وہاں تو کسی ذرے کا وجود ہی نہیں ہے' دھاگے ہیں' جیسے دھاگے۔ اس کو String کہتے ہیں۔ آپ سٹرنگ کے لفظ سے سمجھ سکتے ہو کہ یہ دھاگے سے ہیں جو لرزتے ہیں۔ ایسے لگتا ہے کسی صوتی اثر سے لرز رہے ہیں۔ یہ بڑی عجیب سی بات ہے۔ اس سے مجھے یہ خیال آیا کہ کُنْ فَيَكُونُ (کی بازگشت) ابھی تک جاری ہے۔ اس آواز کی لرزش ابھی تک کائنات میں جاری ہے **"وَإِذَا قَضَى أَمْراً فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ "{البقرہ:117}** جب ہم نے اس امر کا ارادہ کر لیا تو ہم نے کہا کہ ہو جا۔ وہ جو آواز پروردگار تھی...... دیکھیں ناں خدا لازوال ہے تو اس کی آواز بھی لازوال ہوگی۔ اگر خدا کسی بھی حساب میں نہیں آرہا تو اس کی آواز رک کیسے سکتی ہے؟ وہ خود سمیٹے گا تو آواز رکے گی۔ ابھی تک اس نے سمیٹنے کا حکم تو نہیں دیا۔ تو وہ آواز ابھی تک کائنات کے ذرے ذرے میں لرز رہی ہے۔

اقبال نے کہا تھا

یہ کائنات ابھی نا تمام ہے شاید

شاید اس نے اپنے قلندرانہ جذب کے ذریعے یہ حقیقت پائی تھی کہ

یہ کائنات ابھی نا تمام ہے شاید
کہ آ رہی ہے دمادم صدائے کن فیکون

کہ ابھی تک اس کائنات میں صدائے کن فیکون آ رہی ہے۔ ایک شاعر نے تو کمال ہی کر دیا۔ یاد ہے پچھلے دنوں میں آپ سے کہا کرتا تھا کہ مجھے یقین نہیں ہے کہ میں ہوں، مجھے یہ یقین ہے کہ خدا ہے۔ حالانکہ بڑا مزیدار سا فلمی گانا بھی تھا ایک کہ

میں خیال ہوں کسی اور کا مجھے سوچتا کوئی اور ہے

یہ فلمی گانا بھی تھا وہ مصرع بھی اچھا تھا۔ مگر یہاں یہ پورا خیال ایک نرالے حساب سے آیا ہے کہ موصوف فرماتے ہیں کہ ہم تو وجود ہی نہیں رکھتے۔ ہم تو کسی کمپیوٹر پہ چڑھی ہوئی گیم کی طرح ہیں۔ یہ کوئی عام بندہ نہیں کہہ رہا، کوئی کھلنڈرا بچہ نہیں کہہ رہا۔ یہ ایک بہت بڑا بہت معتبر کاسموس کا سائنسدان کہہ رہا ہے کہ لگتا ہے ہم کسی کمپیوٹر گیم میں شامل ہیں، Master ہمیں کھیل رہا ہے۔ شاید آپ کو یاد ہوگا کہ تھامس ہارڈی ایک اداس قسم کا مصنف تھا، Depressing type جب اسے انسان کی کوئی اور غرض و غایت نہ نظر آئی تو بالآخر اس نے اس قسم کی سٹیٹمنٹ دی۔ وہ رجائیت سے بالکل خالی تھا۔ اس کو تو انسان کے مقدر میں کوئی اچھی چیز نظر ہی نہیں آتی تھی۔ اس نے کہا کہ We are like flies in the hands of God وہ جب چاہتا ہے ہمیں مسل دیتا ہے، مار دیتا ہے۔ حالانکہ سچ پوچھو مکھی مارنا بڑا مشکل ہوتا ہے، کم از کم ہاتھی مارنا آسان ہے مکھی مارنا مشکل ہوتا ہے۔ مگر بھئی اداسیت کا ایک پہلو یہ ہے کہ ہم جب اپنی زندگیوں کے تواتر میں خود کو خوشیوں سے محروم دیکھتے ہیں اور ہم میں اعتقاد کی خوشی بھی نہیں ہوتی، ایمان کی رجائیت بھی نہیں ہوتی تو پھر ہم یقیناً ایسے ہی تصور پالتے ہیں جیسے تھامس ہارڈی نے پالے ہوئے تھے۔ ''ہم خدا کے ہاتھ میں مکھیوں کی طرح ہیں جیسے چاہے کھیلتا ہے پھر قتل دیتا ہے''۔ اسی صورت میں یہ

Matrix theory of universe ہمارے سامنے ایک بالکل نیا نقشہ پیش کر رہی ہے۔ اور وہ نقشہ مختصراً یہ ہے کہ ہم کسی کمپیوٹر گیم کے کردار ہیں' اگر ہم خیال کریں تو ہم زندہ نہیں ہیں ہم نہیں ہیں۔ We are like games مگر مزے کی بات یہ ہے کہ ہم اس گیم میں اپنے آپ کو زندہ سمجھتے ہیں۔ ہے ناں حیران کن سی بات؟ ہم سمجھ رہے ہیں ہم فعال ہیں زندہ ہیں سوچتے ہیں خیال کرتے ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ ہم کسی بہت بڑے کمپیوٹر پر چڑھی ہوئی Simulation کی گیم ہیں اور ہم اس میں سے گزارے جا رہے ہیں۔ ہم ایک پریکٹیکل وجود نہیں ہیں۔ ہم مفروضے ہیں۔ ہم فرضی زندگیاں گزار رہے ہیں۔ اگر ذرا سا غور کرو تو ٹائم کے حوالے سے سینمیاتی میکنزم (Cinematographical mechanism) کے عنوان سے جو برگساں نے نظریہ تھا وہ بھی اسی قسم کا تھا جیسے ہم فلم سے گزارے جا رہے ہیں۔ ابھی چونکہ کمپیوٹر زیادہ Sophistication آ گئی ہے اس لیے فرض کیا جاتا ہے کہ ہم ایک کمپیوٹر کی Form میں ایک ڈسک پہ چڑھی ہوئی مخلوق ہیں جو گزر رہے ہیں۔ ایک اور بڑا خوبصورت خیال ہے۔ ہر ایک خیال خوبصورت ہی لگتا ہے۔ بہرحال ہم میں سے کسی نے سوچا ہوتا ہے اور ہم اس کی عزت اس لیے کرتے ہیں کہ یہ سوچنے پہ مائل تھا اس نے سوچا اور اس نے ہمیں ایک نیا خیال دے دیا۔ اسی طرح کے مفکروں میں پال سٹین ہارٹ پرنسٹن یونیورسٹی کے سپیشلسٹ ہیں اور نیل تھیورا کیمبرج یونیورسٹی میں سپیشلسٹ ہیں۔ انہوں نے بھی ایک عجیب وغریب تھیسز بخشا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ بگ بینگ دراصل تہہ در تہہ موجود کائناتوں کا ایک عظیم تصادم ہے جس سے نئی کائناتیں وجود پاتی ہیں۔ اس تھیسز کو بھی سمجھنے میں ہمیں ایک دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ یہ جو فرما رہے ہیں کہ تہہ در تہہ کائناتوں کا ایک عظیم تصادم ہے پھر اس تصادم سے نئی کائناتیں وجود پا رہی ہیں' یہ خیال نوٹلی چھوڑنے والا نہیں ہے۔ جب میں اللہ کی طرف سے اس موضوع کی طرف آؤں گا تو اس میں بھی اس خیال کی جھلک ملے گی۔ مگر اس خیال میں سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ پہلے سے کچھ کائناتیں موجود ہیں۔ سائنسدان ان کائناتوں کی وضاحت نہیں کر رہا' کچھ کائناتوں کی موجودگی کی نشاندہی کر رہا ہے پھر ان کائناتوں کے اس تصادم کی نشاندہی کر رہا ہے پھر ان کائناتوں کے

تصادم سے نئی ظہور پذیر کائناتوں کی بات کر رہا ہے۔ اب ابتدائی کائناتوں کے بارے میں یہ تھیسز آگے جا کے رک جاتا ہے کہ ان سے آگے کیا تھا؟ میں زیادہ تفصیل میں اس لیے نہیں جاتا کہ These are so very highly technical things. کہ ان کو مزید Explain کرنا آپ کی سماعت پہ ثقل ہوگا مگر میں ایک سوال ضرور آپ سے پوچھنا چاہوں گا جو آپ خود اپنے آپ سے پوچھنا چاہیں گے کہ کیا ان سوالوں سے ہمیں اپنے بارے میں جواب ملتا ہے؟ کیا ہمیں یہ خیال آتا ہے کہ یہ سارا Theoretical impression جو ہے بالآخر ہمارے وجود کے مسئلے کو Solve کرتا ہے؟ ہم کیوں ہیں ادھر؟ کیا ہم کسی بہت بڑے فٹ بال میچ کے تماشائی ہیں جو صرف دیکھنے کے لیے ہیں کہ ہمارے اردگرد کیا کھیل ہو رہا ہے؟ And if it is so ہمارے پاس تو اتنا ہی ٹائم ہے ایک آدھ گھنٹے کا ہم میں کائنات کا زمین و آسمان کا ویژن ہوا اور ہم اپنی مجبوریوں کو سمیٹتے ہوئے اس منظر سے نکل جاتے ہیں۔ The main problem with us is کہ مجھے بتایئے میرے بغیر یہ کائنات کیا معنی رکھتی ہے؟ جس جانور کا دماغ خوراک کے قابل ہے جو صرف ایک ٹریننگ کے قابل ہے۔ زمین پر کون مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ جس کے بارے میں میں یہ کہوں کہ وہ کائنات پہ غور کرے؟ انسان کی طرح آج تک کسی گائے بھینس کو سوچتے اور غور کرتے نہیں دیکھا گیا۔ اگر وہ منہ اوپر اٹھا کر کائنات کو دیکھنا چاہیں تو بھی انہیں کیا تصور آتا ہوگا؟ کیا وہ میری طرح اس سوچ میں پڑیں گے کہ میں کون ہوں خدا کون ہے؟ ہے بھی کہ نہیں؟ کائناتیں کیا ہیں؟ میں اتنی وسعتوں میں کیا کرتا پھرتا ہوں؟ میرے سامنے کوئی رستہ نہیں کوئی جگہ نہیں۔ میں تو اپنی روٹین کا قیدی ہوں۔ پیدا ہوا پلا بڑھا پھر جا کے زیر خاک ہو گیا۔ یہ نہیں سوچا گیا کہ نہیں پھر میری ہڈیوں میں جیسے اللہ نے کہا دوبارہ جان پڑے گی۔ دوبارہ اٹھایا جاؤں گا مجھے پرکھا جائے گا جانچا جائے گا۔ پھر فیل ہو جاؤں گا یا پاس ہو جاؤں گا۔ بل طشتر نے جب خواب دیکھا اور اس نے ساری مملکت میں اعلان کروا دیا کہ جو میرا خواب مجھے بتائے گا اور اس کی تعبیر مجھے بتائے گا میں اس کو پیغمبر مان لوں گا۔ بڑے لوگ آئے۔ انہوں نے کہا یار! ادھر تک تو سیدھا تھا کہ تعبیر تجھے بتائے مگر یہ خواب کون بتائے گا That's

بہت سارے چھوٹے انبیا ایک طرف ہو گئے۔ وہاں حضرت دانیال بھی تھے۔impossible
حضرت دانیال بنواسرائیل کی ایک نوٹی پھوٹی قوم قید قوم عذاب یافتہ قوم کی رہائی کے لیے اللہ سے دعائیں مانگ رہے تھے۔ وہ بھی اسی جگہ کے قیدی تھے۔ جب بل طشتر کو کہیں سے جواب نہ ملا تو آخر اس کے وزیر نے کہا کہ بنواسرائیل میں بھی ایک شخص ہے جو نبوت کا دعوے دار ہے اگر اس کو بلایا جائے اور اس سے تعبیر پوچھی جائے تو کیسا ہے؟ تو بادشاہ نے حضرت دانیال کو بلوا لیا۔
حضرت دانیال پریشان گھبرائے روئے پیٹے کہ اے مالک و کریم مجھے کیا پتہ اس نے کیا دیکھا ہے؟ میں کہاں سے بتاؤں گا کہ اس کا خواب کیا ہے؟ بالآخر جبرائیل امین تشریف لائے۔ انہوں نے کہا کہا اے بندۂ خدا صبر کر تجھے بتایا جائے گا۔ تو خواب کیا بتایا منسی منی تقیل کہ ایک گزرتی ہوئی انگلی نے دیوار پہ لکھا منسی منسی تقیل تو دیکھا گیا پرکھا گیا ناکام ہوا۔ حضرت دانیال کو حاضر کیا گیا۔ انہوں نے کہا اے بادشاہ تو نے یہ خواب دیکھا اور اس کی تعبیر یہ ہے کہ تجھے حکومت بخشی گئی انصاف کے لیے حکمرانی کے لیے صلاحیت بخشی گئی' تو نے اسے غلط استعمال کیا' تو ناکام ہوا تجھ پہ ذلت کے کچھ سال ہیں' کچھ گردش کے سال ہیں جو تجھ پہ مسلط کیے جائیں گے۔ بادشاہ تو اس وقت بھی موجود ہیں اور یہ امت مسلمہ بھی موجود ہے۔ ان میں سوچنے والے بھی موجود ہیں۔ بہت صدیوں سے مسلمانوں نے کبھی اعلیٰ فکر کو ہاتھ ہی نہیں رکھا' ہماری مجبوریاں تھیں کہ ہم نے اپنے آپ کو بہت لوئر لیول پہ مستحکم کر لیا۔ دروازوں اور دریچوں میں قید ہو گئے۔ ہم نے اپنے اردگرد اپنے ہی تفکر کے خلا بنا لیے تھے۔ ہم میں سے آج تک کوئی کا سمالوجسٹ ہی نہیں اٹھا As compare to the all other nations. حالانکہ اگر صرف قرآن کی بناء پر آپ کا سمالوجی آگے بڑھاتے' صرف لفظی ترجمہ، قرآن پر اگر آگے بڑھاتے تو یقین جانیے آپ دنیا کے تمام بڑے سے بڑے کاسمالوجسٹ سے آگے ہوتے۔ اگر آج سے پندرہ سو برس پہلے آپ صرف قرآنی آیات کے لفظی ترجمے پہ قائم رہتے " **وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ** " **{الذاریات:47}** ہم نے آسمانوں کو اپنے دستِ قوت سے بنایا ہم انہیں وسیع تر کر رہے ہیں۔
اگر صرف اس یقین پہ قائم رہتے کہ کائنات اور آسمان وسیع تر ہوتے ہیں تو یقین جانو بیچارے آئن

سٹائن کو $E=MC^2$ کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ آخر اس نے بھی بے تحاشا محنت کرنے کے بعد یہی نتیجہ نکالا ہے نا کہ The universe is expending اسی وجہ سے اس کا نام ہوا۔ اسی وجہ سے اس کی عزت ہوئی۔ وہ تو آپ کے مسجد میں بیٹھے ہوئے ایک چھوٹے سے مولوی کو بھی پتہ تھا۔ جب بھی وہ قرآن پڑھتا ہوگا تو اس کو یہ آیت نظر آتی ہوگی۔ اس سے اگر پوچھا جاتا کہ بھئی یہ قرآن کیا کہتا ہے کائنات کے بارے میں؟ تو وہ کہہ سکتا تھا" **وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ** "{الذاریات :47} کہ ہم نے آسمان کو اپنے زور بازو سے بنایا اور یہ وسیع تر ہو رہے ہیں۔ لوگ لڑتے جھگڑتے کوئی کہتا پہاڑ کیا کر رہے ہیں؟ پہاڑ تو وہ ہیں کہ زمین جنبد نہ جنبد گل محمد۔ کہ انھوں نے تو اپنی جگہ سے ہلنا بھی نہیں ہے۔ اور اگر آپ قرآن پڑھنے والے ہوتے اور لفظی ترجمہ کرتے تو قرآن کہتا ہے تم گمان رکھتے ہو کہ پہاڑ کھڑے ہیں؟ نہیں" **وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ** {" النمل:88} یہ تو سرمئی بادلوں کی طرح اڑ رہے ہیں۔ یہ تو چل رہے ہیں۔ اب بتاؤ چلو کوئی تھوڑی سی مخالفت ہوتی پھر کوئی عصر حاضر آ جاتا' پتہ چلتا کہ یہ بھی زمین کی رفتار کے ساتھ ساتھ زمین کی طرح ہی اڑتے چلے جا رہے ہیں۔ اگر پہاڑ رک جائیں تو زمین کی سطح سے علیحدہ ہو جائیں اور ذرہ ذرہ ہو کر کائنات میں بکھر جائیں۔ اگر ہم خدا کی باتیں مانتے اور اس وقت یہ تسلیم کر لیتے' اگر ہم قرآن کے مبیح کو زندہ رکھتے' اس کے ترجمے پہ یقین رکھتے اور یہ سمجھتے تو ہمارا وہ مسئلہ بھی حل ہو جاتا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ یونانی فلسفے کے اثر سے Roman philosophy کے اثر سے Age of Skepticism کی وجہ سے ہم نے قرآن کی وہ تاویلیں دینی شروع کر دیں کہ جو ہم نے خود سوچا۔ اور اس میں چھوٹے نام نہیں آتے' معاف کرنا اس میں بڑے بڑے نام آتے ہیں۔ اس میں رازی آتا ہے۔ اس میں سینا آتا ہے۔ آلوسی زادہ آتا ہے۔ اس میں تو بڑے بڑے نام آتے ہیں۔ وہ نام سن کر ہم شرمندہ ہوتے ہیں جنہوں نے قرآن کو اتنی بڑی Diversion دے دی کہ Simple Quran was perfect in the language. اتنا پرفیکٹ تھا کہ آج سائنسدان اس سے گریز ہی نہیں کر سکتے۔ سائنسدان بالکل وہ لفظ استعمال کر رہا ہے کہ جو خدا نے استعمال کئے ہیں۔ وہ شاعری نہیں

کرتا۔ میں آپ کو حیران کن واقعہ بتاتا ہوں کہ ایک دفعہ امریکہ میں ایک پروفیسر صاحب جو کہ کوانٹم اور Relativity کے ہیڈ تھے۔ جب ملنے آئے تو انہوں نے کہا کہ How can we get closer to the God? میں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ میرے ذہن میں یہ آتا ہے کہ ہر انسان اپنی فریکوئنسی بدلتا ہے اور ایک فریکوئنسی آتی ہے..... ہم تو شاعرانہ سے لوگ ہیں تو میں نے اس سے کہا کہ وہ ایک مشہور شعر ہے کہ

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ دوست
جب ذرا نظریں جھکائیں دیکھ لی

مگر مجھے جو ایک بجتر بات سمجھ آتی ہے کہ جہاں بہت ساری Frequencies exist کرتی ہیں آپ کی دعا اور طلب کی ایک فریکوئنسی ایسی ہے جو آپ کو ایسے کوریڈور میں لے جاتی ہے جہاں خدا سامنے ہوتا ہے۔ تو پتہ ہے مجھے کیا کہتا ہے؟ No corridor. we don't believe in corridors, we believe in stairs. We وہ کہتا ہے believe in stairs مجھے عجیب سا لفظ لگا۔ میں نے کہا یار لفظ Stairs ٹھیک نہیں۔ میرے ذہن میں Stairs کا مطلب یہ آیا وہ جو اوپر چڑھنے والی بھاگ کے چھلانگیں لگا کے چڑھنے والی سیڑھیاں ہوتی ہیں۔ کہنے لگا No no, we scientists believe there are stairs there are ways through which you can easily approach even to the highest point of the universe. وہ سیڑھیوں پہ مشتمل ہے وہ کوریڈورز نہیں ہیں۔ میں واپس آیا' ویسے ہی ایک دن قرآن شریف پڑھ رہا تھا تو اللہ نے اس پہ ناز کیا کہ میں ذات المعارج ہوں میں سیڑھیوں والا رب ہوں۔ تو میں حیران ہو گیا کہ ہماری لینگوئج شاعرانہ اور ادیبانہ ہوتی ہے' اور قرآن حکیم شاعرانہ اور ادیبانہ لینگوئج بھی استعمال کرتا ہے۔ مگر جس چیز کو وہ چیلنج کر رہا ہے' وہ چیلنج جو اس نے آخر کائنات تک رکھا ہے اور جس کے بارے میں وہ ابتداء ہی میں کہتا ہے کہ "الم (1) ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ" {البقرہ :2} اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ وہ Exact لینگوئج استعمال کرے گا جو

آپ کا جدید ترین محقق استعمال کرتا ہے۔ اب دیکھو ناں چھوٹے سے اصول میں " وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ " {الأنبياء:30} ہم نے ہر حیات کو پانی سے پیدا کیا۔ ہم سے یہ غلطی ہو گئی جیسے میں نے کہا اگر ہم سادہ نتائج پہ غور کرتے تو جیمز جینز کو اتنی محنت کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ In the end he would say all life is created out of water. ذرا اس کا عربی ترجمہ کر کے دیکھ لیں۔ مجھے تو عربی اتنی آتی نہیں ماشاءاللہ یہاں ضرور بہت سارے عربی جاننے والے ہوں گے۔ آپ ذرا دونوں سٹیٹمنٹ کو کاپی کر لیں تو لفظاً یہ لفظ وہی ہیں " وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ " {الأنبياء:30} All life is created out of water یہ سائنٹیفک سٹیٹمنٹ ہے۔ وہ آپ کی عربی کی سٹیٹمنٹ ہے۔ ان میں ایک نقطہ برابر فرق نہیں ہوگا۔

خواتین و حضرات! ہمیں سوچنا ہے سب سے پہلی بات ہمیں یہ سوچنی ہے کہ اللہ کا نظریہ کائنات کیا ہے؟ let's think ایک بہت ہی مزے کی بات آپ کو بتاتا ہوں۔ میں انسانی ذہن کا قائل بھی ہوں اور ذہانتیں ظاہر ہے تکبرات خفی اور جلی سے بھری پڑی ہوتی ہیں۔ آپ چاہو نہ چاہو انسانی وجود کا Narcissism جو ہے یہ جو محبت ہمیں اپنے وجود سے ہے یہ ہمیں خدا سے محبت نہیں کرنے دیتی۔ ہم اپنے سراب عشق سے نکلیں گے تو آگے جائیں گے۔ میں چاہے دنیا کا بدشکل ترین انسان ہوں مگر میرے اپنے گمان میں ایسا نہیں ہے۔ کئی بدصورتوں کو میں نے آئینے کے سامنے بڑے بڑے دعوے کرتے دیکھا ہے۔ یہ جو میری اپنی ذات سے محبت ہے میں ایک Narcissist ہوں اور میں ایک Exhibitionist ہوں۔ میں نے اس نمائش کا دعویٰ بھی کرنا ہے میں نے اپنے حسن ذات پہ ناز بھی کرنا ہے۔ جب حسن ذات سے بندہ آگے بڑھ جائے تو پھر حسن خیال تک پہنچتا ہے۔ اور وہ لوگ جو ذرا زیادہ Intelligent ہیں زیادہ ذہین ہیں وہ تو کسی کو پلے ہی نہیں باندھتے۔ ایک کوالٹی جو پیدا ہو جائے چاہے وہ کلام کی کوالٹی ہو۔ اب دیکھو ہم کراچی میں دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی ذرا سی صحت مند لینگوئج بولتا ہے سارے پنجاب کو جاہل سمجھتا ہے۔ اقبال کو سارے کہتے ہیں اس کو اردو ہی نہیں آتی۔ آپ حیران ہوں گے کہ ایک

زبان کی فصاحت پہ اس اقبال کو جس نے اس پوری امت کا فلسفہ ، خیال ہی جدا کر دیا' جس کی جہت فکر نے پاکستان کو ممکن کر دیا۔ ایک گروہ ایسا زبان دان تھا جو اس کو زبان دان ہی نہیں مانتا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ اس کو اردو ہی نہیں آتی۔ اسی طرح اگر کوئی علم میں فکری طور پر تھوڑی سی Progress کر لے' اگر کسی کو اچھی انگریزی بولنی آ جائے وہ اتنا بڑا Snob بن جاتا ہے کہ بہت سارے لوگ دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں کہ حضور یار سے شاید قرآن طلوع ہو رہا ہے۔ عرب کو دیکھ لو' (ایک بات غور طلب ہے) Ignorance ہمارے اس انکسار میں اضافہ کرتی ہے۔ اور علم تکبرات میں اضافہ کرتا ہے۔ کچھ دنوں کی بات ہے عربی سے کسی کو شعور حاصل نہیں تھا۔ اگر راہ سے گزرتا ہوا کوئی جعلساز عرب بھی عربی میں بات کرتا تو ہم ہاتھ باندھ لیتے تھے کہ ابھی تلاوت ہونے والی ہے۔ انسان میں یہ انداز فکر اتنا نمایاں ہے' اس میں تمام لوگ ایک جیسے ہیں۔ مگر کچھ لوگ Faults کو Reality سمجھتے ہیں اور کچھ لوگ Reality نہ سمجھنے کے باوجود انہی خیالات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اب آپ علماء سے پوچھو جملے کچھ ایسے ہی کہ آپ غور کرو گے تو سمجھ آ جائے گی۔ میں نے آج تک کسی بڑے سے بڑے یورپی دانشور کے نام کے سامنے ٹائٹل نہیں لگا دیکھا۔ کیا یہ توہین ہے کہ ہم آئن سٹائن کو آئن سٹائن کہیں۔ یہ توہین ہے کہ ہم مارکس کو مارکس کہیں۔

اگر ہوتا وہ مجذوب فرنگی اس زمانے میں
تو اقبال اس کو بتلاتا مقام کبریا کیا ہے

Whatever he was, right or wrong. اب مجھے یہ آپ بتائیں کہ آپ اس کو مارکس کے علاوہ بھی کسی نام سے یاد کرتے ہیں؟ کارل مارکس کہہ کے دو چار گالیاں آپ دے دیتے ہیں۔ آج تک کبھی اچھا ٹائٹل آپ نے نہیں دیا۔ ادھر یورپ میں بڑے سے بڑے دانشور کا یوں تذکرہ کیا جاتا ہے..... یورپ میں رسل نے یہ کہا رسل نے وہ کہا۔ اور مشرق میں کیا ہوتا ہے؟ نام کہنا بے ادبی ہے...... حضرت اعلیٰ' قبلہ معلی' خطیب العصر اور ایسے دس ٹائٹلز کے بعد مولوی غلام رسول کی باری آتی ہے۔ یہ جو معلی ہیں ناں انہوں نے ہماری ساری ایجوکیشنل اپروچ کو Out

of sight کر دیا ہے۔ ابھی آپ پیروں کو دیکھئے اللہ معاف کرے میں ایک رسالہ پڑھتا ہوں۔ بڑے مشہور بزرگ ہیں' ہو سکتا ہے کنفرمڈ بھی ہوں' مجھے تو نہیں پتہ مگر نیچے لکھا ہوتا ہے سلسلۂ قادریہ چشتیہ اویسیہ ،مالکیہ ناصبیہ ناصحہ ایک پوری دس لفظوں کی لسٹ ہے۔ ایسے میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے اگر یہ نام نہ ہوں تو ولی چھوٹے ہو جائیں گے اور کیا ان ایڈیشنل سلسلوں کا مطلب یہ بتانا ہے کہ میاں ہم تو اجتماع سلاسل ہیں' ہمارے سامنے گستاخی نہیں ہو سکتی۔ تو یہ تکبر ذہن انسان ہے اور اسی موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے جب ہم خدائے کائنات کو جاتے ہیں' بڑی عجیب سی صورت کا انکشاف ہوتا ہے۔ Everything is set and related in detail وہاں کوئی جبر و قدر نظر نہیں آتا' کوئی زمان و مکان نظر نہیں آتا۔ وہاں تو زمانہ نظر ہی نہیں آتا۔ وہ تو اللہ کے احکام کے مطابق ہیں " **وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومُ**" {النحل:12} ہم نے چاند ستارے دن اور رات مسخر کر دیے "**كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى**" {فاطر:13} ایک وقت مقررہ تک۔ وہاں تو کوئی Infinity نظر نہیں آتی۔ ہم نے یہ ساری چیزیں ایک وقت مقررہ تک مسخر کر دیں۔ ہم نے انسان کو بنایا اور اسے مٹی سے بنایا' تیس سے بنایا تیس الازب سے بنایا۔ آگے جو مرضی آپ اس کی کوالیفیکیشن میں ایڈ کر لو۔ اور جب یہ جملہ کہے گا تو The man ختم ہو جائے گی۔ تو پتہ لگا کہ Spontaneous out growth is made but how? Let's imagine اس کو Imagine کرنا آسان ہے۔ میں پھر آپ کو آغاز میں لیے چلتا ہوں۔ ہمیں Worry یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں کیوں بنایا؟ Why did He specially create us? ہم کون ہیں اور اس نے کیوں بنایا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے تم لوگوں کے پیدا کرنے سے پہلے زمین کے پیدا کرنے سے پہلے پچاس ہزار سال پہلے تمہارے مقدرات لکھ دیئے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ "**وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا**" کہ ہم نے رزق کا روبار آنا جانا سارا ایک ہارڈ ڈسک میں پرو دیا تھا۔ ہر آدمی کو ہم نے اس کی زندگی کے مطابق سلاسل دے دیے تھے' جانا کہاں ہے؟ کھانا کیا ہے؟ پروفیشن کیا ہوگا؟ عمریں کیسے گزریں گی؟ یہ سارا کچھ لکھ کر ہم نے

Already seal کر دیا تھا "كُلٌّ فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ" {ہود:6} یہ ہم نے کتاب ظاہر میں رکھ دیا تھا۔ آپ کو جبر وقدر کا سوال درپیش ہوتا ہے۔ مجھے تو کبھی بھی نہیں ہوا۔ کیوں نہیں ہوا؟ اگر Design نہ ہوتا تو خدا کوئی بے تکا کام تو نہ کر رہا ہوتا۔ یہ اللہ سے بعید ہے۔ وہ عقل کل ہے۔ جو کچھ اس نے کرنا چاہا اس کی وضاحت آپ کو دے دی ہے۔ ایک مزے کا سوال یہ ہے Are we important or anybody else is important? پتہ لگا کہ انسان ایک زمین پہ نہیں پیدا ہوا۔ ہوا یہ کہ کائنات کے مالک نے سب سے پہلے کائناتوں کا تصور ہی اسی لیے تخلیق کیا کہ ان میں کچھ لائف بیلٹس Create کر کے کچھ انسانوں کو پیدا کر کے ان کے حساب و کتاب کو طے کرنا تھا۔ اصول یہ تھا کہ ساری کائنات اس لیے تھی کہ اس نے ایک مخلوق پیدا کرنی تھی۔ دیکھیں وہ قرآن میں بار بار کہتا ہے کہ میں نے زمین و آسمان تمہارے لیے مسخر کر دیے۔ تسخیر کا کیا مطلب ہے؟ کہ تمہاری وجہ سے میں نے ان کو Different کاموں میں لگا دیا۔ میں نے مسخر کر دیے ہیں۔ اس لیے کہ یہ اگر اپنے اندازے سے چلتے تو تمہاری حیات لے جاتے، تمہیں برباد کر دیتے۔ مگر بنائے تمہارے لیے ہیں۔ ایک بڑی خوبصورت سی بات میں آپ کو بتاؤں کہ جب ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اے ابن عباسؓ یہ تو بتایئے کہ قرآن کہیں کہتا ہے کہ ہم نے آسمان پہلے تخلیق کیے اور کہیں کہتا ہے میں نے زمین پہلے تخلیق کی؟ ابن عباسؓ نے فرمایا بات یہ ہے کہ زمین پہلے تخلیق ہوئی مگر پھر آسمانوں پر چڑھا انہیں درست کیا اور پھر زمین کو پھیلایا۔ حضرت ابن عباسؓ نے جو پوری تفصیل دی اس کا مطلب یہ ہے کہ دراصل مقصود کائنات زمین کا بنانا تھا۔ زمین کا بنانا انسان کے لیے تھا۔ A kind of an exercise which God went through it was only for you. انسان بنانے کے لیے کائنات Built ہوئی زمین کو لائف بیلٹ بنایا۔ تمام کا تمام حجم کائنات آپ کی سہولت کے لیے ہے یہ پوری کائنات جو اوپر تنی پڑی ہے۔ اگر غور کرو تو چھوٹا سا ایک لفظ استعمال کیا اللہ نے "وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ" {الملک :05} اور اس میں لفظ زینت استعمال کیا۔ یہ زینت کس کو نظر آتی ہے جی؟ کون ہے جو اس زینت کو دیکھتا ہے؟ میرے سوا اس زینت کو دیکھنے والا کون ہے؟ میں ہی شعور

رکھتا ہوں حسن کو پرکھنے کا' میں ہی شعور رکھتا ہوں کسی چیز کو خوبصورت اور بدصورت کہنے کا' تو اگر اس نے آسمانوں کو زینت دی ہے تو میری نظر کے لیے دی ہے۔ خدا کہتا ہے کہ ہم نے ایک وجود مطلق کو پھاڑا' اس میں سے ہم نے کائناتیں تخلیق کیں' ان دھاگوں کی طرح جو لرزتے ہوئے جاتے تھے۔ اور یہاں میں ایک حیران کن بات کا تھوڑا سا تذکرہ کردوں۔ رسول اکرمﷺ سے جناب عقیل رزینؓ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسولﷺ کائنات بنانے سے پہلے خدا کیا کررہا تھا؟ فرمایا کان فی عماء وہ بادلوں میں تھا۔ وہ دھند میں تھا۔ "عماء" کی تفسیر یہ آئی کہ وہ بادل وہ دھواں جیسے بعد میں قرآن نے دھواں کا لفظ استعمال کیا **"ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ" (فصلت:11)** تو دخان اور عماء ایک ہی مطلب رکھتے ہیں' کہ وہ پانی جس میں گیسز ملی ہوئی ہوں۔ اور اللہ کے رسولﷺ نے فرمایا تحتہ ھواء" وما فوقہ ھواء اس کے اوپر بھی ہوا تھی اس کے نیچے بھی ہوا تھی' یعنی وہ ہواؤں میں گھرا ہوا امر تخلیق میں مصروف تھا۔ اور کائنات کی شروعات میں بادل تھے۔ جیسے میں نے کہا کہ ہم سائنسز سے Question کرتے ہیں کہ آپ کو ابتدائے کائنات میں کیا نظر آتا ہے؟ تو وہ قرآن کی تائید کرتی ہیں کہ بادل' گہرے بادل' Gaseous volumes کے بادل' برقیاتی بادل' ایٹمی بادل' وہاں بادلوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ Huge clouds جو سوکھتے چلے گئے۔ جمتے چلے گئے۔ ستارے بنتے چلے گئے۔ کہکشائیں بن گئیں مگر مقصد کہکشائیں بنانے کا کچھ بھی نہیں تھا۔ مقصد تو آپ تھے۔ مقصد تو انسان تھا۔ سات سات Camps بنائے۔ سات Camps میں نسل آدم کو رکھا جاتا تھا اور سات کیمپس میں اللہ کا حکم اترتا تھا۔ ان کو ہم لائف بیلنس کہتے ہیں۔ پھر اگر سورج کو ایک مقام پر رکھا گیا تو آپ کے لیے رکھا گیا۔ چاند کو اگر اس مقام پر رکھا گیا تو آپ کے لیے رکھا گیا۔ اگر سورج قریب کردیتے تو زندگی جل جاتی' دور کردیتے تو فریز ہو جاتی۔ اس لیے جو جبر بھی اللہ نے رکھا وہ آپ کے فائدے کے لیے رکھا۔ جبر و قدر آپ کی زندگی کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ مسئلہ آپ کی ناشکر گزاری میں ہے۔ جب آپ یہ مان لو کہ خدا نے آپ کا رزق لکھ دیا ہے آپ کو پریشانی کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر اس نے آپ کی زندگی رکھی ہے آپ کا رزق رکھا ہے طریق رکھے ہیں

زمین رکھی ہے ملک رکھا ہے۔ وہ گلی کوچہ رکھا ہے جہاں سے آپ نے جا کے کمانا ہے تو پھر اس پہ شبہ کیسے ہو سکتا ہے؟ مگر چونکہ انسان تنگ دل ہے " وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا" (بنی اسرائیل:11) جلدی میں ہے " إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا " {الاحزاب:72} ظالم ہے جاہل ہے۔ اپنے بارے میں بنائی ہوئی سکیم کے بارے میں شبے میں رہتا ہے۔ وہ خدائے مطلق کے اس کردار پر شبہ کرتا ہے۔ اس کا شبہ یہ ہے کہ I am not well designed. وہ کہتا ہے کہ اللہ میاں بھول ہی گئے ہیں۔ اس کا خیال یہ ہے کہ ہو سکتا ہے اللہ میاں میرے بارے میں میرا رزق لکھنے کے بارے میں بھول گئے ہوں۔ وہ پاگلوں کی طرح صرف خدا کو یاد دلانے کے لیے بھرپور کوششیں کر رہا ہوتا ہے۔ خدا نے کہا اچھا یاد دلاؤ "وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا "{الاعراف:56} مانگ خوف سے مانگ طمع سے مانگ' اگر تو سمجھتا ہے ناں کہ میں تیرا رزق لکھنا بھول گیا ہوں تو مانگ مجھ سے مگر مانگ صرف اللہ سے۔ صرف اللہ سے مانگ ارد گرد کے لوگوں سے مت مانگ۔ اور یہ کہنا غلط ہوگا کہ آپ خدا سے کوئی چیز مانگ نہیں سکتے۔ کیا خدا سے آپ روٹی نہیں مانگ سکتے؟ خدا سے مدد نہیں مانگ سکتے؟ بہت سارے متقی ایسے ہیں اللہ ان پر رحم فرمائے کہ جو کہتے ہیں ہم اتنی عبادت کرتے ہیں ہمیں اللہ سے مانگنے کی کیا ضرورت ہے؟ تکبرات خفی میں یہ بھی قسم تکبر ہے۔ اللہ سے مانگنے پر جن لوگوں کو غیرت آتی ہے وہ ہر مقامِ غیرت سے آگے نکل گئے ہوتے ہیں۔ اس لیے خدا آپ سے کہہ رہا ہے کہ "وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا "{الاعراف:56} خوف سے مانگ طمع سے مانگ مگر مانگ صرف مجھ ہی سے کہ اور دینے والا کوئی نہیں ہے۔ وہ کیا کرتا ہے؟ ایک بڑی خوبصورت حدیث ہے کہ تین سو ساٹھ مرتبہ' یہ حدیث آپ کے لیے بڑی خوشی کا باعث ہوگی' کہ تین سو ساٹھ مرتبہ وہ نیلم کے موتیوں سے لکھی ہوئی نور کے قلم سے لکھی ہوئی' پتہ نہیں اس میں کیا کیا خوبصورتیاں ہوں گی جو اوریجنل ڈیزائن ہے لوحِ محفوظ کا' وہ دن اور رات میں تین سو ساٹھ مرتبہ اس پہ نظر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ لوحِ محفوظ پہ تین سو ساٹھ مرتبہ دن اور رات میں نظر کرتا ہے۔ کیوں نظر کرتا ہے پتہ ہے آپ کو؟ کوئی بندہ اسی طرح روتا پیٹتا ہوا شور مچاتا ہوا Big bang

cries میں لگا ہوا اگر اسے نظر آ جائے تو وقتی طور پر ایک آیت مٹا کر دوسری آیت لکھنا بھی اسی کا کام ہے۔ ایک آیت کو ادھر سے اُدھر کر دینا بھی اسی کا کام ہے۔ وہی مالک ہے تحریر کا' وہی مالک ہے اس میں چینج لانے کا۔ اگر انسان روتا اور گڑگڑاتا ہے اور صرف خدا سے تو یقینی بات ہے کہ وہ خدا جو دن رات میں تین سو ساٹھ مرتبہ اپنے لکھے ہوئے پہ نظر کرتا ہے وہ یقیناً اس میں کوئی نہ کوئی طرح اور جدت بھی کر سکتا ہے اور وہ یقیناً آپ کا مقدر بھی بدل سکتا ہے۔ اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ دعا تقدیر کو بدل سکتی ہے۔ کائنات کے بارے میں سائنس اور قرآن میں سب سے بڑا تضاد یہ ہے کہ اللہ ٹائم کو Finite کہتا ہے۔ جیسے میں نے آپ کو حضرت عزیز کی مثال دی کہ اللہ ٹائم کو وہ حیثیت نہیں دیتا جو ماڈرن تشکیک کے بارے لوگ ٹائم کو Infinite سمجھتے ہوئے اسے Totality کا نام دیتے ہیں۔ خدا کے نزدیک It's just an act of creativity. خدا کے لفظ اس میں ہیں 'حکم ہے مگر وہ ٹائم کو وہ حیثیت نہیں دیتا۔ اس لیے ہم زمانے کو خدا نہیں مان سکتے کیونکہ زمانہ خدا نہیں ہے۔ زمانہ فرمانِ خدا ہے اور خدا اپنے فرمان کو کسی وقت بھی بدل سکتا ہے اور چینج کر سکتا ہے۔ اس لیے بہت بڑا تضاد جو مسلمان فکر میں ہے جیسے میں نے کہا قرآن آپ سادہ بھی پڑھ لیتے تو آپ کو پتہ لگتا کہ زمانہ اللہ کے ہاتھ میں ایک ایسا انسٹرومنٹ ہے جسے وہ جس وقت چاہے بدل سکتا ہے۔ مگر ویسٹرن تھاٹ میں زمانہ ایک Ultimate authority ہے جو کہیں بھی چینج نہیں ہو سکتی کہیں بھی بدل نہیں سکتی اور اس پہ کسی کو قدرت نہیں حاصل ہو سکتی۔ یہاں وہ خدا کے خلاف چلے جاتے ہیں۔ اسی لیے خدا کو نہیں مان سکتے۔ They have to give importance to one of these ideas either it is a creation or it is a Creator. چونکہ وہ زمانے کو Creator مانتے ہیں All and commencing مانتے ہیں اس لیے یہاں آ کے ان کی فکر رک جاتی ہے اور وہ خدا کو نہیں مان سکتے۔ کائنات کی انڈر سٹینڈنگ کے بارے میں ہمارے اور ویسٹرن تھاٹ کا یہ ایک Major difference ہے۔

جیسے میں نے عرض کیا کہ زمان و مکاں مسلمان کے نزدیک وہ حیثیت نہیں رکھتے جو

باقی اقوام کے نزدیک رکھتے ہیں۔ ہم زمانے کو اہمیت اس لیے نہیں دیتے جب ہم خدا کے
اشارۂ ابرو پہ زمانے کو محیط سمجھتے ہیں تو Why should we look for time, why
should not we look for God? اور بہت سارے مقام ایسے آتے ہیں جہاں ہم
دیکھتے ہیں کہ خدا زمانہ Defy کر دیتا ہے۔ اس نے حضرت عیسیٰ پہ زمانے کو Defy کر دیا۔ اس
نے حضرت محمد ﷺ کے واقعہ معراج میں Defy کر دیا۔ There is no reason to
governing the law. اللہ کی جو انڈرسٹینڈنگ ہے وہ ایک ایسا Creator ہے جسے اپنی
Creations کے بارے میں کوئی شبہ نہیں۔ وہ اتنے یقین سے ہر بات ہمیں بتا رہا ہے کیونکہ
اس نے بنائی ہیں۔ یہ اس کا لہجہ نہیں اس کا انداز نہیں اس کی جو معلومات ہیں وہ ہمیں پوری طرح
Convince کر سکتی ہیں کہ وہ خالق ہے اور ہمیں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔ اگر وہ خدا نہ ہوتا تو یہ
گیس ورک بھی نہ ہوتا۔ بہت ساری ایسی باتیں ہیں جو آگے چل کے میں آپ کو بتاؤں گا اور اس
پہ گیس ورک بھی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ صرف اللہ کے رسول ﷺ جنہوں نے ان چیزوں کے بارے
میں جانا ہے اور اللہ جس نے کائنات بنائی ہے وہی یہ بات کہہ سکتا ہے۔ جیسے مثال کے طور پر آج
سے پندرہ سو برس پہلے کوئی بندہ تو نہیں تھا جو آسمانوں میں دروازے دیکھتا پھرتا جب اللہ نے
کہا "وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ" {الحجر:14} کہ اگر
کھول دیں ہم اوپر ان کے دروازے آسمان سے۔ آسمان میں دروازوں کا ذکر صرف اللہ ہی کرتا
ہے اور کوئی مائیتھالوجی نہیں کرتی نہ اور کہیں ایسی چیزیں کا ذکر ہے۔ ہمیں دیکھنا یہ چاہیے کہ
دروازے یا جس قسم کی بھی صنعت کو جو وہ بیان کر رہا ہے کہ "میں نے ایک ایسی چیز بنائی ہے" یہ
آخر کائنات میں قیامت کے دن یہ بالکل اوپن ہو جاتے ہیں کہ جب وہ اترتا ہے تو اس کی
Detail دیتا ہے کہ اس وقت آسمانوں میں کیا تغیر واقع ہوگا؟ اس وقت کیا چیزیں آئیں گی؟ And
how do I come? وہ پوری کی پوری جزئیات دیکھتے ہوئے ہمیں لگتا ہے جیسے سٹیفن سپیل
برگ کی افسانوی فلم ہے۔ میں نے دیکھا ایک دفعہ وہ اپنی ایک مووی میں اس تصور کے بڑے
قریب آ گیا تھا مگر ہم نے ان کو Alien contact کا نام دے رکھا ہے۔ شاید مشرق مغرب

میں ہماری سائیکی میں اللہ کا تصور موجود ہے اور شاید گا ہے گا ہے اس کے اثرات بھی ملتے رہتے ہیں۔ ایک جہان ہے، قیامت کا ایک دن ہے اسے یوم الطلاق کہتے ہیں۔ (ت سے) اس کو یوم التلاق کہتے ہیں۔ That is the frirst time یہ بڑی دلچسپ سی بات ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے اس لفظ کی وضاحت کرتے فرمایا یہ پہلی دفعہ ہوگا جب کائنات کی اور زمین کی مخلوق ایک جگہ اکٹھی ہوگی۔ یہ ان کا پہلا تعارف ہوگا۔ آپ نے دیکھی ہوں گی بہت ساری فلمیں First contact کے نام سے آتی ہیں مگر There is no such first contact before البتہ یوم التلاق کی وضاحت میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ وہ دن ہوگا جب ملائکہ آسمان کے دروازے کھولیں گے، ملائکہ نیچے اتریں گے انسان آگے بڑھے گا اور یوم التلاق میں اوپر کی دنیا اور نیچے والی دنیا کی ملاقات ہوگی۔ Both will be able to see each other اور وہاں آپس میں راز و نیاز بھی ہوگا، تھوڑی سی بات چیت بھی ہوگی کیونکہ اللہ کے سامنے ہمارا اور فرشتوں کا ایک ہی جیسا حال ہوگا۔ آپ دوسری آیت میں دیکھیے " وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ "{الحجر:16} ہم نے آسمان کے برج بنائے اور اسے زینت دی۔ At least بنانے والا یہ کہتا ہے۔ باقی اب تک اگرچہ Stairs کی نشاندھی ہو چکی ہے مگر کوئی سائنسدان یہ نہیں کہتا کہ فلاں جگہ ایک برج ہے یا ہم نے دیکھا ہے۔ بلکہ ایک دفعہ مجھے ایک بہت بڑے سائنسدان نے کہا کہ ہم نے ایسی Trajectories دریافت کر لی ہیں زحل اور زمین کے بیچ میں کہ اگر کوئی چاہے تو وہ آٹھ منٹ میں زحل پر پہنچ سکتا ہے۔ But there is no further information about this مگر ایسا یقینی ہے کہ کچھ مختصر سے ایسے رستے دریافت ہو چکے ہیں سائنس کی نظر میں بھی جن کو شاید مزید Exploit نہیں کیا جا سکتا۔ جب وہ کائنات کی ابتداء کی بات کرتا ہے بادلوں کی بات کرتا ہے اور زمین کی تخلیق کی بات کرتا ہے اس میں ایک بات بڑی واضح کرتا ہے کہ کائنات بنانے سے اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اللہ کو کائنات بنانے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی Neither he wanted مگر اس کی دلچسپی اس بات میں تھی کہ حضرت آدمؑ اور ان کی اولاد کو کچھ عرصے کے لیے ایسی زمینوں پر بھیجنا پرکھنا جانچنا آزمانا

اور پھر اس مستقر سے آگے انہیں جنت یا دوزخ میں روانہ کرنا تھا۔ So, obviously this earth is a test ground for us. جیسے بہت بڑی کائناتی زندگی میں نہ کوئی اس زمین کا حصہ ہے اور نہ عارضی وقتاً ہم اس زمین کے باسی ہیں۔ سیدھی سی بات یہ ہے کہ "مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ" (البقرہ:36) کچھ دیر کے قیام کے لیے تمہیں یہاں بھیجا ہے۔ تھوڑی سی ٹیسٹنگ ہے۔ تم نے اپنے شعور کا تھوڑا سا امتحان دینا ہے۔ اللہ کے نزدیک آپ نے ایک چھوٹا سا I.Q. ٹیسٹ دینا ہے ایک چھوٹا سا ٹیسٹ۔ وہ کیا ہے؟ "اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا" (الدھر:03) کیا تم اپنے اللہ کو جانتے ہو کہ نہیں جانتے ہو؟ کیا خدا کو مانتے ہو کہ نہیں مانتے ہو؟ بس اتنے سے ٹیسٹ کیلئے آپ کو اس زمین پر زندگی بخشی گئی اور اس کے بعد آپ نے اگلی دنیا میں جانا ہے۔ آگے بھی ایک گیٹ ہے جسے آپ قبر کہتے ہو۔ مگر دراصل وہ گلیکسیز کا گیٹ ہے وہ ایکسٹرا گلیکسیز کا گیٹ ہے اور وہاں آپ کو پورے حواس میں لا کر یہی سوال پوچھا جائے گا کہ جس ٹیسٹ کے لیے بھیجا گیا تھا اس میں پاس ہوئے کہ فیل ہوئے؟ اگر تو آپ کا کنفیوژن نہ رہا آپ کلیئر لہجے سے کہو گے کہ I do believe in my God بلکہ آپ کو پتہ ہے کہ یہ جو تسبیح ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اس کو افضل الذکر اسی لیے کہتے ہیں کہ یہ آگے جانے کا کوڈ ہے کیونکہ سوال یہی پوچھا جائے گا۔ تو اگر آپ غور کریں تو زینت اس طرح بنتی ہے کہ بہت بڑی کائنات جس کا کوئی ایسا مقصد ہو کہ آپ کو شعوری زینے عطا کرے۔ ایک تو وہ زینے ہیں جو اللہ نے کائنات میں بنا رکھے ہیں اور ایک وہ Bridges ہیں اور وہ Stairs ہیں جو اللہ نے آپ کے ذہن کے لیے بنا رکھے ہیں کہ While understanding all these things آپ Voluntarily خدا کی شناخت تک پہنچو گے اور پھر اس کے بعد Exit کرتے ہوئے آپ دوبارہ ان بڑی منازل کو نکل جاؤ گے کہ جو اللہ نے ان کے علاوہ بنائی ہیں۔ اس لیے جب بگ بینگ کے بارے میں ہاکنز یہ کہتا ہے کہ اس سے پہلے ٹائم نہیں تھا تو We very much doubt اس کائنات سے بالا بھی خدا نے ایسی کائناتیں بنا رکھی ہیں۔ اگر اس کی جنت جو ہے یہ بڑا اہم سا نکتہ ہے ذرا غور کیجئے گا۔ اگر اس کی جنت کی چوڑائی ساتوں آسمانوں اور زمینوں

کی لمبائی سے بھی زیادہ ہے تو اس کا مطلب ہے جنت بگ بینگ میں شریک نہیں۔ کہیں دور ہوگی ناں، کہیں بالا ہوگی۔ اس لیے کائنات کی تخلیقات میں سارے مظاہر فطرت نہیں رکھے جا سکتے خصوصاً جنت اور دوزخ کو اس کائنات میں یا ساتوں کائناتوں میں شریک نہیں کیا جا سکتا۔ کچھ باتیں اس سے بھی زیادہ پیچیدہ ہیں اور وہ میں آپ کو ایک آخری حدیث میں ضرور سناؤں گا۔ اب سوال یہ ہے کہ سائز ہیں ایک Immensity ہے، اب جبر وقدر کا یہ اصول ہوا کہ زمین پہ جتنے لوگ بھیجے تھے ان کے مطابق اسباب مہیا کرنے ان کی زندگیوں کے پیٹرنز بنانے ان کے رزق ان کے پروفیشنز لکھنے اور ان کو ان پروفیشنز تک پہنچانے کی ساری موومنٹس لوح محفوظ میں درج ہیں۔ پھر ایک آدمی سوال تو کر سکتا ہے ?What I have to do میں نے کیا کرنا ہے پھر؟ مگر یہیں وہ مغالطہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہم Basic purpose سے گریز کریں گے اگر بنیادی حقیقت جاننے سے گریز کریں گے تو تمام عمر Confusion of priorities میں رہیں گے۔ اگر آپ خدا پہ یقین رکھتے ہو تو زندگی روزگار رزق کوئی چیز آپ کا مسئلہ نہیں ہے۔ اس کے پاس Drive motives ہیں **" مَـا مِن دَآبَّةٍ "** کوئی ایسا ذی حیات نہیں ہے **إِلاَّ هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا " {هود:56}** جس کو اس کے ماتھے سے نہیں تھام رکھا۔ اس نے آپ کو تھاما ہوا ہے۔ چاہو نہ چاہو جس کام تک اس نے آپ کو پہنچانا ہے جس رزق تک اس نے آپ کو پہنچانا ہے جس محلے تک اس نے آپ کو پہنچانا ہے وہ آپ کو لیڈ کر کے لے جائے گا This is not your job , the main job is the same. ایک ہی جاب ہے اور وہی اس فیکلٹی کا ٹیسٹ ہے جو اللہ نے شروع میں آپ کو عطا کی تھی۔ اس سپیریئر فیکلٹی کو جس کے بنانے پہ اسے آپ پہ ناز تھا جسے وہ عقل کہتا ہے۔ جب اس نے آپ کو عقل عطا کی آپ نے اسے بھک کے یا مہک کے اٹھا لیا۔ آپ اس وقت غلطی کر بیٹھے ہو **" إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ "** وہ جب آپ نے اٹھالی تو آپ کچھ غلطیوں کے مرتکب ہو گئے۔ پوری نسل انسان نے ایک غلطی کر دی" **إِنَّهُ كَانَ ظَلُوماً جَهُولاً " {الاحزاب" :72}** آپ نے ایک جرم کر دیا۔ ایک جہالت کر دی۔ آپ نے اتنے

بڑے کام کو Under estimate کیا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر اسے اٹھالیا۔ یہ جہالت بھی تھی اور ظلم بھی تھا۔ اب Justification کا وقت ہے۔ اب اس Justification میں آپ خدا سے گلہ یہ کر رہے ہو کہ اے اللہ! تو نے مجھے مجبوری میں پیدا کیا' ماں باپ میں پیدا کیا' زندگی کے مسائل دے دیئے' بیوی کے مسائل دے دیئے' بچوں کے کام دے دیئے' خاوندوں کے کام دے دیئے' اب اتنی بڑی مصروفیات میں کس کو ٹائم ملتا ہے کہ وہ تیرے تک بھی پہنچے؟ خدا کہتا ہے میرے بندے نے جھوٹ بولا۔ دیکھو قبر میں بھی وہ کہتا ہے میرے بندے نے جھوٹ بولا۔ اور زندگی میں بھی آپ جھوٹ بول رہے ہوتے ہو۔ This is not the job you have to do اس نے آپ کو اس قسم کی کوئی ذمہ داری نہیں دی۔ اس نے آپ کو رزق کی ذمہ داری نہیں دی۔ بال بچوں کی ذمہ داری نہیں دی۔ نوکری چاکری کی نہیں دی۔ یہ سب اس نے اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔ یہ Maximum facilities ہے Maximum facility پہ اس نے آپ کو رکھا ہوا ہے۔ اور Maximum facility کے ساتھ ایک چھوٹا سا کام دے دیا "**إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا**" (الدھر:03) اب ان Facilities کے بعد تمہارے ذمے ایک چھوٹا سا کام ہے چاہو تو مجھے مانو چاہو تو میرا انکار کر دو۔ اگر ہم کائنات کی وسعتوں میں اس اصول کو ڈھونڈیں گے تو ہمیں معلوم ہو گا کہ جتنا بھی جبر مسلسل ہے یہ اس ذہن پہ حاوی ہوتا ہے کہ جو سوچ نہیں سکتا۔ یہ جبر ستاروں پہ قائم ہے' یہ ان افراد پہ قائم ہے جن کے ذہن کام نہیں کرتے۔ ان تمام معاملات میں یہ جبر مسلط ہے۔ مگر جس کے پاس سوچ ہے اس کو Priorities کی سینس دی گئی ہے۔ اس کو جاب کی سینس دی گئی ہے۔ ہم کسی سائنسی نقطہ نظر سے کائنات کے مسائل حل نہیں کر سکتے۔ مگر آپ اگر ایک خدا کو مان لو' آپ سے عرض کروں اگر خدا نہ بھی ہوتا تو یہ سنگل تھیوری اتنی Consummate تھی اتنی مکمل تھی ہر مسئلے کو حل کرنے کے لیے کہ میں ضرور کسی نادیدہ اور نا موجود خدا کو بھی مان لیتا۔ مگر اب تو اتنی تحقیق اور جستجو کے بعد جب خدا ایک حقیقت سے زیادہ زندہ حقیقت کی طرح موجود ہو تو اس کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے؟ ہم ہر چیز میں اللہ کا انکار اس لیے کرتے ہیں کہ وہ نظر نہیں آتا۔ کیا چیز اس کی نظر نہیں آتی؟ دیکھو ماں اگر

آج انسان ان کا ئناتی تخلیق کے دھاگوں تک سٹرنگ تک پہنچ گیا ہے۔ آپ نے اتنی محنت خدا کو ڈھونڈنے میں کب کی ہے؟؟ آپ نے تو کوئی محنت نہیں کی کہ آپ اس سے آگہی کا دعویٰ کرتے یا اس سے شناسائی کا دعویٰ کرتے۔ مگر ایک بات سے تو آگہی پکی ہے ہاں (قرآن کی صداقت سے)۔ انسان کا ذہن اس طرح کام کرتا ہے کہ اگر میں پندرہ سو برس کا ماحول علم و دانشمندی اور دانشوری دیکھتا ہوں تو ایک چیز جو بالکل ناممکن ہے جو اس وقت کسی کے ذہن میں آ ہی نہیں سکتی، جب میں آج دیکھوں گا تو میں ضرور سوال کروں گا؟Who told this کس نے انسان کو ان باتوں کے بارے میں بتایا؟ میں اس انفارمیشن کی سوچ تو ضرور ڈھونڈوں گا چاہے مجھے نظر آئے نہ آئے۔ آج میں افلاطون کی بات کرتا ہوں چاہے وہ مجھے نظر آئے نہ آئے، سقراط کی بات کرتا ہوں مگر ہم جب خدا کی بات کرتے ہیں تو اس پہ کیا افلاطون اور سقراط کی طرح اس کی موت کا گمان کر کے ہی بات سمجھ میں آسکتی ہے؟ جیسے نیٹشے نے بھی کہا تھا کہ God is dead and mankind has thrown Him out of the universe. That has not happened. ہاں! Nietzsche is dead اور وہ ابھی اپنے حساب کتاب کا انتظار کر رہا ہے۔ انجام تک آتے ہوئے ایسی عجیب و غریب باتیں ہیں کہ کوئی دنیا کا سائنسدان آپ کو بتا ہی نہیں سکتا۔ یہ تو وہی بتا سکتا ہے جس نے Arrangement کی ہے۔ اس نے ایک پروہجری کی Arrangements کی ہوئی ہیں۔ افسوس کہ اس وقت کمپیوٹر پہ وہ Shape نہیں ہو سکی ورنہ میں آپ کو ایک کاسالوجسٹ کا تیار کیا ہوا وہ نقشہ ضرور دکھاتا جس میں حتمی طور پر وہ ایک Bell shaped کائنات پہ پہنچا ہے۔ کیونکہ جب حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ خدا کا عرش کیسا ہے تو انہوں نے ہاتھوں سے اشارہ کیا' Dome بنائی۔ تو وہ جو Shape ہے اتنی Exact ہے کہ یہ آیت جو ہے "اللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ "{النور:35} یا اس پہ اس کا نقشہ اسی Shape پہ پورا اترتا ہے کہ شروع میں بگ بینگ کے وقت ایک بہت بڑا نور کا سیلاب پیدا ہوا پھر اس نے آگے بڑھتے ہوئے منجمد اور بڑے ستارے تخلیق کئے۔ پھر آگے بڑھتے ہوئے بکھری ہوئی کہکشائیں تخلیق کیں جن میں ہم سب لوگ

شامل ہیں ۔ کائنات کے بارے کچھ باتیں بڑی دلچسپ ہیں۔ (سامعین کی طرف لہراتے ہوئے) یہ نقشہ ہے اس Bell shaped کائنات کا جو کاسمالوجسٹ نے پیش کیا اور بالکل یہی نقشہ قرآن کی رو سے بنتا ہے "اللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" {النور:35} وہی طاق وہی چراغ وہی اس پہ آئینہ، شیشہ وہی روشنیاں وہی آگے بڑھتے ہوئے نور کا سیلاب وہی انرجی کا جمود وہی تخلیق کائنات کے اسباب اور پھر آگے اُن کا پھیلاؤ۔ اور پھر مختصری بات مختصری بات یہ ہے کہ ہم لوگ بگ بینگ پہ سائنس کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں انجام سے نہیں کرتے۔ قرآن سائنس سے انجام کائنات پہ اتفاق نہیں کرتا۔ There will be no crunch میں تو ویسے اس کو شاعر تو نہیں کہہ سکتا مگر بعض اوقات کسی بھی خوبصورت تحریر سے زیادہ خوبصورت تحریر قرآن کی ہوتی ہے "So wonderful, so beautiful" "یَوْمَ نَطْوِی السَّمَاءَ كَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ" محاورے اور مثال دینے میں تو اللہ کی مہارت حد درجے سے بڑی ہوئی ہے۔ مگر اس کی مہارت میں ایک ٹیکنالوجی ہے " كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ وَعْدًا عَلَیْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِیْنَ " {الانبیاء:104} جس دن ہم لپیٹ لیں گے آسمان کو جیسے خطوں کا طومار لپیٹتے ہیں۔ یہ مثال بڑی توجہ طلب ہے۔ پہلے ہم نے پیدائش کی دوبارہ کریں گے ہمارا وعدہ ہے تحقیق ہم اس پہ عمل کریں گے۔ ابھی جو میں نے مثال بیان کی کہ جیسے کاغذات کو لپیٹتے ہیں دیکھیں میں بھی اٹھنے والا ہوں اور اٹھتے ہوئے میں ٹیبل سے کاغذات لپیٹوں گا' ادھر سے ادھر۔ It means it offends the idea of the crunch, basically it is offensive to the idea of crunch of the universe. اس وقت ایک Hasty سا قدم نظر آتا ہے۔ وہی Strings اس نے لپیٹنی ہیں' وہ رتق جو اب فتق میں چلی گئی ہے' وہی دھاگے جو اس نے کہا ہے۔ یہ رتق اور فتق کپڑے کے تھان پہ زیادہ استعمال ہوتے ہیں جیسے دھاگے کھلتے ہیں ویسے وہ انہیں لپیٹ رہا ہے' جلدی جلدی سے لپیٹ رہا ہے۔ کائنات کے انجام کے بارے میں سائنسدانوں کا جو نظریہ ہے اس کو ذرا ڈسکس کرتے چلے جائیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ کائنات دوبارہ جب سمٹے گی' ویسے بھی کھلی ہوئی

چیز جب ایک دفعہ بہت کھول دو تو اسی حجم میں اس کا سمٹنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ مگر یہ اتنی پھیلاؤ والی کائنات جب سمٹے گی تو پھر اتنا بڑا Mass create ہو سکتا ہے کہ سائنسدان اس سے خوفزدہ ہو گئے ہیں And they still doubt کہ یہ مکمل ہوگا۔ چندرا شیکھر جو کہ انڈین کاسمالوجسٹ تھا۔ وہ کرنچ (Crunch) کے نظریے پہ یہاں آ کے رک گیا کہ یہ کرنچ کبھی مکمل نہیں ہوگا۔ ظاہر ہے وہ خدا کو اس طرح تو مان ہی نہیں سکتے۔ مگر یہ جو خداوند کریم آپ کو بتا رہے ہیں It's too easy to understand وہ ہے کہ اس نے سمیٹنے ہیں۔ وہ لپیٹ لے گا اور اگر آپ قرآن کی وہ ٹیکنالوجی دیکھو جس میں کہتا ہے کہ اس کے ایک ہاتھ میں زمین و آسمان اور ساری کائنات لپٹے ہوئے ہوں گے ایک ہاتھ میں سمائے ہوئے ہوں گے۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ اُس ہاتھ میں آپ کو ساری کائنات ایک ذرے کی طرح لگے۔ یہ سائز ہے ان کو ہم ذرہ نہیں گن سکتے۔ But whatever it is یہ خدا کی بڑائی کے مقابلے میں ایک ذرہ کی طرح ہوں گے۔ اور وہ اس نے اپنے ہاتھ میں سمیٹے ہوئے ہوں گے۔

خواتین و حضرات! کائنات پہ اللہ کے رسول ﷺ کی کچھ باتیں سنائے بغیر میں آج یہاں سے جا نہیں سکتا۔ اللہ کی طرف دیکھتے ہوئے میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ کائنات کا کوئی عمل غیر معمولی نظر نہیں آتا۔ صرف ایک بات مجھے بھی کبھی حیران کرتی ہے۔ آپ سوچو گے تو آپ بھی حیران ہو جاؤ گے کہ ایک وقت وہ تھا کہ جب میں معصومیت میں آسمان دیکھا کرتا تھا۔ اور میں اپنی جراتِ فکر کو بھی بہت بڑی ہمت سمجھتا تھا کہ میں اتنی بڑی کائنات کو ایک آنکھ سے دیکھ رہا ہوں۔ اب میں سوچتا ہوں اب میں حیرت سے سوچتا ہوں کہ اے پروردگارِ عالم! اتنی بڑی وسعتیں تو نے میری اتنی مختصر سی فکر کے لیے پیدا کیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس میں اللہ کا شکر واضح ہوتا ہے کہ یہ کائنات یہ زمین و آسمان سب میرے تصور کو اجاگر کرنے کے لیے اسے وسعت دینے کے لیے اور مجھے اپنی طرف مائل کرنے کے لیے خدا نے یہ مختصر سے بہانے تخلیق کیے ہیں۔ مجھے کبھی کبھی ناز ہوتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو کتنا چاہتا ہے۔ اگر یہ سارے بکھرے ہوئے آثار آپ کے لیے ہیں زندگی آپ کے لیے ہے آسمان آپ کے لیے ہے کہکشائیں آپ کے لیے ہیں تو یہ اس لیے ہیں کہ

" یَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ "{یٰسٓ:30} اے لوگو! حسرت ہی ہے کہ دیکھو تو سہی کہ میں نے تمہارے لیے کیا کچھ سنوار رکھا ہے اور اس کے بعد کیا سنواروں گا مگر افسوس کہ تم ابھی تک اپنی مستی وغرور میں وجاہت طلبی میں اور دنیاوی فکروں میں اس طرح مبتلا رہتے ہو ورنہ تم ذرا سا اوپر اُٹھ کر کائنات بالا کی طرف دیکھتے ہوئے مجھے کتنی آسانی سے پہچان سکتے ہو اور کتنی محبت سے میرے قریب آسکتے ہو یہ تمہیں شاید پتہ نہیں چلتا۔ اللہ کے رسول ﷺ کی ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے مروی حدیث ہے صحیح مسلم میں میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یہ جو اللہ تعالی فرماتا ہے جس دن بدل جائے گی زمین اس زمین کے سوا اور آسمان بھی بدل دیے جائیں گے اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا پل صراط پہ۔ یوں تو ہمارے ہاں صراط کے متعلق بہت ساری روایات مشہور ہیں مگر صراط ایک بہت بڑا تاریک ایریا ہے' بہت بڑا ایریا۔ چونکہ چیزیں بدلی جاری ہوں گی تو وقتی طور پر جیسے کسی ڈرائنگ روم میں ٹھہرایا جاتا ہے وہاں لوگوں کو رکھا جائے گا۔ کیونکہ فیصلہ ہو رہا ہوگا کہ کچھ لوگوں نے جہنم میں جانا ہے کچھ لوگوں نے جنت میں جانا ہے۔ ایک بہت بڑے تاریک ترین ایریا میں جسے ہم صراط کہتے ہیں جو رستوں کو بانٹتا ہوگا۔ ایک رستہ ملاء اعلیٰ کو جاتا ہوگا' ایک رستہ سفلین کو جاتا ہوگا' اس میں لوگ رکھے جائیں گے۔ تا آنکہ ان کے فیصلے سنائے جائیں اور وہ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوں۔ ہجوم بہت بڑا ہوگا مگر بندوبست بڑے اچھے ہوں گے۔ اب جو میں آپ کو حدیث سنا رہا ہوں اس کی Explantion ہے۔ ہوسکتا ہے آپ کہیں کہ یہ تصوراتی باتیں ہیں مگر مجھے یقین ہے کہ ان سے زیادہ سچی باتیں کوئی نہیں۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن لوگ اکٹھے کیے جائیں گے سفید زمین پر جو سرخی مارتی ہوگی جیسے میدہ کی روٹی اس میں کسی کا نشان باقی نہیں رہے گا کوئی عمارت کوئی مکان کوئی مینار صاف چٹیل میدان ہوگا۔ ایک دفعہ میری ایک سائنسدان سے بات ہو رہی تھی تو اس نے بتایا کہ زمین تو موٹی اس لیے ہے کہ اس میں گیسز ہیں دھاتیں ہیں سمندر بہہ رہے ہیں۔ اب تم لوگ جو اس سے ساری دھاتیں نکال رہے ہو اس کے بعد خلاء ہو جاتا ہے' اپنے آپ ہی پچک جائے گی۔ میرا خیال ہے کہ ایک میمورینڈم دیا جائے کہ خدا کے لیے زمین میں

کھدائیاں بند کردو۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت زمین کے اندر کوئی بوجھ نہیں ہوگا۔ صرف ایک چپٹی ہوئی گول روٹی کی طرح زمین ہوگی جس پہ ہر آدمی کو صرف دو قدم جگہ ملے گی Sorry to say کوئی کشادگی نہیں ہوگی۔ کیونکہ ایک اور بڑی حیرت کی بات بتاؤں کہ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کی ججمنٹ ایک ہی دن ہوگی۔ ہم سب سے اوپر والی زمین میں ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کے مطابق ہم سب سے اوپر والی زمین ہیں۔ ہمارے نیچے بالکل اسی پیٹرن پہ سات آسمان ہیں۔ ساتوں کا ناتوں میں سات زمینیں ہیں اور وہ اس درجہ ایک دوسرے کے پیچھے ڈھکی چھپی ہوئی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اگر اوپر سے ایک رسی پھینک دو تو نیچے ساتویں زمین پر خدا اسے تھام لے گا۔ یعنی ایک دوسرے کے اوپر اتنی Straight ہیں۔ اب پتہ ہے سوال کیا پیدا ہوتا ہے کہ اگر زمینیں ساری گردش کر رہی ہیں تو ہوسکتا ہے نچلی والی زمین ہی نکل جائے بیچ میں سے ایک زمین ہی ختم ہو جائے۔ اگر آپ رسی پھینک رہے ہو رسی سے مراد یہ لو کہ آپ سگنل بھیج رہے ہو۔ سگنل جو آپ نیچے بھیج رہے ہو اور شعاعی سگنل بھیج رہے ہو تو فرض کرو اگر گردش کے دوران ایک زمین بیچ میں سے ہٹی ہوئی ہو تو اصولاً آپ کا سگنل چھ زمینوں کو پہنچے گا مگر حکمت پروردگار یہ ہے کہ تمام سسٹم اتنی مہارت سے اوپر تلے Built کئے گئے ہیں کہ کوئی زمین دوسری زمین کے نیچے سے نہیں ہٹتی۔ ساتوں زمینیں ایک ہی پیٹرن میں بنائی گئی ہیں اور ساتوں زمینوں میں اتنا تواتر ہے اور اتنی یعنی شاندار پرویسنگ ہے کہ اگر آپ اوپر سے ایک رسی لٹکا دیں گے تو وہ چلتی چلتی Million and trillion light years پہ جا کے نچلی زمین کو چھوئے گی۔ اس کے ڈیزائن کا یہ کمال ہے۔ اس کی ایک ڈیٹیل اور بھی ہے I was never convinced all my life اس خیال سے میری کبھی صلح نہیں ہوسکی۔ میں سوچتا تھا کہ یار ہم اکیلے ہیں؟ میں ویسٹ کو بڑا بے وقوف سمجھتا ہوں کہ ہم اکیلے ہیں۔ ہمیں ہی بس بنا کر اللہ میاں چھٹی کر گیا۔ بہت کام تھا جو ہماری وجہ سے وہ تھک گیا ہو I never believed it تا آنکہ اللہ نے وضاحت کردی کہ میاں تمہارا شک صحیح ہے تم اکیلے نہیں ہو۔ میں نے سات آسمان بنائے ہیں اور سات زمینیں بنائی ہیں" اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ "

سات آسمان بنائے ہیں اور سات زمینیں اسی طرح کی۔ اب دوسرا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ کیا وہاں بھی ہمارے جیسے لوگ ہیں؟ ہم ہیں؟ ہماری کوئی قسم ہے؟ کیا وہاں کتاب اترتی ہے؟ کیا وہاں قرآن کا نزول ہوتا ہے؟ فرمایا ہاں کہ "**اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ** " ساری زمینوں میں میرا امر اترتا ہے۔ **لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ** "{الطلاق:12} تا کہ تم جان سکو اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جیسے میرا گمان تھا کہ اللہ میاں مجھے بنا کر تھک گیا ایسا بالکل نہیں ہے۔ یہ کسی کافر کا خیال ہو سکتا ہے جیسے کسی یہودی کا خیال ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات بناتے وقت چھ دن کام کیا اور ساتویں دن ریسٹ کیا۔ ریسٹ کرنا اس کی صلاحیت اور خاصیت نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں سختی سے فرمایا کہ ان جاہلوں کی تقلید نہ کرنا' اللہ میاں تھکنے والا اور ریسٹ کرنے والا نہیں ہے۔ خداوند کریم نے سات آسمان بنائے اور سات زمینیں بنائیں جن میں ہمارے اور آپ جیسے لوگ ہیں۔ ان کے انبیاء ہیں۔ کتاب یہی ہے امر یہی ہے چلانے کا شیڈول یہی ہے۔ ایک اور بات کہ کیا ہم ایک ہی ہیں اپنی یونیورس میں؟ کیا ہم ہی وجود رکھتے ہیں؟ کیا اس کائنات میں ایک ہم نے ہی آنا تھا ہم نے ہی جانا تھا؟ افسوس کی بات ہے کہ اس پہ کوئی Agreement نہیں چل رہا تھا۔ میں آپ کو اس کی طرف سے باتیں بتا رہا ہوں تو اس کا مقصدِ تخلیق یہ ہے کہ اس نے انسان کے لیے کائنات بنائی۔ انسان کو ٹیسٹنگ دی۔ باقی کچھ واقعات ہوئے اس نے گروتھ میں Spontaneous کی بجائے انسان کو پلانٹ کیا' جہاں سے وہ Grow کر رہا ہے۔ اس کی ٹیسٹنگ مراد ہے۔ ٹیسٹنگ کے بعد ڈیکلیریشن مراد ہے۔ آگے ان کے اسبابِ نجات ہیں۔ اسباب خراج ہیں۔ یہ سارا کچھ کرنے کے بعد آپ کا حساب و کتاب ہوگا۔ آپ جنتوں میں چلے گئے۔ معاذ اللہ استغفر اللہ کوئی ایسا بدبخت نہ ہو جو دوزخ میں جائے۔ اس کے بعد داستان ختم نہیں ہوتی۔ اللہ کے ویژن میں نہیں ختم ہوتی۔ پھر کیا ہوا؟ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں جتنی اللہ چاہے گا اتنی جگہ خالی رہے گی۔ جنت بہت بڑی ہے بہت بڑی پھر اس کے لیے اللہ تعالیٰ دوسری مخلوق پیدا کرے گا۔ اب آپ کو سمجھ آئی بات کہ یہ ایک مسلسل پروسس ہے۔ تخلیق

ایک مسلسل پروسس ہے۔ بھرنا جنت کو ہے جو بھری نہیں جا سکتی۔ جنت نہیں بھری جا سکتی۔ میں اس کی مثال دیتا ہوں۔ Andromeda galaxy جو ہمارے بڑے قریب ہے اور اتنی بڑی بھی نہیں ہے چھوٹی سی گلیکسی ہے۔ اس میں دو سو بلین گلیکسیز ہیں۔ دو سو بلین میں سے ایک گلیکسی میں ایک کھرب ستارے ہیں۔ فرض کرو اللہ میاں نے جنت میں نہ بھیجنا ہوتا' ہم میں سے ایک ایک آدمی کو اٹھا کر اینڈرومیڈا میں ایک ایک ستارہ دے دیتا تو بھی اس گلیکسی میں جگہ ختم نہ ہوتی۔ حیرانی کی بات یہ ہے جنت کے بارے میں وہ کہتا ہے کہ میری جنت اتنی بڑی ہے **"وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ"** کہ اس کا عرض جو ہے **"وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ" {الحدید:21}** ساتوں آسمانوں اور زمینوں سے بھی بڑا ہے۔ اب اس میں کتنی گلیکسیز آتی ہوں گی؟ کتنے سٹارز آتے ہوں گے؟ میرے تصور سے تو بالاتر ہے۔ Frankly telling you میرا تصور وہاں تک نہیں جاتا مگر اتنا مجھے پتا ہے کہ زمین پر آبادی اگر ایک دن میں بھی دو دو دس دس ارب بڑھتی جائے اور ایک ارب سال بھی بڑھتی جائے تو اس کے ایک دوسرے ستارے میں آ جائے گی یہ جا ئیگی۔ جنت میں So, this is impossible to say. کہ جنت کب بھری جائے گی۔ اس کے لیے ایک پروسس چاہیے۔ انسانوں کی آبادی کا ایک Continuous process چاہیے۔ ان کی پرکھ جاری رہنی چاہیے۔ **"مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ" {هود:107}** جب تک آسمان و زمین قائم ہیں انسان زمینوں پہ اترتے رہیں گے ساتوں زمینوں پہ۔ میں نے اپنی طرف سے ایک جاہلانہ سا تصور رکھا ہوا ہے کہ سات کی Figure ہے تو ہو سکتا ہے ٹوٹل 49 زمینیں ہوں' سات سات مرتبہ انسان ہوں۔ اب سات زمینوں پہ سات انسان ہیں' پھر سات سات مرتبہ زمینیں Repeat ہوں تو ان ٹوٹل 49 زمینوں کا جو نیٹ ورک ہے وہ جنت میں جائے گا۔ یہ حدیث اس پر ناطق ہے کہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں جتنی اللہ تعالیٰ چاہے گا اتنی جگہ خالی رہ جائے گی پھر اللہ تعالیٰ اس کے لیے دوسری مخلوق پیدا کرے گا اسے آزمائے گا پھر وہ لوگ جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ اس کی شہادت حضرت انسؓ کی دوسری حدیث سے بھی ملتی ہے کہ روایت

ہے رسول ﷺ نے فرمایا ہمیشہ جہنم میں لوگ ڈالے جائیں گے ۔اب اس پہ جو اللہ کی رحمت بے کراں ہے اس کا بھی ذرا حساب دیکھ لیں کہ ہمیشہ جہنم میں لوگ ڈالے جائیں گے ۔ ہمیشہ کا لفظ استعمال ہوا ہے It's not us only اور بھی بڑے آئیں گے باقی زمینوں سے بھی آئیں گے ۔ ہمیشہ لوگ جہنم میں لوگ ڈالے جائیں گے اور وہ یہی کہے گی کہ کچھ اور کچھ اور یہاں تک کہ پروردگار عزت والا اپنا قدم اس میں رکھ دے گا تب وہ سمٹ کر ایک میں ایک رہ جائے گی اور کہے گی کہ بس بس قسم ہے تیری عزت اور کرم کی ۔ مگر اس کے اُلٹ جنت میں ہمیشہ جگہ خالی رہے گی ۔ یہاں تک کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ ایک مخلوق کو پیدا کرے گا اور اس کو اس جگہ میں رکھے گا۔ یہاں ایک نیا آئیڈیا آیا ہے کہ جنت کبھی بھی بھری نہیں جائے گی' بے حساب ہے ناں' اس لیے Every Muslim must be sure of his seat in heaven, every Muslim. یہ آپ کو یقین ہونا چاہیے کیونکہ جنت کا Ultimate criteria بہت مختصر ہے ۔ رسول اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ جس نے ایک مرتبہ بھی دل سے کہا **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ" رَّسُوْلُ اللّٰہ** اس پہ دوزخ حرام کردی گئی ۔ کسی صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ چاہے اس نے گناہ کبیرہ کئے ہوئے ہوں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا چاہے گناہ کبیرہ کئے ہوں ۔ اتنی بڑی رعایت ہے ۔ اتنی رعایت اتنا بڑا کرم اتنی بڑی محبت اتنی بڑی نعمت جو اللہ کی طرف سے ملتی ہے ۔ نہ یہ کسی مفروضہ حکمران کی طرف سے ملتی ہے اور نہ آپ کے کسی موجود حکمران سے ملے گی ۔ تو Obviously اتنی بڑی Grace آپ کو مل رہی ہو تو آپ کے پاس اس محبوب کائنات اس پروردگار عالم اس اللہ سے محبت کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ جاتا ۔ ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں رہ جاتا کہ ہم اس کو نہ مانیں ۔ آپ کو ایک آخری آیت سنانا چاہتا ہوں ۔ یہ بڑی دلچسپ آیت ہے' یہ Curtain کے Draw ہونے کی ہے ۔ وقت پورا ہو گیا ۔ لوگ اکٹھے ہو گئے ۔ قیامت کی گھڑی آن پہنچی ۔ زمین پھیلا دی گئی ۔ لوگ کھڑے ہو گئے ۔ اب انتظار ہے اس کائنات کے مالک کا اور جو ہمارے ساتھ ہونے والا ہے' اس کو آپ اب بھی Imagine کر سکتے ہو یہ اس Imagination کو تقویت دینے والی آیت ہے ۔ "وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا "

{الزمر:69} وہ دن یاد کرو جب زمین تمہارے رب کے نور سے چمک جائے گی۔ وہ وقت جب خدا کے نور سے زمین چمک جائے گی۔ لوگ حساب کے لیے جمع ہوں گے۔ منظر بڑا خوبصورت ہوگا۔ اگر دل میں کوئی خوف نہ ہو تو اس منظر کے لیے بھی جان جاتی ہے۔ یہ جو اس وقت Depict کیا گیا ہے' جو پکچر دی گئی ہے اور اتنی Exact picture ہے' اتنی موثر ہے میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں Before it come to the end بڑے ثقہ عالم کے ریفرنس سے ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ اپنی مخلوق کو..... اس حدیث سے بڑے بڑے اشتباہ بھی رخصت ہو جاتے ہیں' کس کا حساب ہوگا؟ کیسے حساب ہوگا؟ اس میں لطافت کا ایک پہلو یہ ہے The sight of the beauty that will be created over there. اگر میں اس میں شامل نہ ہوتا' اگر میں حساب کی مخلوق میں شامل نہ ہوتا تو یقین جانو مجھے اتنا مزا کسی چیز سے نہ آتا جتنا اس واقعہ سے آتا جو اس وقت ہونے والا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اللہ اپنی تمام مخلوقات کو سب انسانوں کو کل جنات کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا' تمام جانور چوپائے درندے پرندے اور کل مخلوق وہاں ہوگی۔ مشورہ یہ ہے کہ پکھو درندے شرندے بلا لوتا کہ اس وقت تمہیں شبہ نہ پڑے کہ یہ کسی اور کے ہیں۔ جیسے حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ میں ہوا تھا کہ پرندے بلا لو تاکہ تمہیں یہ خیال نہ ہو کہ کسی اور کے پرندے ہیں۔ اس دن پرند چرند درند اور جنات وغیرہ یہ سارے کے سارے وہاں جمع ہوں گے۔ پھر آسمان پھٹے گا اور اس کے فرشتے اتریں گے جو تمام مخلوق کو دو طرف سے گھیر لیں گے۔ آسمان پھٹے گا Vehicles will be come علامت کو Define کرنا پڑتا ہے' سمجھنا پڑتا ہے۔ ہمیں خیال آتا ہے کہ شاید ایک ایک فرشتہ اترے گا یا شاید ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ اس کی Explanation میں ایسی چیزیں جو بعض اوقات بڑی Naive لگتی ہیں مگر وہ Naive نہیں ہوتیں ان کو Explain کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے اپنے ٹیکسٹ میں Exlpain کرنا پڑتا ہے۔ وہ فرشتے جو اتریں گے گنتی میں بہت زیادہ ہوں گے۔ پھر دوسرا آسمان پھٹے گا اور اس کے فرشتے اتریں گے جو تمام مخلوق کو دو طرف سے گھیر لیں گے اور وہ گنتی میں بہت زیادہ ہوں گے۔ دیکھو جب حدیث میں یہ آیا کہ وہ گنتی میں بہت

زیادہ ہوں گے It is for the assurity of the statement. جیسے بعض لوگ
کہہ دیتے ہیں کہ وہ چار اتریں گے لیکن حدیث کے الفاظ سے ایسے لگتا ہے کہ دیکھنے والا اس
منظر کو دیکھ رہا ہے۔ چونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے تو غالباً وہ اس کو وژن میں رکھتے ہیں۔
ایک تو ان کو اس طرح بتایا گیا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں' دوسرا یہ کہ ان کو وہ وژن میں دکھا دیا گیا'
جیسے انہیں ریہرسل کرادی گئی کہ وہ منظر ایسے ہوگا۔ تو سب فرشتے تمام مخلوق کو وہ طرف سے گھیر لیں
گے اور وہ گنتی میں بہت زیادہ ہیں پھر تیسرا آسمان شق ہوگا اس کے بھی فرشتے اتر آئیں
گے۔ دونوں آسمانوں کے فرشتے مل کر زمین کی مخلوق کو گھیر لیں گے اور تعداد میں وہ زمین کی مخلوق
سے بھی زیادہ ہوں گے Very exciting کیا خیال ہے؟ Very very exciting' اپنی
فکر نہ ہو تو بڑا Exciting منظر ہوگا۔ سب کو گھیر کے کھڑے ہو جائیں گے۔ پھر اسی طرح چوتھا
پانچواں چھٹا اور ساتواں آسمان پھٹے گا پھر ہمارا رب عزوجل ابر کے سائے میں تشریف لائے گا۔
ایک بڑے مزے کی بات ہے جو تھوڑا سا آگے چل کر آپ کو بتاتا ہوں۔ اس کے ارد گرد بزرگ تر
پاک فرشتے ہوں گے جو ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کی کل مخلوق سے زیادہ ہوں گے۔ ان
پہ سینگوں جیسے نشان ہوں گے۔ The vision is complete ان پہ سینگوں جیسے نشان
ہوں گے۔ سینگوں کے نشان کا مطلب یہ ہے There would be some kind of
symbol. ان کے سر پہ خود ہوں گے یا ان کی جو بھی سواریاں ہوں گی ان کے اوپر اس طرح
سینگوں کے نشان ہوں گے جیسے کلپ سا بنا ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے آج کل بھی بہت سارے
نشان ایسے بنتے ہیں جو سر سے ہوتے ہوئے دونوں اطراف سے نیچے آ کے جڑتے ہیں۔ اس کے
لیے ایک اور بھی لفظ ہے بڑا معقول سا ہے شاید اس قسم کے نشان ہوں۔ ابھی ایک اور بڑی
Important چیز ہے ہم نے ذرا محاورہ اور مثال کو ایڈجسٹ کرتا ہے۔ وہ اللہ کے عرش کے نیچے
اللہ کی تسبیح تہلیل و تقدیس بیان کریں گے۔ ادھر زیادہ تر جو کلمہ چل رہا ہوگا وہ الحمد للہ رب
العالمین ہوگا۔ ابھی وہ آواز نہیں آئے گی جو خدا نے بالآخر زمین والوں کو دینی ہے۔ ان فرشتوں
کے تلوے سے لے کر ٹخنے تک کا فاصلہ پانچ سو سال کا ہوگا۔ This is very

important کہ ٹخنے سے لیکر جو راستہ ہے It looks like they won't be absolutely on earth. ان کے شعاعی وجود سے آپ کے اعلیٰ ترین منصب کے سیلاب کی طرح جو کچھ نکلے گا وہ ہر طرف سے زمین کو فُل فلڈ لائٹس کی شکل میں روشنی میں نہلا دے گا۔ جو ملائکہ زمین پہ اتر رہے ہوں گے انہوں نے زمین کے چپے چپے کو گھیرا ہوا ہوگا اور ان کی لائٹس کے Distances اتنے فاصلے پہ بھی نظر آئیں گے۔ اگر اس سارے فاصلے کو جمع کیا جائے تو لگتا ہے All of them will not be down on rearth بلکہ وہ آسمانوں سے واق گر کے وہیں سے تسبیح دیں گے۔ تو یہ پندرہ سو سالوں کا فاصلہ بنتا ہے۔ اگر آپ ایک دن کے چوبیس گھنٹے دیکھ لیں تو You will understand کہ کتنی دوری کے فاصلے پہ وہ نکلے ہوئے ہوں گے اور ان کی شعاعیں یا ان کے انسٹرومنٹس کی جو لائٹس ہیں وہ ہم تک زمین پہ پہنچ رہی ہوں گی۔ اور ٹخنے سے گھٹنے تک کا بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا: One thousand year' ٹخنے سے ناف تک' گردن سے کان کی لو تک بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا۔ یہ مختصراً آپ کو بتا رہا ہے کہ جو بھی آسمان سے ملائکہ اتریں گے زمین پہ ان کی روشنی پڑے گی اور اوپر جس بھی Constitution of mechanism میں ہوں گے وہاں تک بھی اتنا فاصلہ ہوگا کہ کسی انسان کی رسائی ان کے ہاتھوں تک نہیں ہوگی۔ کہ They will be watching from outside جیسے کوئی بہت بڑی بے شمار اور بے اندازہ قسم کی اڑن طشتریاں آ جائیں ان کی جو لائٹس نیچے آ رہی ہوں ان کا وجود اس لائٹ سے ماپا جا رہا ہے کہ ان کی Height اور ان کے وجود میں اتنا فاصلہ ہوگا۔ ان کے اوپر سر تک کا بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا۔ حضرت ابن عباس کا فرمان ہے کہ قیامت کا نام یوم التلاق ہے (ت ت ت) اس لیے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس میں زمین اور آسمان والے ملیں گے۔ یعنی یہ پہلا سین (Scene) ہوگا' یہ پہلا ملاپ ہے جو زمین و آسمان والوں کا ہوگا۔ آسمان سے ملائکہ اور زمین سے انسان ایک جگہ اکٹھے ہو رہے ہوں گے۔ انہیں دیکھ کر پہلے تو محشر والے سمجھیں گے کہ اللہ آ گیا' ہمارا اللہ۔ لیکن فرشتے کہیں گے ..... اے ٹھہر جاؤ اے نہیں آیا' اے ٹھہر جاؤ رک جاؤ (ابھی ٹھہر جاؤ ابھی نہیں آیا' ابھی ٹھہر جاؤ رک جاؤ)۔ کیونکہ

وہ تو پہلے ہی سجدے میں جانے کے چکر میں ہوں گے وہاں بڑا بڑا Opportunist ہوگا' ساری عمر گزار کر کے اس خیال میں ہوگا کہ جو پہلے سجدہ دے گا شاید اسے بچت ہو جائے۔ وہ کہیں گے ابھی نہیں ابھی نہیں' فضول سجدے نہ ضائع کرو ابھی وقت ہے۔ فرشتے سمجھا دیں گے کہ وہ آنے والا ہے ابھی تک نازل نہیں ہوا۔ پھر جب ساتوں آسمانوں کے فرشتے آ جائیں گے اللہ اپنے عرش پہ تشریف لائے گا. It is the huge most galaxial star, huge most جس کی اتنی بڑی وسعت ہے کہ وہ زمین و آسمان سے بڑا ہے جسے آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ I make it very clear to you کہ "اٹھائے" کا مطلب کیا ہے؟ دراصل جیسے ہم کہتے ہیں یہ پہیہ ہے یا وہ اس کا مقام ہے تو یہ اس کے لینڈنگ گیئرز ہیں یہ آٹھ۔ مگر ان کو فرشتہ اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ کسی مکینیکل سسٹم کے تحت نہیں۔ یہ ٹرانسفارمر ڈ چیزیں ہیں جو کسی وقت بھی کسی چیز کو نیچے اتارنے کے لیے استعمال کی جا سکیں گی۔ یہ ملائک ہی ہیں جو حکم سنتے ہیں۔ یہ کسی مکینیکل سسٹم کے تحت نہیں بلکہ اعلیٰ پائے کے ٹرانسفارمر ہیں۔ میرا خیال ہے اب انسان نے بھی چھوٹے چھوٹے ملٹی پل ٹرانسفارمر بنانے شروع کر دیے ہیں کہ جو گاڑی بھی بن جاتے ہیں، روبو بھی بن جاتے ہیں۔ بہر حال اللہ کی صنعت اس سے بہت بلند و بالا ہے۔ یہ وہ آٹھ فرشتے ہیں جو اس کے عرش کو تھامنے کے لیے اس کے زیر سایہ عرش کو سہارا دیتے ہیں۔ آگے پھر ان کے فاصلے درج ہیں کہ ٹخنے سے گھٹنے کا فاصلہ ستر سال کا ہوگا۔ اسی طرح اوپر کی دیگر چیزوں کے فاصلے ہوں گے۔ ہر فرشتہ دوسرے سے علیحدہ اور جداگانہ ہے۔ یہ تفصیل بڑی Important ہے اور سوائے اس کے Exactly کسی کے ذہن میں نہیں آ سکتی۔ ہر ایک کی ٹھوڑی اس کے سینے سے لگی ہوئی' جرأت ادب سے آنکھیں نہیں اٹھا سکتے۔ چلیں چلتے چلتے آپ کو وظیفہ بھی مل جائے گا۔ ان کا ایک مخصوص وظیفہ ہوگا۔ یہ حاملین عرش کا وظیفہ ہے "سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْس" یہ حاملین عرش کا وظیفہ ہے۔ عرش کے حاملین فرشتے اس وظیفے کو پڑھیں گے "سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْس" ان کے سروں پر چمکیلی ایک چیز ہوگی سرخ شفق کی طرح۔ Most probably if I guess میرا خیال ہے کہ اندھیرے اور روشنی میں It could be جو ہمارے پاس

ہو سکتا ہے کہ شعاعوں کا Infrared کی طرح سرخ شفق میں ہیں یہ وہ شعاعیں Feasible ہے۔ ایک بہت بڑا آسمان ان کے سروں پر ہو۔ یہ وہ منظر ہے اور اتفاق کی بات یہ ہے کہ ہمارے لیے اس میں کوئی خوشی کا پہلو نہیں ہوگا۔ بلکہ جب وہ اترے گا تو آواز دے گا **"لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْم"** ملک کس کا ہے؟ کون بادشاہ ہے؟ کسے جرأت تکبر ہے؟ بڑے بڑے فرعون و ہامان آج کدھر ہیں؟ بش نہیں بلیئر نہیں کوئی بھی نہیں **"لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْم"** مگر جواب دینا کسی کے بس کی بات نہیں ہوگی۔ سارے خوف زدہ ہوں گے۔ اسے خود ہی جواب دینا پڑے گا۔ وہ خود ہی جواب دے گا **"لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّار"** {غافر: 16} اس واحد اور قہار رب کا ہے جو ساری زمینوں اور آسمان کا بادشاہ ہے۔ اس کے بغیر کسی کو جرأت کلام نہیں جرأت مجال نہیں۔ ہم بھی اپنی گستاخیوں کی معافی طلب کرتے ہوئے اس باب زندگی کو ختم کرنے کی جسارت کرتے ہیں۔

و ما علینا الا البلاغ

سوال و جواب

Q:An only potent God should have created this world in lesser time so why He claims to pose a time of six days and seven nights?

ج: خواتین و حضرات ! Welcome back and with what a strange question to ask بات یہ ہے کہ آپ کے پاس وقت کا کوئی تصور نہیں، نہ less کا نہ زیادہ کا۔ خدا کے وقت سے ہی آپ یہ کمی اور بیشی کا تصور پیدا کر رہے ہو۔ جیسے میں نے پہلے آپ سے کہا کہ معجزہ زمان و مکاں میں ایک Exception ہوتی ہے۔ اگر وہ زمانے کو مختصر کرنا چاہے، وقت کو مختصر کرنا چاہے، آپ کے سامنے میں نے ایک مثال دی تھی کہ وہ سو سال کو ایک پل میں مختصر کر سکتا ہے۔ وہ ایک سو سال کو رات اور دن میں مختصر کر سکتا ہے۔ پھر یہ سوال Valid نہیں رہتا۔ پھر یہ بات اس کی مرضی پر چلی جاتی ہے۔ جس قسم کا یہ سوال ہے اس سے لگتا ہے کہ آپ چاہتے ہو کہ خدا کائنات کو آپ کی مرضی پہ چلائے مگر افسوس یہ ہے کہ ہم اتنے اچھے منتظم نہیں ہیں۔ ہم یہ اعتراف کرنے پہ مجبور ہیں کہ خدا ہم سے بہت بہتر منتظم ہے۔

سبحان اللہ تعالیٰ

س: اگر انسان کا مقدر ہے تو انسان کے بس میں کتنا کچھ ہے؟ کیا انسان کی روزی یا رزق کسی قوم کی مجموعی حالت کا مرہونِ منت ہے؟

ج: جی نہیں! بلکہ اس لیکچر میں میں نے آپ کو Details دی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کائناتی نظام رکھا ہے اس میں کسی قسم کی کوئی قوت کسی اور کے سپرد کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جب تک کوئی دوسرا خدا نہ تخلیق کر لیتا اسی میرٹ کا ایک فرد نہ تخلیق کر لیتا' ایک ذات نہ تخلیق کر لیتا اپنی حیثیت اور اپنی اہلیتوں کو دوسری طرف منتقل نہیں کر سکتا تھا۔ ایسی کوئی Creation موجود نہیں تھی' ایسی کوئی دوسری ذات موجود نہ تھی' جیسے اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبصورتی سے ایک مختصری آیت میں بیان کیا ہے کہ اگر کائنات میں دو خدا ہوتے تو فساد ہو جاتا۔ سو ہمیں یہ پورا پورا یقین ہے کہ جوں جوں ہماری تعلیم آگے بڑھ رہی ہے ہم محسوس کرتے ہیں کہ The rule of the universe and the manual of existence. ایک ہے۔ Separate powers نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے یہ ایک ہی قوت کا نظام ہے جو اتنی خوبصورتی سے چل رہا ہے۔ اور اگر یہ کسی اور قوتوں کے سپرد کیا جاتا تو نہ یہ Efficiency ہوتی نہ یہ Regularity ہوتی اور نہ ہی کسی قسم کا امن ہوتا۔ Therefore, we consider God as an Authority who knows کہ اس کائنات کے امن میں سکون میں اس کے عمل درآمد میں کوئی اور ہستی نہ اس کے برابر پہنچ سکتی ہے نہ اس کے کسی بھی Consecutive status کو چیلنج کر سکتی ہے۔ یہ ایک جبر ہے جو آپ کی آسانی کے لیے اللہ نے مسلط کیا۔

س: پروفیسر صاحب آپ نے کہا کہ خدا زمین و آسمان کو اپنے ہاتھ پر لپیٹ لے گا۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا انسان کی طرح خدا بھی کوئی وجود رکھتا ہے؟

ج: نہیں خدا انسان کی طرح وجود نہیں رکھتا مگر انسان جو ہے خدا کی مشابہت پہ پیدا کیا گیا ہے۔ پھر وہی بات ہے کہ ہم اس کو اپنے اینگل سے اگر دیکھنا چھوڑ دیں تو پھر ہمیں بات زیادہ بہتر سمجھ آ جاتی ہے۔ ایک بہت بڑے پریکٹیکل اور سائنٹیفک مغالطے کی بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنی محدود انفارمیشن اور جزوی اینگل سے خدا کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ یہ جتنے سوال آپ کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں اس لمیٹڈ اور محدود سمجھ کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر آپ اس طرح

کہیں اور اللہ نے قرآن میں کہا بھی ہے کہ ہم نے انسان کو اپنی فطرت پہ پیدا کیا ہے۔ اس فطرت میں کیا جسمانی ساخت بھی ہو سکتی ہے کہ نہیں اس میں تھوڑا سا فرق ہے۔ فرق یہ ہے کہ ہماری یہ جسمانی ساخت بھی اصلی نہیں ہے اور ہم بھی ایک قید خانے میں ہیں۔ جیسے حدیث مشہور ہے ''اَلدُّنیَا سِجْنُ الْمُؤْمِن'' یہ دنیا ایک قید خانہ ہے اور یہ بدن بھی قید خانہ ہے۔ ہمارا اصلی وجود کیا ہے؟ یہ صرف اللہ کو پتہ ہے۔ اور یہ جو خدا کا نائب السلطنت ہونا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پروردگار عالم نے کچھ ایسی صلاحیتیں بھی دے رکھی ہیں کہ ہم اس کی عبادت کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ مگر آج نہیں تو کل جب ہمیں اس جسمانی حدود سے رہائی ملے گی اور ہم کائنات بالا میں اپنے مناصب کو پہنچیں گے تو پھر یقیناً ہم کہہ سکتے ہیں کہ خدا ہمیں کچھ لبرٹیز عطا کرے گا جس سے ہم معاملات کائنات کچھ سنوار لیں گے۔

س: پروفیسر صاحب سورہ قمر میں جو شق القمر کا معجزہ ہے کیا واقعی چاند جیسا بڑا کرہ دو ٹکڑے ہوا اور کسی دوسرے ملک میں نظر نہیں آیا؟

ج: ظاہر ہے کہ جب کوئی اتنا بڑا معجزہ ہو رہا ہو یا کوئی کائناتی تغیر ہو رہا ہو تو اس سے پہلے سب کو انفارمیشن ہوتی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ ایسا ہو تو یقیناً ایسا ہوا۔ اگرچہ دو چار شہادتیں موجود ہیں کہ چاند کے دو ٹکڑے ہونے کو روایتی طور پر کچھ اور تہذیبوں میں بھی دیکھا گیا ہے مگر ہمیں مصدقہ اطلاع نہیں ملی۔ اور اگر ہم Quote بھی کریں گے تو کوئی دوسرا اس سے انکار کر دے گا کہ ایسا نہیں ہوا۔ مگر یہ کوئی illusion نہیں تھا۔ یہ کوئی نظر کا دھوکہ نہیں تھا کیونکہ جادو میں اور خدا کے کاموں میں یہ فرق ہے کہ وہاں ایک حقیقی مثال پیدا کی جاتی ہے اور سحر میں ایک illusion ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ نے ان کی نظر بندی کر دی تھی یا انہیں فورس کیا کہ وہ ایسے دیکھیں بلکہ چاند واقعی دو ٹکڑے ہوا تھا۔ اس کی شہادت آپ کو ناسا سے مل سکتی ہے اور وہ لوگ جو چاند پر گئے انہوں نے ایک امکان کا اظہار کیا ہے۔ بہت پرانی بات ہے I am not sure about it مگر جب میں نے ناسا کے ایک ترجمان کا بیان پڑھا تھا کہ چاند کے اندر ایک دراز ایسی موجود ہے جو اس کے شرقاً غرباً جاتی ہے اور اس وقت اس کا نام عرب شرزم رکھا گیا۔ اسی

They thought that this could be a recitation معجزے کی وجہ سے
کہ جہاں قرآن میں یہ دعویٰ موجود ہے کہ جب وہ ساعت قریب آئی of the saying
"اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ "{القمر:1} کہ وہ ساعت قریب آئی اور چاند
دوٹکڑے ہو گیا۔

س:بشر تانج اور انفارمیشن میں کیا فرق ہے؟

ج:انفارمیشن صرف اطلاع ہوتی ہے۔اس سے نتائج اخذ کرنے آگے بڑھانے اور
اسے استعمال کرنے کو ہم علم کہتے ہیں۔

س:کائنات کی تخلیق میں بنیادی اکائی روح کی ہے۔کیا کسی سائنسدان نے کبھی
ریسرچ کی کوشش کی کہ روح کے دھاگے کہاں سے شروع ہوتے ہیں اور کہاں کٹتے ہیں؟

ج:دو مفروضے ہیں ایک تو آپ نے حتمی فیصلہ دیا کہ یہ روح سے ہے Which I
personally don't know اگر میں یہ کہوں کہ روح اللہ کا حکم ہے تو یہ بہتر ہوگا کیونکہ
کائنات کی تخلیق میں جو بھی بات جائے گی خدا پر جائے گی پیچھے جو اس کا ڈیزائن ہے اسی پہ جائے
گی۔اگر میں یہ کہوں کہ یہ روح تھی تو یہ غلط ہوگا۔اگر کہوں یہ جسم ہے تو بھی غلط ہوگا۔کیونکہ اتنی
انفارمیشن ہم میں سے کسی کے پاس نہیں ہے۔مگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کائنات اللہ کے حکم سے تخلیق
ہوئی اور اسی کے ڈیزائن کے مطابق فروغ پا رہی ہے۔وہ جب چاہے گا اسے فنا کر دے گا "کُلُّ
مَنۡ عَلَيۡهَا فَانٍ "{الرحمن:57} تو اس میں کسی دوسرے عنصر کا دخل نہیں ہوتا۔قرآن پڑھ لو تو
آپ کو پتہ لگے گا کہ یہ امر عالم امر سے خدا کے احکام کا ایک نتیجہ ہے "وَإِذَا قَضَى أَمۡرًا" جب ہم
کسی امر کا ارادہ کر لیتے ہیں "فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنۡ فَيَكُونُ "{البقرہ:117}

س:پروفیسر صاحب!یہ آن لائن سوال ہے۔آسٹریلیا سے فرماتے ہیں کہ براہ کرم نور
کے معنی واضح کیجئے اس آیت کی روشنی میں "اللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيۡنَ آمَنُوا يُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمَاتِ
إِلَى النُّوۡرِ "اس آیت کا دوسرا حصہ بھی ہے۔ایک کافر نور کا حامل کیسے ہو سکتا ہے؟

ج:اس آیت میں یہ نہیں کہا گیا۔اس آیت میں ایک بیلنس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے

کہ انسان جب پیدا ہوتا ہے تو اس میں خیر اور شر کی دونوں صلاحتیں موجود ہوتی ہیں مگر اس نے ابھی قدم اٹھایا نہیں ہوتا۔ اور جب اس کی آرزو بنتی ہے جب وہ خیال کرتا ہے جب وہ اچھی طرح غور کر لیتا ہے اور فیصلہ کرتا ہے کہ مجھے اللہ کو جانا ہے یا غیر اللہ کو جانا ہے۔ تو پھر اللہ کا حکم جاری ہو جاتا ہے اور جو لوگ اللہ کے رستے میں جہاد کرتے ہیں ان کو راستہ دکھایا جاتا ہے۔ تو یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جنہوں نے سوچا دیکھا سمجھا اور فیصلہ کیا کہ ہم نے اس جملہ انتشار کی دنیا میں خدا کا ساتھ چننا ہے۔ تو پھر " **اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ** "{البقرہ:257} تو اس کا مطلب یہ بنے گا کہ پھر اللہ ان عناصر کو جو اس کی گمراہی کا باعث بنتے ہیں ان کو Gradually slowly eliminate کرتا چلا جاتا ہے تا کہ میرے اس بندے کی ہدایت کے رستے میں رکاوٹ نہ بنیں اور پھر وہ دوسرے رستے کو متعین کرتا ہے۔ جو لوگ اس کی آرزو نہیں کرتے یا وہ دنیا کی مسرتوں کا شکار ہو جاتے ہیں یا ہدایت کے رستوں کو ترک کر دیتے ہیں۔ پھر خداوند کریم ان کے لیے رستہ کھلا چھوڑ دیتا ہے اور پھر گمراہی کی طرف جانے سے ان کو کوئی ذات روکتی نہیں ہے۔

س: پوچھا گیا ہے کہ روز محشر جب میرا حساب ہوگا اور جب مجھ سے سوالات پوچھے جائیں گے تو کیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکوں گا؟ اور روز محشر کیا منظر نامہ ہوگا؟

ج: روز محشر کوئی سوال نہیں پوچھے جائیں گے۔ وہ ایسا وقت نہیں ہے۔ سوال و جواب تو قبر میں پورے ہو جائیں گے اور Decision بھی قبر میں آ جائے گا۔ اس لیے کہ ملائکہ ادھر آ کر آپ سے بڑے بڑے سوال کرتے ہیں مَــنْ رَبُّكَ؟ مَــنْ نَبِيُّكَ؟ کون رب تھا؟ کون نبی تھا؟ کیا رستہ چنا؟ کس رستے پہ چلے؟ اس کے بعد اللہ کی طرف سے جواب آئے گا کہ میرے بندے نے جھوٹ کہا یا میرے بندے نے سچ کہا۔ درمیان میں کوئی ایسا امکان نہیں ہوگا۔ اگر کوئی نفاق والا ہے تو اس کے اوپر لعنت آ جائے گی کہ یہ غلط کہہ رہا ہے جھوٹ کہہ رہا ہے۔ البتہ اس کو یوم الدین کہتے ہیں۔ قیامت کا دن یوم الدین ہوگا لیکن اس میں خدا کے سوال و جواب نہیں ہیں۔ مگر آپ کے ذمہ بطور انسان کوئی قرض باقی ہیں کوئی حادثات باقی ہیں کوئی غلطیاں باقی

ہیں تو پھر ان کا حساب کتاب ضرور ہوگا۔ نامہ، اعمال دراصل ہماری اپنی خطاؤں سے اور اپنی نیکیوں سے بھرا ہوا ہوگا اور اس کی جوابدہی کے حوالے سے اللہ کو کوئی غرض نہیں ہے۔ اللہ قرآن مجید میں بار بار کہتا ہے اگر تم برے ہو تو اپنے لیے، اچھے ہو تو اپنے لیے نماز پڑھتے ہو تو اپنے لیے نہیں پڑھتے تو اپنے لیے۔ تو یوم الدین میں آپ کو صرف ایک End result دیا جائے گا۔ This is what which you had been doing and this is the result. وہ literally ایک ہی ہے جو آپ کے حوالے کیا جائے گا۔ اگر آپ اس کو Question کرو گے کہ میں نے یہ نہیں کیا تو پھر ویڈیو آن کر دی جائے گی۔

س: سورۃ البقرہ کے ریفرنس سے سوال کیا گیا ہے کہ اللہ کے رنگ سے کیا مراد ہے اسے کیسے اختیار کیا جائے؟

ج: "This is one of the most beautiful verse of the Holy Quran. صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُوْنَ" (البقرہ:138) تو یہاں دو لفظوں میں وضاحت ہوتی ہے کہ عبادت کا اصل مطلب کیا ہے۔ عبادت کا اصل مطلب یہ ہے خدا کے رنگ میں رنگے جانا۔ خدا کی طرح مہربان ہونا' خدا کی طرح کریم ہونا' خدا کی طرح Generous ہونا۔ اب اللہ کی طرح Generous تو کوئی نہیں ہو سکتا لیکن اگر زمین پہ خدا کو چاہتے ہو تو پھر آپ کا نام متوکل ہوگا۔ آپ اللہ پہ بھروسہ کرو گے اور کسی قسم کے بھی خطرات کو دل میں نہ لاؤ گے۔ کسی نے کسی درویش سے پوچھا کہ کھاتا ہے؟ تو اس نے کہا تو اتنا جاہل ہے تجھے یہ بھی نہیں پتہ کہ کھانا کہاں سے آتا ہے تو پوچھتا کیوں ہے۔ ظاہر ہے کہ جب لوگ ایسے متوکل ہو جائیں گے کہ اپنے جسم و جان اور روح کی پرورش کے لیے اللہ ہی پہ آرزو رکھیں گے تو پھر وہ خدا کے رنگ سے جدا نہیں ہوں گے۔ یہ جو آپ نے تین زمرے ہیں فنا فی الشیخ' فنا فی الرسول' فنا فی اللہ تو ان سے دراصل مراد یہ ہے کہ جس شاگرد کو استاد سے بڑی محبت ہو تو وہ اپنی ٹوپی کا رنگ بھی اس کے مطابق کر لیتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بہت ساری پگڑیاں ایک ہی رنگ میں جاری ہوتی ہیں۔ تو وہ ان استادوں یا اس مسلک کی اس درجہ محبت

رکھتے ہیں کہ اپنے آپ کو ایک رنگ میں رنگ لیتے ہیں۔ ایسا ہی خواجہ امیر خسرو کا ایک مشہور واقعہ ہے۔ ایک بار انہوں نے دیکھا کہ شیخ نظامؒ نے ٹوپی ذرا ٹیڑھی رکھی ہوئی تھی۔ تو امیر خسروؒ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اپنی ٹوپی بھی ٹیڑھی کر لی۔ جب باہر نکلے لوگوں نے دیکھا کہ خواجہ امیر خسروؒ نے آج ٹوپی ٹیڑھی رکھی ہوئی ہے۔ انہوں نے سوچا شاید اس میں کوئی عطاؤ بخشش اور حکم شیخ ہے انہوں نے بھی ٹوپیاں ٹیڑھی کر لیں۔ ہوتے ہوتے پورا دہلی ٹیڑھی ٹوپی کے ساتھ چل رہا تھا۔ اس کے بعد رواج بن گیا۔ پہلے جو فیشن ہوتے تھے وہ درویشوں سے چلتے تھے۔ اب ذرا باہر سے آتے ہیں۔ آخر کسی نے کہا یار یہ راز پوچھو تو سہی ماجرا کیا ہے؟ تو ہوتے ہوتے بات خواجہ تک گئی تو پوچھا گیا حضرت! آپ نے ٹوپی ٹیڑھی کیوں رکھی تھی؟ انہوں نے جواب دیا

من قبلہ راست کردم بر طرف کجکلا ہے

میں نے تو اپنا قبلہ اس کجکلاہی کی وجہ سے راست کیا تھا اور تو کوئی بات نہیں تھی۔ تو جب فنا فی الشیخ کا یہ عالم ہو تو پھر فنا فی الشیخ سے گزر کے آگے فنا فی الرسول تک بات جا پہنچتی ہے۔ فنا فی الرسول ﷺ کا عالم یہ ہوتا ہے کہ آپ محبت رسول ﷺ میں اپنی غلاظتیں دھو لیتے ہیں اپنی ناپاکیاں رفع کرتے ہیں اپنی طہارتوں کو جگہ دیتے ہیں۔ آپ اپنے دل و دماغ کو رنگنی کے اس رستے پر ڈالتے ہیں۔ پھر آپ کا خیال ہوتا ہے کہ جیسے رسول اکرم ﷺ نے زندگی گزاری ویسے ہی ہم گزاریں۔ مگر اس میں معاشرت کا رنگ ہوتا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ آج کا جو بندہ ہے وہ اگر اس لباس کے پیٹرن کو اختیار کرے گا تو وہ بمشکل سنت کہلائے گا۔ مگر جب زمانے بدل جائیں عادات وخصائل بدل جائیں تو ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے رسول اللہ ﷺ کی عادات مبارکہ کیا تھیں؟ میں ان کو Physically copy کروں گا تو یہ کوئی اتنی گہری مشابہت نہیں ہوگی مگر جب میں ان کی عادات وخصائل کو کاپی کروں گا تو میں واقعتاً ان کے رنگ میں رنگا جاؤں گا۔ اس لیے جب اس سے آگے بڑھو گے آپ تو اللہ کے رنگ میں رنگے جاؤ گے۔ مگر اللہ نے ونکلیئر کر دیا ہے کہ میرے رسول ﷺ کا رنگ ہی میرا رنگ ہے۔ اس لیے جو لوگ اللہ کے رنگ میں جاتے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کے رنگ تک پہنچتے ہیں۔ جب محبت اور عشق رسول ﷺ تک پہنچتے ہیں تو وہ اللہ کے

رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ اور یہی اصلی عبادت والے لوگ ہوتے ہیں "صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ" {البقرہ:138}

س: فنا فی الشیخ کی بات ہوئی ہے تو سوال پوچھا گیا ہے کہ فقیر کا فقر اضطرابی ہوتا ہے یا اختیاری؟

ج: دونوں طرح کا، یہ مراتب کی بات ہے۔ اگر فقر اضطرابی ہے تو اس کی حیثیت کمتر ہے۔ اگر اختیاری ہے تو بہت بڑا فقر ہے۔ ایک پرانی بات ہے کہ ایک شیخ تھے۔ جنگل میں بیٹھے بیٹھے بڑے پریشان حال کوئی پندرہ بیس سال فاقہ زدگی میں گزر گئے۔ ببول کے کانٹے اور اڑتی ہوئی صحرا کی ریت کے سوا انہیں کچھ نصیب نہ ہوا۔ چڑیاں بنی ہوئیں چھالے پڑے ہوئے ننگے پاؤں۔ تو ایک دن انہوں نے کہا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں ابراہیم خواص (یا شیخ ابو حفص) کے گھر جاؤں تو بہر حال انہیں کہا گیا کہ فلاں جگہ رہتے ہیں۔ وہاں پہنچے تو انہوں نے دیکھا بڑا شاندار محل کھڑا ہے، بڑی خوبصورت راہداریاں بنی ہیں، محافظ کھڑے ہیں رنگا رنگ کے انہوں نے کہا کہ یہ کیا میں پندرہ سال صحرا کی خاک چھان کے آیا ہوں، یہ کس قسم کا شیخ ہے جو اتنے ناز و نخرے سے پڑا ہوا ہے۔ پھر آگے بڑھے تو دیکھا کہ اور زیادہ تملک شروع ہو گیا انداز رہائش ہی اور طرح کی تھی۔

گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

سوچا ہمارے پاس تو دیا بھی نہیں ہے اور ادھر تو ڈیڑھ ہزار چراغ جل رہے ہیں۔ تو انہوں نے شیخ کو دیکھا کہ ریشمی حلہ میں ایک بڑے خوبصورت گاؤ تکیے کے ساتھ کمر لگائے بیٹھے تھے۔ آپ نے ان کو دیکھا انہوں نے بھی دیکھا لیکن ان کا دل نہیں مانا۔ شدید غیبت دل میں آئی کہ یہ کیا عالم ہے؟ اس کو کون قطب الاقطاب کہتا ہے؟ یا یہ درویش وقت ہے؟ وہ واپس پلٹے ابھی واپس پلٹ ہی رہے تھے تو شیخ ابو حفص نے آواز دی کہ اے بندۂ خدا پندرہ سال کی اس محنت شاقہ کے بعد بھی جس دل سے غیبت کے آثار ختم نہیں ہوئے اس نے کیا درویشی کا دعویٰ کرنا ہے؟ یعنی انہوں نے ان کے خطرۂ قلب سے آگاہی پائی اور کہا کہ اے بندۂ خدا سن کہ پندرہ سال اتنی سخت محنت جس کا تو

دعویٰ کر رہا ہے تو اگر تیرے دل سے غیبت کے آثار ہی نہیں ختم ہوئے تو تو نے کونسی ولایت کا دعویٰ کرنا ہے؟ بعض اوقات اختیاری فقیر ہونا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ جب آپ کے پاس ہر قسم کی Facility موجود ہو ہر قسم کی فضیلت موجود ہے عزت موجود ہے حکومت موجود ہو اس کے باوجود آپ ایک خدا کی بندگی کا حق ادا کرو اور سمجھو اور اللہ کے بندے یہ سمجھیں کہ آپ ان سے کسی قسم کا تعارض نہیں برت رہے ہو یا آپ کی اگر انسانیت کی ایک Equal حس بیدار ہو تو یقیناً اس فقر سے بہتر ہے جو مجبوراً اختیار کیا جائے۔

س: پروفیسر صاحب شیوخ کی بات چل نکلی ہے تو شیخ ہجویرؒ کے حوالے سے ایک سوال ہے کہ انہوں نے اپنے شیخ کا قول نقل کیا کہ توحید قدر سے اوپر اور جبر سے نیچے ہے اس کا کیا مفہوم ہے؟

ج: بعض اوقات ہوتا یہ ہے کہ جب ہم لوگ محض باتوں پہ اکتفا کر رہے ہوتے ہیں تو ہمیں ایسے سوالوں میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر سچ پوچھو تو ایک بہت بڑے پروردگار کو مانتے ہوئے یہ اس کا ایک چھوٹا سا اور Necessary سسٹم ہے۔ آپ کو اتارنا، زندگی دینا، رزق کا بندوبست کرنا، یہ تو ایک سسٹم ہے جو اس نے Create کیا تھا۔ جبر و قدر سے کوئی فلسفہ وابستہ نہیں ہے۔ یہ ایک Pure scientific ریسورسز کا تانا ہے۔ ان کی ڈسٹری بیوشن کا سسٹم ہے۔ یہ کوئی ایسا عمل نہیں جس پہ اعتقاد کی کوئی نص وارد ہوتی ہو۔ یہ حیرانی کی بات ہے Frankly telling you today میں جب پرانے بزرگوں کو دیکھتا ہوں، فلسفہ دانوں کو دیکھتا ہوں تو وہ جبر و قدر کو اتنا بڑا مسئلہ قرار دیتے ہیں۔ مجھے تو یہ مسئلہ لگتا ہی نہیں ہے۔ اگر خدانخواستہ میں خدا ہوتا اور اگر مجھے بندوبست چلانے ہوتے تو مجھے کچھ سسٹم تو وضع کرنے پڑتے۔ ابھی بھی آپ دیکھیو حکومتیں ایسے ہی کرتی ہیں۔ پانچ سالہ پلان دس سالہ پلان، اتنے مکان کھڑے کریں گے۔ حکومتیں یہ جو بار بار آپ کو فیملی پلاننگ کے لیے کہتی ہیں، کیوں کہتی ہیں؟ اسی لیے کہتی ہیں ناں کہ اتنی آبادی ہمیں اگلے پانچ سالوں میں سوٹ کرتی ہے اتنی نہیں کرتی۔ تو یہ بندوبستی سسٹمز ہیں۔ پروردگار عالم نے اس مالک و کریم نے انسانوں کو بھیجنے سے پہلے ترتیب

دیے۔ قرآن حکیم کہتا ہے کہ وہ تمام اقوات زمین میں پہلے سے جمع کر دیں جو پہلے انسان سے لے کر آخری انسان تک کی ضرورت ہیں۔ یہ بندوبست ہیں مگر توحید ایمان بے یقین بے ذہنی دلائل پچھی اپروچ ہے۔ خدا کا سوچنا سمجھنا غور کر کے تسلیم کرنا یہ بہت بڑا اور ابتدائی کام ہے۔ اس کے بغیر مذہب کی کوئی نص درست نہیں ہوتی۔ اس لیے شیخ نے اس کے حوالے سے بات کی۔

س: ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ اللہ کو اس طرح یاد کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں' دیوانگی کا اعتدال سے کیا تعلق؟

ج: بڑے مزے کی بات یہ ہے کہ دیوانگی کے پیٹرنز اور ذاتی مینشنز ذرا جدا ہوتے ہیں۔ آپ نے ملا نصیر الدین کا نام سنا ہوگا۔ موصوف ایک جگہ کھڑے تھے اور پاگل مشہور تھے۔ وہ دوسروں کا آٹا اٹھا کر اپنے تھیلے میں ڈال رہے تھے۔ لوگوں نے پوچھا ملا یہ کیا کر رہے ہو؟ کہنے لگے میں پاگل ہوں۔ لوگوں نے کہا پاگل ہو تو اپنا آٹا دوسروں کے تھیلے میں کیوں نہیں ڈالتے؟ تو اس نے کہا اب اتنا بھی پاگل نہیں "دیوانہ بہ کار خویش ہوشیار" اس دیوانگی کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے اس مقصد اور مطلب کے لیے دیوانہ ہے۔ وہ صرف خدا کی طلب میں دوسرے لوگوں سے Odd ہو جاتا ہے اس کی روش چینج ہو جاتی ہے۔ تو وہ Mentally اس دیوانگی کا شکار نہیں ہوگا جس کو آپ دیوانگی سمجھتے ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ وہ ایک پاگل پن کا شکار ہے۔ وہ لوگوں کی نظر میں دیوانہ ہوگا کہ یہ رسم و راہ دنیا کو بالکل Ignore کر کے عجیب و غریب طرز اپنائے ہوئے ہے۔ مثلاً دنیا اگر بے ایمان ہے وہ ایمانداری کر رہا ہے پاگل ہے نا۔ اگر دنیا بہت زیادہ کھا رہی ہے وہ بہت کم کھا رہا ہے۔ اسے کہیں گے یار تو بھوکا پاگل ہو جانے کا یہ تو کھا تو سہی۔ یہ وہ دیوانگی ہے جو ایک انسان کو دوسرے لوگوں کی دنیا اور لوگوں کی روش سے بیگانہ کر دیتی ہے۔ اکثر کوئی شریف آدمی آپ کو یہ کہتا نظر آئے گا کہ بھئی میں یہاں نہیں رہ سکتا میری عادت ان لوگوں سے نہیں ملتی۔ اس لیے وہ لوگوں کی نظر میں دیوانہ ہے۔ Everybody is going to hurt and taunt him. سیکریلیج (Sacrilege) اس کی ہوگی' ذلت ہوگی' اس کو سنو پڑ سمجھا جائے گا۔ مگر وہ اپنے مقصد میں اتنا ہوشیار ہے کہ کس روز..... وہ بڑا مشہور شعر ہے

کہ

کس روز تہمتیں نہ تراشا کیئے عدو
کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کیئے

لوگ تو کرتے رہیں گے اور دیوانہ سہتا رہے گا۔

Q: Why Jesus is an exception to the rule? He spoke at the moment when he was born which is not the case with rest of the mankind.

ج: نہیں یہ پہلے بندے نہیں تھے چار بندوں نے کلام کیا ہے۔ اس عورت کے بچے نے کلام کیا ہے جسے بدن کیا جارہا تھا۔ اس کی عفت پہ اس کے بچے نے شہادت دی تھی۔ اصحاب الاخدود میں سے جو بچہ تھا اس کی شہادت ہے۔ تو یہ کوئی پہلے بچے نہیں تھے۔ اصل میں مسئلہ کچھ اور تھا۔ مسئلہ یہ تھا کہ معجزات کی کینسلیشن کا ٹائم قریب آرہا تھا۔ پہلی قومیں معجزات کے سہارے ایمان کو بڑھتی تھیں۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ کی دس آیات ہیں Miracles ہورہے ہیں مگر فائدہ کیا ہوا؟ یہ دو Contrast ہیں۔ ایک تو انکار کرنے والی قوم کو اللہ معجزے دکھا رہا تھا۔ صبح قوشن کوئی ہوری تھی کہ رات تم پہ مینڈکوں کی بارش ہوگی۔ مینڈکیں برس رہی تھیں۔ کہا جارہا تھا کہ تمہارا سارا پانی خون آلود ہو جائے گا اور وہ ہورہا تھا۔ حتیٰ کہ آخری وقت میں حضرت موسیٰ نے کہا کہ تمہارے پہلوٹھی کے سارے بچے مرجائیں گے۔ فرعون کا بھی مر گیا۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس کا اثر کیا تھا؟ یہ جو اتنے بڑے بڑے معجزے Impossible miracles تھے یہ ان کے لیے تھے جو کافر تھے۔ انہوں نے کوئی بات نہیں سنی کوئی بات نہیں مانی Why? اس لئے کہ معجزہ جتنا بھی برحق ہو وہ انفرادی سطح پر تو اثر رکھتا ہے لیکن As a whole ایک بھرپور کافرانہ سوسائٹی پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اب ذرا آگے بڑھو۔ جب آپ نیل بھی کراس کر جاتے ہو تو وہ قوم جس کی بقا کے لیے اتنے بڑے بڑے معجزے دکھائے گئے تھے وہ کافر ہوگئی۔ آدھے کافر ہو گئے۔ بچھڑا پوجنا شروع کر دیا۔ میں اور آپ خود سے یہ سوال پوچھ سکتے ہیں کہ یار یہ پاگل تھے؟ یہ کس قسم کے

بندے تھے؟ اگر ہم لوگوں کو ایک چھوٹا سا معجزہ دکھا دیا جائے، چھوٹا سا تو I am very very sure ہم میں سے سارا پاکستان ہی ایمان لے آئے اور جمہوریت چھوڑ کے خدا پرست ہو جائے۔ مگر اس وقت کیا المیہ تھا؟ کبھی آپ نے غور نہیں کیا کہ اس وقت کیا المیہ تھا۔ خارجی دنیا بھی اسی طرح تھی اور اپنے لوگ جن کے لیے یہ معجزات رونما ہوئے وہ بھی اس طرح کافر ہو گئے اور بچھڑے کی پرستش کرنے لگے۔ میرا خیال یہ ہے کہ اللہ میاں یہ جبت تحقیق کر رہا تھا کہ سب سے بڑی Reason اور سب سے بڑی Adherence سب سے بڑی کمٹمنٹ معجزے سے نہیں آتی۔ یہ تیقن علم سے آتی ہے۔ اور اسی لیے آپ ﷺ کو رسول علم قرار دیا گیا۔ آپ لوگوں تک ان کی علمیت پہنچی اگرچہ ان کے زیادہ معجزات نہیں پہنچے۔ مگر آپ لوگوں تک قرآن پہنچا، شہادت پہنچی، علم پہنچا اور خدا کا ایک ڈائریکٹ شعور پہنچا جو کہ Otherwise impossible تھا۔

س: محترم ہارون صاحب کی بیبا کی کے حوالے سے سوال پوچھا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ عام طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ انفرادی طور پر ہم کوئی جرم دیکھ کر اس کے بارے میں سچ بولنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ یہ خوف کیسے ختم کیا جائے کہ ہم بھی ہارون صاحب کی طرح سچ بول سکیں؟

ج: پروفیسر صاحب: اس کے جواب میں تو پھر (ہارون صاحب کی طرف مائیک بڑھاتے ہوئے) ملزم حاضر ہے۔

ہارون صاحب: ایک دعا ہے "اِنَّ رَبِّی عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظ" یہ تسبیح پڑھیں۔ میں نے تو پروفیسر صاحب سے ہی پوچھا تھا ایک زمانے میں جب خوف کا عالم تھا۔ ایک اور دعا ہے "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی بِمَا بَیَّنْتَ" رفتہ رفتہ میرا خیال ہے خوف دل سے رخصت ہی ہو جاتا ہے۔ اگرچہ سچ بولنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ آپ اپنے تعصب سے بھی اوپر اٹھیں، اپنا تجزیہ بھی کریں اور جب آپ کی غلطی ہو تو اس کو مان بھی لیا کریں۔

س: اعمال کی بنیاد سوچ پر ہے یا سوچ کی بنیاد اعمال پر؟

ج: عمل اور سوچ میں تاہم کا بڑا Difference ہوتا ہے۔ اس پر غور کیجئے جو میں نے کہا ہے تو جواب خود ہی سمجھ آ جائے گا۔ عمل' سوچ کا نتیجہ ہے۔ سوچ پہ زمان و مکاں کی کوئی بندش نہیں ہوتی مگر عمل پہ ہوتی ہے۔ Basically it has to be born out of your thinking. ہاں کوئی اضطرابی فعل ہو تو اس پہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ مگر اضطرابی فعل کے پیچھے بھی آپ کے ریفلیکس سسٹم کی مجبوری ہوتی ہے۔ پھر اس ریفلیکس سسٹم کو بھی کوئی خیال ہی متحرک کرتا ہے۔ اس لیے پھر آخری لمحے میں آپ کو دوبارہ خیال ہی کو آنا پڑتا ہے۔ اعمال کی کسی بھی کاز کو ڈیٹرمن کرنے کے لیے The effect is determined by a cause and the cause lies in thought. سوچتات بنیادی محرک ہوتا ہے۔

س: Prof.sb a simple question in a lighter mode اس زمانے میں آپ سے بڑا بھی کوئی استاد ہے اور اگر ہے تو کون؟

ج: یہ سوال تو بڑا دلچسپ ہے۔ چونکہ زندگی ابھی ختم نہیں ہوئی اور بہت سارے استاد نظر نہیں آئے (زیرِ لب تبسم کے ساتھ) ویسے آپ کا کیا خیال ہے کہ مجھے کانٹسٹ کرنا چاہیے اس مقام کے لیے؟ اس قسم کی کوئی حس مجھ میں موجود نہیں ہے کہ میں کسی بڑے پن کے لیے سوچوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ میرا سیف ریکارڈ یہی ہو گا کہ جیسا میں ہوں ویسا ہی گزر جاؤں۔ کیونکہ اس کے لیے ہو سکتا ہے مجھے جبہ و عمامہ و دستار پہننی پڑے۔ اس کے موڈ میں میں نہیں ہوں قطعاً۔ ایسی بڑائی سے لوگوں میں ابھی پچھلے دنوں میں انگلینڈ میں تھا تو وہاں ایک پانچویں امام ڈیکلیئر ہوئے تھے۔ مجھے کسی نے بتایا کہ بڑی محفل ہے۔ وہاں پاکستان سے ہی ہمارے ایک عالم گئے ہوئے تھے۔ ڈھائی تین سو بندوں نے انہیں اربعہ امام کی جگہ (پروٹوکول دے رکھا تھا)۔ ان کا کہنا تھا کہ اربعہ امام تو موجود ہیں' امام ابو حنیفہؒ موجود ہیں' امام شافعیؒ موجود ہیں' وہ ان سے بڑے اور پانچویں امام ہیں۔ میں نے تو دل میں لاحول پڑھی اور کہا اللہ معاف کرے ان بزرگوں سے لڑنے کا کوئی حوصلہ نہیں ہے۔

س: ایک مفلس اور مسکین کے لیے زہد فی الدنیا کیسے ممکن ہے؟

ج: وہ تو ہوتا ہی زاہد ہے۔ اس بیچارے نے کیا اختیار کرنا ہے۔ اس کے پاس بائی فورس نہ کچھ کھانے کو ہے نہ کچھ بچانے کو ہے۔ وہ تو پہلے ہی زہد کے آخری درجے پہ ہے۔ ہاں البتہ یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ زاہد کو جب مال مل جاتا ہے' جب اس کو آسائش مل جاتی ہے' آسانی مل جاتی ہے تو پھر وہ زاہد رہتا ہے کہ نہیں؟ ورنہ غریب تو ہوتا ہی زاہد ہے۔

س: ریفرنس ٹو یور لیکچر ایک سوال ہے کہ سات زمینوں کے حوالے سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے میں یہاں بھی ہوں اور وہاں بھی۔ اس کی وضاحت فرما دیں؟

ج: اس کا مطلب ہے میرے جیسا' یعنی جس طرح میں اپنے سوشل سیٹ اپ میں ایک صحابی ہوں ایک معزز عرب ہوں یا میں جیسے اللہ کے رسول ﷺ کا دعا یافتہ ہوں تو میرے ہی جیسا عالم کسی دوسری دنیا میں بھی ہے تیسری دنیا میں بھی ہے چوتھی دنیا میں بھی ہے۔ چونکہ ساری دنیاؤں میں سارے لوگ اسی طرح پراگرس کر رہے ہوں گے۔ صرف ایک بات پہ رکاوٹ پیدا ہوتی ہے کہ کیا محمد رسول اللہ ﷺ سارے عالمین میں علیحدہ ہیں؟ اس پہ مجھے شبہ ہے۔ کیونکہ باقی تمام پیغمبروں کے لیے ایک Order اور ایک قبیلہ مختص کیا گیا' حضرت موسیٰ اگر بنو اسرائیل کے لیے تھے' حضرت عیسیٰ بنو اسرائیل کے لیے تھے' کوئی آریز کے لیے آیا' کوئی دوسری قوموں کے لیے وہاں محمد رسول اللہ ﷺ کو قید مقام سے آزاد کر دیا گیا۔ اور کہا گیا "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ "{الانبیاء:107} تو اس سے مجھے یقین ہے کہ وہ تمام عالمین میں یکساں مرتبہ رکھتے ہیں اور وہی ہیں۔

س: صاحب مجاہدہ اور صاحب مشاہدہ میں کیا فرق ہے؟

ج: اگر چ پوچھو تو مجاہدہ کا تو مطلب ہے ایکسر سائز کرنا۔ مثال کے طور پر اگر میں ایک سلمنگ پریکٹس شروع کر دوں یا کوئی بندہ کرانے کی ایکسر سائز شروع کر دے یا کوئی پہلوانی شروع کر دے تو اس کے پیش نظر ایک فزیکل سٹیچر ہوتا ہے۔ مجاہدے کے پیش نظر بھی وہ انسانی صفات ہوتی ہیں جن سے وہ خوف زدہ ہوتا ہے۔ وہی بات کہ ایک فزیکل سٹیچر کو Build کرنے کے لیے (کچھ مشقتیں کی جاتی ہیں)۔ مثلاً اسے شبہ ہے کہ میں لالچی بہت ہوں تو وہ اشیاء سے گریز

کرے گا اور ان سے پرہیز کرے گا۔ یا اسے لگتا ہے کہ مجھے روٹی بڑی اچھی لگتی ہے تو وہ فاقے
شروع کر دے گا۔ اس کا تعلق کبھی بھی اس چیز سے نہیں ہوتا جس کو وژن کہتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور
ہے کہ اگر زیادہ بھوکے رہو گے تو آپ کا وژن آپ کو ایک کی بجائے دس دس روٹیاں دکھائے گا۔
وژن خراب ہو جائے تو یہ ضرور ہو گا۔ غشی کا عالم ہو گا' سکر یہ کی کیفیت ہو گی۔ اس تمام عالم میں ہم
وژن پہ بھروسہ نہیں کر سکتے۔ مشاہدات کی دنیا عقل اور تجربے کی دنیا ہے۔ جیسے سائنس کہتی ہے کہ
you have to build a rule. اس کے لیے آپ ہائی پاتھیسز بناتے ہیں پھر اس کے
لیے شہادتیں جمع کرتے ہیں۔ جب شہادتیں جمع ہو جاتی ہیں It moves on to
theory. اور پھر تھیوری جب کنفرم ہو جائے اور اس کے Against کچھ نہ ہو تو وہ لاء بن جاتا
ہے۔ اسی طرح جو ہمارا انسانی مشاہدہ ہے وہ بھی اسی طرح موو کرتا ہے کہ جب ہم ایک یقین رکھتے
ہیں For example when I start believing that there is no
power except God. تو پھر میں جب دنیاوی طاقتوں سے گریز کروں گا وہ مجاہدہ
کہلائے گا۔ مگر وہ مجاہدہ ذاتی نفسی یا بدنی نہیں ہو گا بلکہ وہ مجاہدہ بھی ذہنی ہو گا۔ پھر جب میں
Prove کروں گا' بار بار اس ایکسر سائز سے گزروں گا اس تسلسل سے تو میں صحیح معنوں میں ایک
مشاہدے تک پہنچ جاؤں گا کہ اللہ کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ جو مجھے اس کشمکش سے نجات دلا
سکے۔ مجاہدہ بنیادی طور پر ایک Low کیٹگری کا کسب ہوتا ہے۔ اگر آپ مجاہدہ نہ بھی کرو' ہم تو
کہتے ہیں کہ نہ کرو۔ بلکہ ہم تو رسول اکرم ﷺ کی مثال پر چلنے والے لوگ ہیں کہ اگر فاقہ آیا تو قبول
کیا مگر اگر جس طرح ایک دفعہ حضور ﷺ اُم طلحہؓ کے پاس گئے تو پوچھا کہ کچھ پک رہا ہے مجھے بھوک
لگی ہے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ بکرا ذبح ہوا ہے۔ فرمایا دستی نکالو۔ پھر ایک دستی انہوں نے
نکالی اور آپ ﷺ نے کھائی۔ پھر فرمایا اور نکالو۔ پھر ایک اور دستی نکالی اور پھر کھائی۔ پھر آپ ﷺ
نے فرمایا اور نکالو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان بکرے میں
کتنی دستیاں ہوتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا پوچھتے نہ تو آج دستیاں ہی نکلتی آتیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ
اگر ہمارے ہاں کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں نے کبھی گوشت نہیں کھایا' میں نے کبھی سبزی نہیں

کھائی میں نے یہ نہیں کھایا وہ نہیں کھایا تو اس قسم کی باتیں ہم کسی رغبت کے قابل نہیں سمجھتے اور نہ ہی وہ بھی کسی ویژن پہ اثر انداز ہوتی ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ تمام مسائل کی جو بنیاد ہے اگر آپ غور کرو تو سیدھی سی بات آپ کو بتا رہا ہوں اگر آپ مسلمان ہو تو آپ یقین رکھتے ہو کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ اگر وہ اللہ کی کتاب ہے تو وہ دنیا کی سب سے بڑی علمی اور عقلی کتاب ہے اور سب سے بڑی سچائیوں کی کتاب ہے تو پھر ایک بات ظاہر ہے کہ جس شخص پہ نازل کی گئی اس کا طرز زندگی دیکھنا چاہیے۔ اگر تو اس نے مجذوبانہ زندگی گزاری ہے تو ہم کہیں گے کہ علم مجذوبوں میں ہوتا ہے۔ مگر اگر اس نے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرح زندگی گزاری ہے تو میرے ماں باپ ان پہ قربان ہم کہیں گے کہ زندگی اعتدال میں ہے۔ علم اعتدال میں ہے۔ خدا اعتدال میں ہے۔ تمام تر اپروچ اعتدال میں ہے۔ نہ کثرت میں نہ قلت میں ہے۔ حضور گرامی مرتبت ﷺ نے فرمایا کہ اعتدال اختیار کرو اگر مکمل اعتدال نہ اختیار کر سکو تو اس کے قریب ترین رہو۔

س: پروفیسر صاحب پوچھا گیا ہے کہ قیامت کے بعد تمام حساب کتاب کس گلیکسی پہ ہوگا۔

ج: یہ تو آپ کو اکاؤنٹنسی میں لانا پڑے گا۔ مگر جیسے میں نے عرض کیا کہ چونکہ مثال اسی زمین کی دی جا رہی ہے تو گمان یہی ہے کہ اسی زمین پہ حساب کتاب ہوگا۔ چونکہ اوپر سے چھت ہی ہٹ جائے گی ستارے ادھر سے اُدھر کر دیے جائیں گے دھندلے پڑ جائیں گے اور درمیان میں رستے بن جائیں گے تو زمین تو یہی رہے گی۔ جیسے قرآن Explain کر رہا ہے یا حدیث Explain کر رہی ہے کہ یہ پوزیشن نہیں رہے گی۔ زمین بدل دی جائے گی۔ آسمان میں رستے بنا دیے جائیں گے۔ جتنے ستارے ہیں یہ نہیں رہیں گے۔ ان میں رستے بن جائیں گے اور وہاں سے ملائکہ اتریں گے۔ تو اغلب یقین یہ ہے کہ یہ فاصلے ختم ہو جائیں گے اور یہ کائنات آپ کے بڑی قریب آ جائے گی۔ بلکہ یہ ہے کہ سورج کی گرمی اتنی زیادہ محسوس ہوگی کہ تمام لوگ جو زمین پہ کھڑے ہوں گے وہ شدید پسینے میں نہا رہے ہوں گے۔ اور یہ کیفیت تین سو برس تک جاری رہ سکتی ہے۔

س: پروفیسر صاحب اگلا سوال Again in a lighter note پوچھا گیا ہے کہ نام "احمد رفیق اختر" میں کیا خوبیاں اور خامیاں ہیں؟ آپ نے کیا تسبیحات استعمال کیں؟

ج: (مسکراتے ہوئے) سچ پوچھو تو نام تو ویسا ہی تھا۔ اصل میں پہلا نام محمد رفیق اختر تھا۔ جب شاعری کا شوق ہوا تو میں نے سوچا کہ کیوں نہ کوئی تخلص رکھوں۔ جب میں تخلص ڈھونڈنے لگا تو جیسے بہت ساری الٹی عادات اور بھی تھیں تو میں نے سوچا آخر میں تخلص لگانے کی بجائے میں پہلے لگا لیتا ہوں۔ تو پھر محمد کی بجائے میں نے احمد رفیق اختر لگا لیا۔ احمد تخلص بھی تھا اور میرے نام کو ایک دوسری جہت بھی دیتا تھا۔ اب آ کے میں کہہ سکتا ہوں کہ شاید میں الف لام میم را (المر) میں چلا گیا۔

س: پروفیسر صاحب کیا صلاحیت اور استعداد کی کمی کے سبب ادھوری شناخت قابل قبول ہوگی؟

ج: جی ہاں God is very just and very kind اور وہ ہر انسان کو اس کے مرتبہ عقل سے دیکھتا ہے اور اس کے درجات بھی عقل سے مرتب کرتا ہے "نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ۭ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ" {یوسف:76} کہ علم کی بنیاد پہ ہی لوگوں کے رتبے بھی مقرر ہوتے ہیں اور ان کی شناخت بھی مقرر ہوتی ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ اس میں کسی کو کمی کا احساس نہیں ہوتا۔

س: ساجد صاحب نے لندن سے آن لائن سوال بھیجا ہے کہتے ہیں کہ Is marrying to a convert more acceptable and preferable to Allah than marrying to a born Muslim?

ج: سچ پوچھو تو اگر اس قانون کو ہم نافذ کرنا شروع کر دیں تو پھر بڑی مشکل بنے گی۔ اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے۔ ایسا کوئی حکم ہمارے پاس نہیں ہے۔ مگر ایک لحاظ سے میں کہہ سکتا ہوں کہ ایک حکم موجود ہے جس میں Preference ہو سکتی ہے کہ اگر آپ کے رحم کا کوئی رشتہ

آپ کے پاس ہو آپ کے بہت زیادہ گہرے عزیز و اقارب میں کوئی رشتہ آپ کے پاس ہو تو پروردگار فرماتے ہیں کہ جب اس نے رحم کو تخلیق کیا تو فرمایا کہ جو تجھے قطع کرے گا وہ مجھے قطع کرے گا۔ تو رحم کے رشتوں کو باقی چوائس نصیب ہیں ان کو Preference نصیب ہے اور کسی قسم کی Preferences ہمارے علم میں نہیں ہیں۔

س: ایک Practical day to day question ہے۔ پوچھا گیا ہے کہ عید پہ قربانی کرنا ان لوگوں پر فرض ہے جو منیٰ میں جا کر قربانی کریں لیکن یہاں لوگ اپنی حیثیت دکھانے کے لیے قربانی کرتے ہیں جس سے سال بھر جانور مہنگے ملتے ہیں کیا یہ ضروری ہے؟

ج: دیکھو حیثیت دکھانے سے اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ Show off کے لیے کرتے ہیں یا سوسائٹی میں اپنی پوزیشن مستحکم کرنے کے لیے کرتے ہیں تو اس میں دو Attitudes ہیں۔ ایک تمرد ہے تکبرات ہیں اور ایک اللہ کے واسطے ہے۔ قربانی جو لوکل بھی ہوتی ہے اس کے بھی دو مقصد ہو سکتے ہیں۔ ایک تو اپنے ہمسائے پہ ذرا رعب ڈالنا مقصود ہوتا ہے جو بیچارہ ذرا غریب مسکین ہوتا ہے اور ایک یہ کہ وہ دینے کرنا اللہ ہی کے لیے چاہتا ہے مگر ایک کی بجائے سامنے کے ہمسائے سے دو بکرے زیادہ لے لیتا ہے تا کہ Show off بھی رہے۔ تو قانونِ فطرت یہ ہے کہ نیکی خدا کے لیے ہو تو اس میں Show off بھی اللہ کو قبول ہے "اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ "{البقرہ:274} اگر خدا کے لیے نیکی دکھائی بھی جا رہی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

س: پروفیسر صاحب دو questions ہیں ان کو Blend کرتا ہوں۔ خواجہ سراؤں کے حوالے سے ہیں آن لائن آئے ہیں اور پوچھا گیا ہے کہ اگر خدا پرفیکٹ ہے جو کہ ہے تو پھر ہمیں بعض جگہوں پر Imperfections کیوں نظر آتی ہیں۔ جیسے ابنارمل چائلڈ اور تیسری صنف؟ اس میں کیا حکمت ہے؟ اور دوسرا سوال بھی یہی ہے کہ What Islam stands on khawaja sraa?

ج:اس کا جواب بہت ہی سادہ ہے کہ اگر خدا پرفیکٹ ہے تو باقی سارے Imperfect ہیں۔میرے بھائی کو پتہ ہونا چاہیے کہ خدا یہ تو نہیں کرے گا کہ اپنے جیسی پرفیکشن ہر جگہ Create کرتا ہے۔ Obviously there is only one perfection in the universe and that's God Himself so somebody has to be imperfect. اگر آپ قول پیغمبرؑ کو یاد کریں تو اس میں بھی یہی کہتا ہے کہ " لَا إِلٰـهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ" (الانبیاء:87) کہ تو ہی خطا سے پاک ہے میں تو نہیں ہوں۔اس کا ایک دوسرا جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیقی اعتبار سے بہت ساری کمی بیشی اور فلا ز رکھے ہیں اور کسی بھی چیز میں آپ ایک لا ء ہمیشہ پائیں گے۔اس نے نقصان کی ایک ایوریج ہر جگہ رکھی ہے۔جیسے آپ پچاس ہزار درخت لگاتے ہو دس ہزار اگتے ہیں بہت بھی کیئر کرو تو پچاس ہزار میں سے چالیس ہزار اگتے ہیں دس ہزار ضائع ہو جائیں گے۔تو ایوریج اے رول ہر ایک Creation میں ایک اوریج لاس کی ہے۔اسی طرح انسانوں میں بھی وہ Average exist کرتی ہے۔اور ایوریج اے رول موجود ہے جو خدا کے اپنے بنائے ہوئے قوانین کی وجہ سے موجود ہے۔پھر اس قوانین کے پیچھے سسٹم چلتا ہے Parental condition, Personal condition, Genetic condition اور اس کی Reason بن جاتی ہے۔تو اگر میں یہ کہوں کہ میرے محلے میں ایک شخص کا کان نہیں ہے یا ایک شخص کی نظر نہیں ہے یا ایک شخص کا ہاتھ نہیں ہے تو میں کہوں گا اس میں ان Parents کا جنہوں نے اسے برتھ دیا ان کا فالٹ ہے۔وہ نشہ کر رہا تھا۔وہ چرس پی رہا تھا۔وہ افیم کھا رہا تھا یا ڈرگ لے رہا تھا تو اس کا اثر آنا لازم تھا۔اور اس کے لیے صرف خدا پر ذمہ داری نہیں چھوڑی جا سکتی بلکہ خدا کے بندوں پر خدا کے قانون Neglect کرنے کی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔

س:اگلا سوال ہے اک اقبال کا شعر Qoute کیا گیا ہے کہ

دل بینا بھی خدا سے طلب کر

آنکھ کا نور دل کا نور نہیں ہے

س: یہ دل بینا کیا چیز ہے؟

ج: آنکھ کا نور تو ہم سب لوگوں کے پاس ہے اور ہم سب رستے دیکھتے سمجھتے اور جانتے ہیں۔ دل بینا سے مراد وہ ڈائریکشن ہے جو ہمیں عطا ہوتی ہے۔ جس کی مدد سے ہم Decision making تک پہنچتے ہیں۔ یہ عقل سے ملتا ہے اس شعور سے جو خدا کے بارے میں فیصلہ کرتا ہے۔ اس لیے یہاں دل بینا سے مراد وہ کمٹمنٹ وہ شعور وہ فکر ہے جو آپ کو ڈائریکٹ کرتی ہے۔

س: یہ بھی آن لائن سوال ہے راحت سعید صاحب کینیڈا سے پوچھ رہے ہیں کہ How to handle wisely with wife آج کل کے دور میں ازدواجی تعلقات میں بہتری کیلئے رہنمائی فرمائیں؟

ج: میرا خیال ہے بڑے بڑے عقلمند Husbands یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میرا اپنا خیال یہ ہے صاحب! یہ اتنا نازک مسئلہ ہے کہ First of all I have to ask this question to myself how did I handle? بہرحال میرا خیال یہ ہے کہ اکٹھا رہنے کی خواہش جو ہے It rules all others problems in marital life جب کوئی فیصلہ کرلیں اگر آپ دیکھیں تو یہی نکاح کی شرط ہے۔ شرطِ قبولیت یہ ہے کہ دو لوگ ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھا رہنے پر اظہارِ رضامندی کرتے ہیں اور یہی بنیادی عہد جو ہے یہ آخر تک گزرتا ہے۔ So, I would say whatever passes between them good or bad تلخ یا ترش جو بھی ہوتا ہے یہ اگرچہ باقی پراڈکٹس ہیں۔ اگر سچ پوچھیے تو ڈائی ورس اور میرج میں اگر کوئی چیز قدرِ مشترک ہیں تو جو ڈائی ورس نہیں ہوتی اس میں یہ ہوتا ہے کہ باوجود تمام تر اختلافات کے میاں بیوی اکٹھا رہنے کا عہد استوار رکھتے ہیں اور Where it turns out to be a fiasco تو کوئی طریقہ نہیں رہتا۔ راحت کو میرا پیغام یہ ہے کہ ابھی You still have many hundred ways and many thousand means of thinking. جس کی وجہ سے آپ اکٹھے رہ سکتے ہو۔ اس طرح خوامخواہ کے فساد نہ کھڑے کیا کرو۔

س: پوچھا گیا ہے کہ اللہ سے اس دنیا میں کیسے ملا جا سکتا ہے؟ کیا کوئی گناہ گار بھی اللہ کی راہ پہ چل سکتا ہے اور اس کا ادراک کیسے ہوگا؟

ج: اصولاً تو گناہ گار ہی چلتا ہے اور وہ جو گناہ گار نہ بھی ہو اگر اس کو بھی احساس ہو کہ میں کسی وقت گناہ کر سکتا ہوں تو وہی خدا کو جاتا ہے۔ خدا کو جانے کا رستہ بھی یہی ہے امکان بھی یہی ہے کہ میں اپنے آپ کو ناقص تر سمجھوں۔ میں ایک پرفیکشن سے مثال کی آرزو اسی وقت کر سکتا ہوں جب مجھے اپنی امپرفیکشن کی Realizations ہو جب میں اپنی خطاؤں کا ادراک رکھتا ہوں۔ تو مجھے پورا پورا احساس ہے کہ میں اللہ کی مدد سے اللہ کی عادات اختیار کرنے کے لیے (کوشش کر سکتا ہوں)۔ Obviously دنیا میں کوئی پرہیز گار نہیں ہے۔ کوئی اتنا بڑا انسان نہیں ہے کہ جو بائی برتھ اپنی جبلی عادات سے ناقص فطرت سے گریز پا کر شروع سے پیدائشی طور پر مصلح اور ریفارمر بن جائے Obviously we have to change and change for the better. اور اگر ہمیں خدا کی چاہت ہے تو ایسے سالک کو میں گناہ گار تو نہیں کہوں گا مگر Any imperfect man who wishes to be perfect has to change for God. اور یہی ایک اصول فطرت ہے۔

س: **Next question has social and political connotation** کہتے ہیں کہ ہمارے سیاست دان لوگوں کی روزی روٹی اور غربت دور کرنے کا منصوبہ کیوں نہیں رکھتے؟ اس ضمن میں آج کے سیاست دان کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟

ج: پروفیسر صاحب: میں نے ہارون صاحب سے Request کی ہے وہی جواب دیں گے۔ وہ سیاست کو ذرا بہتر جانتے ہیں۔

ہارون صاحب: یہ تو سب جانتے ہیں کہ سیاستدان کچھ بھی نہیں کر رہا۔ ہم تو سادہ طریقے سے یہ دیکھیں گے کہ کون آدمی ہے جس کے قول و فعل میں تضاد ہے اور کون ہے جس کے قول و فعل میں تضاد نہیں ہے؟ کون ہے جو کہتا ہے میں تمہاری تقدیر بدل دوں گا؟ ایسی جاہلانہ بات کہتا ہے حالانکہ تقدیر تو اللہ ہی بناتا ہے اور اللہ ہی بدل سکتا ہے۔ اور کون ہے جس نے کچھ ایثار کیا

ہے کوئی ذمہ داری لی تو اسے پورا کیا ہے؟ تو ہر آدمی اس کو جج کر سکتا ہے ہر چھوٹی سطح سے لے کر محلے میں کونسلر سے لے کر اوپر کی سطح تک۔ کیا اس ملک میں کوئی ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے آپ سے کوئی وعدہ کیا تھا پھر اسے پورا کیا؟ ابرار الحق صاحب نے آپ سے ہسپتال بنانے کا وعدہ کیا تھا پھر اسے بنایا ہے اسے چلایا ہے۔ آپ جا کے دیکھ سکتے ہیں ٹھیک طریقے سے چلایا ہے نہیں چلایا۔ ایک اور صاحب بھی تھے انہوں نے وعدہ کیا تھا ہسپتال بنانے کا' نام لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر سطح پہ آپ اسے جج کر سکتے ہیں کہ کیا کسی آدمی میں انسانی ہمدردی ہے؟ جو کچھ وہ کماتا ہے اس میں سے کچھ حصہ دیتا ہے؟ اپنا وقت دیتا ہے؟ اس کو وعدہ کرتے ہوئے یہ خیال ہوتا ہے کہ میں نے اسے پورا کرنا ہے جوابدہی کرنی ہے یا محض زور بیان ہے۔ اور کیا فوج کی اور ایجنسیوں کی سرپرستی میں یا مال دار طبقوں کی سپورٹ میں یا تعصبات پر کسی عصبیت پر اس نے سیاست چلائی ہے یا ایک بلند مقصد کے تحت اس نے جدوجہد کی ہے۔ اس کی سیاست کے تناظر میں اس کی زندگی میں اس کے عمل کی شہادت ملنی چاہیے۔ اور پھر اقتدار جن لوگوں کو مل چکا ہے انہیں ہم جج کریں گے کہ کیا وہ اپنا روپیہ پیسہ بناتا رہا؟ آدمی ایک وقت میں ایک ہی بڑا کام کر سکتا ہے' یا لوگوں کی حالت سدھار لے یا اپنی سدھار لے۔ پھر ہم دیکھیں گے کہ آزمائش میں وہ لوگ کیسے رہے جب ان پہ مشکل وقت آیا وہ روتے پیٹتے رہے یا صبر وتحمل کے ساتھ انہوں نے برداشت کیا؟ کیونکہ بڑے مقصد کے لیے قربانی تو دینی پڑتی ہے۔ تیرہ چودہ برس تک محمد علی جناح اپنے پھیپھڑوں میں ٹی بی کے جراثیم اٹھائے گھومتے رہے۔ اس وقت وہ مرض کینسر کی طرح لاعلاج تھا۔ ایک چھوٹی سی کالی آسٹن کار پہ ڈھاکہ سے لے کر سرینگر تک گھومتے رہے اور انہوں نے کبھی یہ شکایت نہیں کی کہ میری صحت خراب ہے اور مجھے مالی قربانی دینی پڑتی ہے اور مجھے دکھ جھیلنا پڑتا ہے' مجھ سے بے وفائی کی گئی ہے اور میری قوم نے میرا ساتھ نہیں دیا۔ یہ سب چیزیں جب آپ دیکھیں گے تو اس پیمانے پہ آپ جج کر لیں گے کون آدمی ہے جو اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی حمایت کی جائے۔ ہم قول پہ تو نہیں جاتے۔ قول تو سب کے کم وبیش ایک جیسے ہی ہوتے ہیں اور کنفیوژن پیدا کرتے ہیں۔ ہم تو عمل میں انسانوں کو دیکھتے ہیں۔

س: شکریہ ہارون صاحب۔ پروفیسر صاحب اگلا سوال ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کیوں اپنے گنہگار باپ کے لیے دعا مانگتے جا رہے تھے؟ کیا انہیں معلوم نہیں تھا کہ اللہ کافر کو نہیں بخشتا؟

ج: احسان مندی کی وجہ سے غالباً حالانکہ پہلے مواقع پہ ان کے اختلافات بھی بڑے واضح تھے۔ اصل میں بہت پڑھا لکھا آدمی جو ہوتا ہے وہ کبھی کسی سے دکھ بھی اٹھائے تو اسے تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ Basically تعلیم میں فرق یہ ہوتا ہے کہ وہ اگلے بندے کے ظرف تعلیم کو دیکھ کر جانچ کے پرکھ کے اس کو معاف کر دیتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اس پیٹرن پہ تھے اس پیٹرن آف تھاٹ میں تھے کہ باپ کی بہت ساری غلطیاں دیکھنے کے باوجود جب اپنی حالت پہ غور کرتے کہ مجھے بھی اگر خدا کی شناخت نصیب ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ تھی کہ میں اس جاہل یا اس کم مذہب انسان کے بطن سے پیدا ہوا ہوں۔ تو وہ ایک ذرا سا جو احسان تھا اس تخلیقی مرحلے کا وہ بھی ان پہ اس طرح تھا کہ وہ ہمیشہ اس کے لیے دعا مانگتے تھے کہ شاید وہ بخشا جائے۔ کوئی طریقہ ایسا نکل آئے کہ میں اس کے لیے باعث رحمت بن جاؤں۔ یہ صاحب علم کا نشان ہوتا ہے اس طرح کی اور بہت ساری باتیں ہیں۔ چونکہ انبیاء رشتوں اور ناطوں کی بہت قدر کرنے والے ہوتے ہیں پرسنل ریلیشن شپ میں بھی احترام کرنے والے ہوتے ہیں تو ذرہ برابر بھی اگر کسی قسم کا احسان ہو تو اس کا لحاظ کرتے ہیں۔ تو یہ دعا جو حضرت ابراہیمؑ کر رہے تھے اسی تشکر کی وجہ سے تھی۔

Which was due to him because he was son to him اور اس لفظ میں جو احترام ہے اس کی پوری پوری قیمت ادا کر رہے تھے۔

س: جسم کو صفات سے متصف کیا جاتا ہے یا روح کو؟ اور جینیٹک عادات جسم کے ذریعے ٹریول کرتی ہیں یا پھر روح کا بھی اس میں عمل دخل ہوتا ہے؟

ج: پروفیسر صاحب: ڈاکٹر صاحب بیٹھے ہیں۔

ڈاکٹر جلیل صاحب: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ما شاء اللہ بہت ہی اچھا سوال ہے۔ ڈی این اے کا نام آپ لوگوں نے سنا ہوگا جس کو ہم Deoxyribo Nucleic Acid کہتے ہیں۔ اس سے مل کر بنتے ہیں وہ کروموسومز جو کہ میسج کو لے کر اگلی نسلوں تک پہنچاتے ہیں جو

کہ ری پروڈکشن میں پارٹ پلے کرتے ہیں۔ سوال یہ کیا گیا ہے کہ کیا ہم روح بھی اسی کے ذریعے وصول کرتے ہیں یا روح ان خصوصیتوں سے جدا ہے جو کہ جینز کے ذریعے ظاہر ہوتی ہیں؟ اس کے لیے بہت ساری چیزیں پہلے طے کرنی ہوں گی۔ کیا ہمارے پاس روح کی شناخت موجود ہے؟ ہمارے پاس روح کی حتمی شناخت موجود نہیں۔ ہم یہی جانتے ہیں کہ ہمیں اس کا بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ احادیث سے ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ دوران زچگی ایک خاص مقام پہ آ کے روح داخل ہوتی ہے اور اسی بنیاد پہ بعض فقہاء اس سے پہلے ابارشن کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ میں جائز نہیں قرار دے رہا ہوں میں بعض فقہاء کی بات کر رہا ہوں کہ وہ اس سے استدلال کرتے ہیں چونکہ ابھی روح داخل نہیں ہوئی لہذا اس سے پہلے وہ جسم ایک جاندار انسان کی طرح نہیں ہے اور اسے Abort کیا جا سکتا ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا جو روح آتی ہے اس عرصے کے بعد یہ ممکن ہے کہ اس ڈی این اے میں اس جین میں وہ کچھ ایسی تبدیلی لاتی ہو جس کے بعد وہ Qualities exhibit ہوتی ہوں جو کہ اس ڈی این اے میں موجود ہیں۔ کیونکہ ڈی این اے یا جین یا کروموسوم اتنا Complicated structure ہے گو کہ ہم اس کو ڈی کوڈ کر چکے ہیں Identify کر چکے ہیں لیکن ہر نئے دن ان کا کوئی نہ کوئی نیا فنکشن ظاہر ہوتا ہے۔ میں آپ کو مزید Complicate نہیں کروں گا۔ اتنا ذہن میں رکھیئے کہ ڈی این اے کے اندر کچھ چیزیں فکسڈ ہیں، کچھ چیزیں Variables ہیں، کچھ Hyper variables ہیں اور کچھ ایسی چیزیں ہیں جو ہمارے افکار پہ ہماری سوچوں پہ Depend کرتی ہیں۔ بعض ایسے جینز ہیں They become functional اگر آپ کی عادات کسی غلط یا صحیح رنگ پہ چل پڑے۔ جیسے سادہ مثال یہ ہوگی کہ اگر آپ غصے میں رہنا شروع کر دیں۔ یا اس سے بھی اچھی مثال یہ ہے کہ آپ Perfectionist بن جائیں۔ آپ کی یہ خواہش ہو کہ میں ہر کام مکمل انداز میں کروں اور اس میں کسی قسم کا سقم باقی نہ رہے تو یہ خواہش آپ کو بیمار کر سکتی ہے اور آپ کے بلڈ پریشر میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ ابھی ابرار بھائی نے کہا کہ انہیں کہا گیا کہ ہسپتال دو کی بجائے چار سال میں بناؤ تو اس کا مطلب یہ تھا کہ Calm yourself down، اتنا High target set نہ کرو کہ

تمہارے اندر ایسے Neurotransmitters نکلیں جو تمہارے جینز کے Behavior کو چینج کر دیں ۔ روح کی بات ہو رہی تھی تو یہ کہنا کہ روح ڈی این اے میں آتی ہے Probably ٹھیک نہیں ہے۔ روح ایک ایسی چیز ہے جو کہ ایگ کے سپرم سے ملنے کے بعد آئے گی ورنہ تو آپ کہیں گے ایک روح ایگ میں آئے گی ایک سپرم میں آئے گی۔ تو ایگ اور سپرم جب ملیں گے ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے آدھی روح ادھر سے آئے گی آدھی روح اُدھر سے آئے گی۔ یقیناً جب انڈا اور سپرم آپس میں فرٹیلائز ہوتے ہیں ایک Ovum بنتا ہے۔ ایک خاص سٹیج پہ غالباً تین مہینوں کے بعد جب ہمیں اعضا ، نظر آنا شروع ہوتے ہیں جسے ہم Organogenesis کہتے ہیں' ہو چکا ہوتا ہے' کسی حد تک شناخت واضح ہوتی ہے اور حدیث ناطق ہے کہ اس وقت عالم ارواح سے اس کی روح داخل ہوتی ہے۔

س: اسلام میں غلام اور لونڈیوں کا تصور کیا ہے اور ان کے حقوق و فرائض کیا ہیں؟ میرا ایک دوست کہتا ہے کہ مسلمان جنگیں لونڈیاں حاصل کرنے کی ہوس میں کیا کرتے تھے۔ کیا لونڈی وائف کا متبادل ہے؟

ج: یہ کیسے ہو سکتا ہے' اول تو آپ کے دوست کو شاید علم ہی نہیں ہے کہ آج تک' ..... وہ (اگلے) تو بہت اچھے مسلمان تھے ..... آج تک کوئی جنگ ایسی نہیں ہوئی جو ہم کہیں لونڈیاں حاصل کرنے کے لیے ہوئی۔ یہاں تک کہ وہ بدترین جنگیں جو فاسقوں نے لڑی ہیں وہ بھی اس لحاظ سے نہیں لڑی گئیں۔ نہ کبھی عورتوں نے کسی ملک پہ اس لیے چڑھائی کی کہ وہاں سے غلام ڈھونڈنے ہیں اور نہ کبھی مردوں نے اس لحاظ سے کسی ملک پہ چڑھائی کی کہ صرف ہم نے لونڈیوں کے لیے جنگ کرنی ہے۔ ایک بڑی پرانی تاریخی جنگ ہے جسے ہیلن آف ٹرائے یا ٹراوزن وار کہتے ہیں کہ جو شاید ایک خاتون کو ایک بیوی کو واپس لانے کے لیے کی گئی۔ وہاں بھی لونڈی کا کوئی ذکر نہیں۔ باقی جو لونڈی اور غلام ہیں یہ ایک قسم کا انسٹیٹیوشن ہے کہ جو وار کے نتائج میں وجود پاتا ہے۔ اس کا خدا کی حکمت کے ساتھ یہ واسطہ ہے کہ جیسے اللہ نے قرآن حکیم میں کہا کہ جب قومیں بڑی سرکش ہو جاتی ہیں' بڑی متمرد ہو جاتی ہیں اور ظالمانہ روش اختیار کرتی ہیں اور

خدا کے احکام سے بالکل روگردانی کرتی ہیں تو ملاء اعلیٰ سے پروردگار عالم اس کو بطور سزا ان کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر ایک آدمی کو سزا اس کی عزت وغیرت کی دی جاتی ہے۔ اس لیے کہ فراعین مصر کے ذکر میں خدا یہ کہتا ہے کہ بنو اسرائیل نے جب بہت زیادہ نادانی کی سر کشی کی بغاوت کی تو ان کو ایک بلائے عظیم "وَفِیْ ذٰلِکُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ "{الاعراف:141} ان کو اللہ نے ایسی بلا میں ڈالا۔ اور بلا کون سی؟ کہ ان کے مرد بچے قتل کیے جاتے تھے اور ان کی بیٹیاں زندہ چھوڑ دی جاتیں' یعنی غلام بنائی جاتی تھیں۔ اب صورتحال یہ ہے کہ یہ خدا کی جزا اور سزا کا ایک پیٹرن ہے۔ پھر وقت آگے چلتا رہا جہاں غلام اور لونڈی کی تجارت ممنوع ہوئی۔ انسان نے اپنے آپ کو مہذب سمجھا' مہذب ڈیکلیئر کیا اور Finally اللہ تعالیٰ نے ان کو کوئی سزا نہیں دی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ مسئلہ اس طرح قائم نہیں ہوتا جس طرح ہم سوچ رہے ہیں۔ ہاں! اگر آج ایک بہت بڑی جنگ عظیم پھر ہو جائے اور پھر بہت ساری نسل انسان کو سزا ملے اور تھوڑے سے لوگ بچ جائیں اور پھر وہ غلام اور لونڈی کا اگر بزنس شروع کر دیں۔ کیونکہ اللہ نے کہا ہے کہ زمانوں کو اسی حال کو پلٹنا ہے جہاں سے شروع ہوئے تھے۔ تو اس صورت میں لونڈی اور غلام کا یہ ایشو دوبارہ پیدا ہو سکتا ہے۔ دوسری بات کہ کیا لونڈی بیوی کا نعم البدل ہے؟! تو کسی صورت میں بھی نہیں ہو سکتی۔ بیوی کا رینک ایک آزاد عورت کا ہوتا ہے اور لونڈی کا غلام۔ اگر آپ قرآن شریف پڑھتے ہو تو لونڈی کی حیثیت بڑی واضح ہے کہ " اِلَّا مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ "{النساء:24} وہ چیز وہ شے شخص یا وہ ہستی جو آپ کے دائیں ہاتھ کی ملکیت ہے۔ تو اس کے استعمال سے نہیں اس کو سمجھا جا سکتا کہ کیا وہ حلال ہے یا ناجائز ہے۔ بہت ساری اور باتیں ہیں اور بہت سارے دیگر پہلو ہیں جو لونڈی اور غلام کے حوالے سے ملتے ہیں۔ دوبارہ آپ اگر غور کیجئے تو لونڈی اور غلام کو " اِلَّا مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ "{النساء:24} یہ آپ کے دائیں ہاتھ کی ملکیت ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ جو چیز آپ کی ملکیت ہے اس پر آپ کو کوئی بین نہیں لگا سکتا کہ اس کو کس طرح Use کرو۔ لونڈی یا غلام ساری ساری رات آپ کی خدمت میں کھڑے ہو سکتے ہیں۔ وہ سارا سارا دن آپ کے لیے پانی بھر سکتے ہیں۔ وہ کوئی بھی کام آپ کے

لیے جبراً ادا کر سکتے ہیں۔ صرف سیکس ہی اس کا پہلو نہیں ہے۔ اس لیے آپ صرف یہ کہہ سکتے ہیں
" إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ "{النساء:24} کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کی ملکیت ہیں۔ وہ
آپ کے تصرف میں ہیں، جیسے چاہے آپ ان کو استعمال کر لو۔ اس پہ آپ کی پرسش نہیں ہے، آپ
کو کوئی سرزنش نہیں ہے۔

اسرار احمد کسانہ صاحب: اگلے دو سوال ڈاکٹر جلیل صاحب کریں گے اور جواب
دیں گے۔

ڈاکٹر جلیل صاحب: جی میرے پاس دو سوال ہیں چونکہ میڈیسن سے متعلق ہیں میں
نے سوچا پلٹ کر میرے پاس آئیں گے تو پہلے ہی نمٹ لوں۔ کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں بچوں کو
برانڈی دی جاتی ہے کیا یہ جائز ہے؟ اس کا مختصر جواب یہ ہوگا There is no evidence
what so ever that this drink has any role in any kind of
healing in children or adults صرف ایک بات جو کی جاتی ہے کہ اگر کوئی 30
to 40ml وائن لیں تو وہ خون کو پتلا کر سکتی ہے، رکھ سکتی ہے یا Incidence of heart
attack کم کر سکتی ہے It's a class three evidence یہ کوئی ایسا ایویڈنس نہیں
ہے جس کی بنیاد پر آپ شراب پینا شروع کر دیں۔ یہ ایک پریکٹس تھی جو کہ غلط پریکٹس تھی۔ بنیادی
طور پر اس کا فائدہ یہ ہوتا تھا کہ Rapidly آپ کیلوریز بچوں کو مہیا کر دیتے ہیں۔ وہ بچہ جو
کھا نہیں رہا برانڈی دیتے ہیں تو فوراً آپ کیلوریز دے دیتے ہیں کیونکہ یہ Rapidly
absorb ہو کے باڈی میں کیلوریز فراہم کر دیتی ہے۔ کیلوریز جسے اردو میں آپ توانائی کے
حرارے کہتے ہیں۔ لیکن وہ میٹھے سے بھی دے سکتے ہیں شہد سے بھی دے سکتے ہیں اس کے لیے
اتنے تردد کی ضرورت نہیں ہے۔

دوسرا سوال ہے بلکہ سائیکالوجی پہ چار اکٹھے سوال ہیں۔ میں ان کا مختصراً مختصراً جواب
دے دیتا ہوں۔ اگر کوئی کمی رہ گئی تو مرشد گرامی پوری کر دیں گے۔ کیا سائیکالوجی ایک نامکمل علم
ہے؟ اس طرح سے تو میرے بھائی کوئی بھی علم مکمل نہیں ہے۔ اگر کوئی ایک علم بھی اپنے کمال کو پہنچا

تو وہ خدائے واحد تک جا پہنچے گا۔ اور کوئی علم اکیلا نہیں پہنچے گا یہ سارے چلتے چلتے آپ کو Full dimensions کے ساتھ حقیقتِ اولیٰ کی خبر دیں گے اور قرآن کی وہ آیت پوری ہوگی کہ ہم عنقریب انہیں آفاق میں اور انفاس میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے۔ یہ بھی علم ہے۔ علم میں ترقی ہوتی ہے علم کو مکمل یا نامکمل کے حوالے سے نہیں دیکھا جاتا۔

تیسرا سوال یہ ہے کیا Islam base therapies نفسیات کی Contemporary therapies کو Replace کر سکتی ہیں؟ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ Islam base therapies سے آپ کی کیا مراد ہے؟ مختصراً عرض کروں کہ سائیکالوجی کے پاس تین چار قسم کے طریقہ علاج ہیں۔ جن میں آپ نے سنا ہوگا پرانے زمانے میں ای۔ سی۔ ٹی۔ دیتے تھے۔ کچھ خاص بیماریوں میں بجلی کے جھٹکے لگاتے تھے۔ کچھ بیماریوں میں آپریشن ہوتے تھے۔ کچھ خاص Conditons میں دماغ کا سامنے کا حصہ نکال دیتے تھے جسے ہم Frontal lobotomy کہتے ہیں۔ پھر اس کے بعد میڈیسنز آ گئیں۔ میڈیسنز آج بھی ہیں۔ شروع میں بڑی سادہ تھیں۔ آج کل Psychiatry میں بڑی Specialized. targeted medicines آ گئی ہیں۔ اس کے بعد ایک نئی چیز آئی ہے۔ نئی تو خیر نہیں یہ سب سے پرانی ہے جسے ہم CBT- cognitive behavior therapy کہتے ہیں۔ اس میں کیا ہوتا ہے کہ You play a role of a councilor آپ کا مریض آپ کو اپنا پرابلم بتاتا ہے۔ جب وہ اپنا پرابلم بتاتا ہے آپ سنتے ہیں تو وہ Refelect ہوتا ہے۔ یوں سمجھئے It's very interesting to remember کہ جب ہم بولتے ہیں تو ہم اپنا مسئلہ خود سنتے ہیں۔ جب اپنا مسئلہ ہم خود سنتے ہیں تو ہمارے دماغ کا ایک حصہ اس مسئلے سے خبردار ہو جاتا ہے جو پہلے خبردار نہیں ہوتا۔ خبردار کا مطلب ہے Aware (Alert نہیں) Aware ہو جاتا ہے۔ اس طرح دماغ کے اندر جو Interconnections ہیں یا ان کی Interaction ہے وہ بڑھ جاتی ہیں اور بعض اوقات ان مسائل کا حل آپ کے سامنے آ جاتا ہے۔ خود کلامی بعض اوقات شفا کا باعث بن جاتی ہے۔ تو یہ CBT کہلاتی ہے۔ جو

Religious base therapies ہیں ان میں Faith therapies دی جاتی ہے۔ میں اس تھراپی کے نہ خلاف ہوں نہ حمایت میں ہوں۔ لیکن آپ نے اپنے سوال میں تسبیح کا ذکر کیا ہے کہ تسبیح کیوں نہ کی جائے یہ سب سے بڑی ہے اور اس سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ یہاں ایک خیال میرے ذہن میں آیا درست! تسبیح سے ہر کام ہو سکتا ہے۔ لیکن فرض کیجیے اگر کسی کی ٹانگ کٹ جائے اور وہ تسبیح سے ٹھیک ہو جائے تو پھر یہ کائنات بھی ختم کر دی جائے گی۔ کیونکہ ایک ایسی دلیل ہاتھ میں آ گئی اب تو مفر ہی نہیں ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے خدا ظاہر ہو گیا۔ اگر تسبیح سے ایسے واقعات ہونے لگ جائیں۔ میرے بال اُگ آئیں سارے کے سارے میرا موٹاپا دور ہو جائے یا لطیف یا خبیر یا اللہ پڑھنے سے اور یہ اتنا کامن ہو اور Reproducible ہو تو میرے بھائی پھر تو ایمان کی جدوجہد کی بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔ آپ کو تو اتنے واضح ثبوت مل جائیں گے۔ ایسا نہیں ہے کہ تسبیح سے ہو نہیں سکتا لیکن یہ ایک ایسا طریقہ نہیں ہے جو معمول بن جائے۔ کیونکہ خدا نے طب بھی پیدا کی ہے طریقہ ہائے علاج بھی پیدا کیے ہیں۔ ایک حدیث ہے کہ کچھ بیماریاں ایسی ہیں جن کا علاج دعا میں ہے۔ اور کچھ کے لیے حضور ﷺ نے خود مریضوں کو طبیبوں کے پاس بھیجا ہے۔ مریض کے دل پہ ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ اسے دل کی تکلیف ہے۔ اسے فلاں شخص کے پاس لے جاؤ وہ طبیب ہے۔ آپ ﷺ نے خود جونک لگوائے۔ اس وقت جو مروجہ طریقہ علاج تھے آپ ﷺ نے اختیار کئے اس کی تلقین کی۔ اب کسی کو خدانخواستہ کٹ لگے گا تو وہ ٹانکے تو لگوائے گا۔ وہ اگر یہ کہے میں تسبیح پڑھوں اور وہ جڑ جائے اور اگر جڑ جائے تو اس کے بعد ایمان کی جدوجہد کا کھیل تو ختم ہو جائے گا۔ کیوں استاد محترم؟ (پروفیسر صاحب کی طرف سوالیہ انداز سے دیکھتے ہوئے)

پروفیسر صاحب: بس میں نے تو یہی کہنا تھا کہ میرے بال تو واپس آ گئے ہیں تسبیح سے (پنڈال میں فلک شگاف قہقہہ)

ڈاکٹر صاحب: میرے بھی تھوڑے بہت تسبیح سے ہی آئے ہیں۔

پروفیسر صاحب: بہر حال آپ نے جو کہا بڑا درست کہا۔ ہمارے پاس ماشاءاللہ ایک

بڑی اچھی اور بڑی فعال سائیکالوجسٹ بیٹھی ہیں۔ اگر وہ چاہیں تو آگے ہمیں گائیڈ کردیں اور اگر چاہیں تو اپنی جگہ بیٹھی رہیں۔

ڈاکٹر صاحب: اگر وہ بیٹھی ہیں تو میں نے کوئی نادانی کی بات کی ہو باقیوں کو تو پتہ نہیں چلا ہوگا ان سے میں معذرت چاہتا ہوں۔

ڈاکٹر عمرانہ صاحبہ: پروفیسر صاحب میری ہمت اور جرأت تو نہیں کہ میں آپ کے سامنے کوئی ایسی بات کرسکوں بہر حال اتنا میں کہوں گی کہ Psychology in itself is just about Allah. اس میں ہم بتاتے ہیں Love, hope and reason to live زندگی بہت اچھی ہے بہت خوبصورت ہے مقصدیت ہے۔ There is a lot in life. تو جب میرے پاس مریض آتے ہیں اور اگر وہ کہتے ہیں اب تو چینج ہو ہی نہیں سکتا۔ ہماری زندگی میں بہت بڑی پرابلم آ گئی ہیں۔ تو میں ان کو Hope دلاتی ہوں۔ جیسے ڈاکٹر صاحب نے سی۔ بی۔ ٹی کا ذکر کیا CBT cognitions بھی ہم بدلتے ہیں Behaviour بھی ان کا چینج کرتے ہیں It's a therapy جس میں دونوں چیزیں ملا کر بدلتے ہیں۔ چنانچہ جب ان کی Cognitions بدلیں گی تو میں کہوں گی کہ چینج تو Possible ہے۔ پھر میں ان کو کہتی ہوں کہ اللہ کی ذات کے سوا کیا چیز چینج نہیں ہوتی؟ صبح سے شام ہوتی ہے۔ ہمارے جسم کا بال تک ڈیلی ایک سینٹی میٹر چینج ہوتا ہے۔ سو جب سب کچھ چینج ہوتا ہے تو پھر آپ کی حالت کیسے ایسی رہ سکتی ہے؟ It is a big thing to know that everything goes in a circle. جیسے ڈاکٹر صاحب نے بھی کہا تو یہ Cognitions ہم چینج کرتے ہیں۔ ہم ان سے کہتے ہیں کہ زندگی میں روٹین لائیں۔ روٹین کیا ہے؟ نماز روزہ لائف کا ایک پیٹرن۔ سو سائیکالوجی اور Religion کوئی فرق چیز نہیں ہے۔ درست ہی الحمد اللہ پندرہ بیس سال مجھے بھی ہو گئے ہیں لیکن میں نے تو یہی دیکھا ہے کہ یہ لوگوں کو Close ہی لائی ہے۔ ابرار صاحب نے جیسے کہا میں بھی بہت خوش ہو کے تسبیحات دیتی ہوں جو پروفیسر صاحب نے مجھے بتائی ہوئی ہیں۔ بیس سال پہلے انہوں نے مجھے یہ تسبیحات دی تھیں۔ میں تھوڑا سا یہ بھی Add کردوں کہ میں بالکل

کچھ اور کر رہی تھی۔ اگرچہ میں سپیشلسٹ اسی فیلڈ کی تھی But I could not work and I just called Prof. sb اور بیس سال پہلے میں نے کہا میرا نام عمرانہ ہے۔ انہوں نے کہا" آپ کیا کر رہی ہیں؟ آپ تو ایک Councilor ہیں' آپ کی زندگی کا مقصد ہی یہ ہے کہ آپ نے لوگوں کی کونسلنگ کرنی ہے اور پرابلم Solve کرنے ہیں۔" I did not trust him, sorry Prof.sb پھر انہوں نے مجھے تسبیحات دیں۔ میں نے کبھی پڑھیں کبھی نہیں پڑھیں۔ پھر میں سال بھر بڑی Disturbance میں رہی۔ پھر میں نے ان کو فون کیا۔ میں نے سوچا سال ڈیڑھ پہلے بات ہوئی تھی اب میں ان کو کہاں یاد ہوں گی؟ انہوں نے پھر وہی بات کی اور میں ڈاکٹر ہارون اللہ بخش میرے ٹیچر آئیڈیل سب کچھ تو میں ان کے پاس گئی اور کہا ڈاکٹر صاحب میں تو سائیکالوجی کا Meaning بھی بھول گئی ہوں۔ انہوں نے کہا آپ آئیں تو سہی اور پھر دیکھیں۔ وہ دن اور آج کا دن الحمد اللہ اس فیلڈ میں میں نے پروفیسر صاحب کی دعاؤں سے بہت بہت محنت کی ہے اور لوگوں کے مسائل حل کرنے کی کوشش کی ہے Trust me psychology is another name for our beautiful religion

پروفیسر صاحب: (مسکراتے ہوئے) اس میں میں نے ایک جملہ Add کرنا ہے کہ یہ بالکل صحیح کہتی ہیں کہ She did not trust me جس نے اعتبار کیا وہ بھی مارا گیا جس نے نہ کیا وہ بھی مارا گیا۔

ڈاکٹر جلیل صاحب: زیادتی ہوگی اگر میں ایک فقرہ نہ سناؤں' غالباً 1995ء کی بات ہے جب میں پروفیسر صاحب سے ملنے آیا۔ کسی نے پروفیسر صاحب کا ذکر کیا اور ہم اس دوست کے ساتھ ملنے آئے تھے۔ اس وقت ذہن میں بڑے خیال تھے کہ ہم نے بڑی کتابیں پڑھی ہیں' ہم یہ ہیں وہ ہیں۔ استاد نے ایک فقرہ بولا اس زمانے کے سارے فقرے مجھے یاد ہیں۔ تو ایک فقرہ ہے جو آپ کے ساتھ شیئر کرتا ہوں۔ سائیکالوجی سے متعلق ہے کہ Psychology when applied to other is a science, when applied to your

ownself is mysticism.

س: اگلا سوال ہے کہ اللہ کی ناراضگی اور آزمائش میں کیا فرق ہے؟ یہ ہم کیسے معلوم کر سکتے ہیں؟

ج: آزمائش Hurt نہیں کرتی' دیرپا نہیں ہوتی' اس کے اثرات نہیں رہتے۔ یہ ریت پر پاؤں کے نشان کی طرح ہیں کہ کچھ عرصے کے بعد ہواؤں سے معدوم ہو جاتے ہیں مگر عذاب گہرائیوں تک جاتا ہے۔ یہ آپ کی تہوں میں جا کر چھپتا ہے' آپ کی نسلوں تک ترسیل کر جاتا ہے اور یہ خدا کے غضب کی علامت ہوتی ہے۔ جیسے اللہ نے کہا کہ ہم لوگوں کو آزماتے ہیں "وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ" (البقرہ:155) کہ ان چیزوں کو ہم بطور عذاب نہیں لوگوں پہ ڈالتے' ہم ان کو آزماتے ہیں وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ (155) اگر آپ دیکھیں تو یہاں لفظ "بشارت" استعمال کیا گیا ہے۔ آزمائش سے نکلنا خدا کی بشارت کو شیئر کرنے کے برابر ہے۔ تو خدا کہتا ہے بشارت دو ان لوگوں کو جن پہ یہ لمحے آئے۔ ان کی اگر اپروچ صحیح رہی انہوں نے اس مصیبت کے آغاز میں اگر اپنا مقصد ضائع نہ کیا' عبادت کا مرکز ضائع نہ کیا تو انہیں بشارت دو۔ خدا کہتا ہے "الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ" (البقرہ:156) تو آزمائش میں آزمائش کے مقاصد میں آزمائش سے نکلنے کی خداوند کریم نے اپروچ بھی دے دی کہ اگر یہ مصیبتیں آئیں تو تمہارا کام یہ ہے کہ چھوٹی سی اپروچ اپناؤ" قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ "یقین رکھو کہ یہ مصیبت خدا کی طرف سے آئی ہے اور لوٹ جائے گی۔ اگر کسی نے یہ کہا کہ یہ لوٹ کے نہیں جائے گی تو پھر وہ عذاب بن جائے گا۔ اگر اللہ پر آپ نے یقین رکھا اور کہا جو کچھ بھی مجھ پہ آیا ہے یہ آزمائش کی طرح ہے اور یہ لوٹ جائے گا تو خدا کہتا ہے پھر ان لوگوں کو میری طرف سے بشارت دو الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ (156) "أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ" تو لوگوں کو ان لوگوں پہ میری طرف سے ہدایت ہے' رحم و کرم ہے' درود و سلام ہے "أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ

وَرَحْمَۃٌ وَاُولٰٓـئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ" (البقرہ:157) اور یہ بخشے ہوئے ہدایت یافتہ لوگ ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ آزمائش کے اس پیٹرن میں خدا نے اتنی وضاحت سے ساری باتیں بتا دی ہیں جو اگر اس پیٹرن میں نہیں ہے وہ ایک رکنے والا کثیف اور تباہ کرنے والا عذاب ہے جو نسلوں تک جاری رہتا ہے۔

س: صحیح بخاری کی حدیث کے بارے میں پوچھا گیا ہے کہ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ مجھ تک دو علم حضورﷺ سے پہنچے ہیں۔ ایک میں نے آگے پہنچا دیا ہے اور دوسرا اگر میں بتاؤں تو میرا حلقوم کاٹ دیا جائے گا۔ یہ دوسرا علم کون سا تھا؟

ج: میرا خیال ہے میں نے یہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کے ضمن میں پڑھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ چیزیں زمان و مکاں کو Suite نہیں کرتیں۔ یا اس لیے بھی ضروری ہے کہ پیغمبر کا علم تو آخر زماں تک محیط ہوتا ہے اور اگر ان باتوں کا انکشاف وقت سے پہلے کر دیا جائے یا ان باتوں کا ذکر کر دیا جائے تو وہ Faith کے Present faith کے خلاف چلی جاتی ہیں اور شاید اس وقت کے شرعی نظام کے خلاف چلی جاتی ہیں جو شاید بعد میں Permissive ہوں۔ اسی لیے حضرت ابو ہریرہؓ کے حوالے سے میں نے حدیث سنی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کچھ ایسی باتیں ہیں اگر بیان کر دوں اُس دور میں بیان کر دوں تو شاید میں اگلے دور تک خود بھی نہ پہنچ سکوں یعنی مجھے سزا ملے گی۔ مگر ایسی باتیں ہوئی بھی ہیں اور ہمارے پاس موجود بھی ہیں جو اللہ کے رسولﷺ نے زمانہ آخر تک کے بارے میں کہی ہیں۔ مثلاً اگر یہی بات کافی سمجھی جائے کہ رسول اللہﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا دس خطاؤں میں سے اگر ایک بھی تم نے کی تو تم لوگوں کی باز پرس ہوگی اور آخری زمانے والوں کو کہا کہ تم نے دس میں سے ایک بات بھی پوری کی تو تمہیں ثواب ملے گا۔ بذات خود یہ بہت بڑا Difference of criteria ہے جو اگلے زمانوں پر محیط ہے۔

س: علم الاعداد کی روشنی میں سات کے ہندسے کی کیا اہمیت ہے آخر سات زمینیں اور سات آسمان ہی کیوں؟

ج: میرا خیال ہے کہ ہر ہندسے کی اہمیت ہے۔ سات کے عدد کی تخصیص تو نہیں ہے۔
ابھی ڈاکٹر صاحب کل بتا رہے تھے کہ شاید سات کا جملہ اہل عرب اس شائل میں بھی بولتے ہیں
جس سے کثرت مراد ہو مگر میرا خیال یہ ہے کہ قرآن حکیم میں جو ہندسہ بتایا گیا وہ
Shiftable نہیں ہے۔ وہ ویسے ہی ہے جیسے بیان کیا گیا ہے۔ جیسے کائنات کے Built
up میں سات دنوں کا ذکر ہے، جیسے سات آسمان ہیں، سات زمینیں ہیں۔ تو اس سے مراد تخلیقی
اعداد ہیں اور Mathematical اعداد ہیں۔ ان میں ہم کسی قسم کا گمان نہیں رکھتے کہ کوئی
دوسرا امر موجود ہو But why did He do so? اس کے لیے میں آپ سے معذرت خواہ
کہ اس نے سات دن ہی کیوں رکھے، وہ چار دن میں بھی بنا سکتا تھا۔ آپ کو پتہ ہے اس کی مرضی
ہے جو مرضی کرے" إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ "{الحج:18} اللہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اگر میں
بحیثیت انسان اس کے موڈ کا جائزہ لوں تو اس نے تخصیص تخلیق کائنات کے فرق کے لیے یہ اعداد
رکھے ہیں۔ یعنی اکائی اگر اپنے ساتھ مخصوص کر لی ہے تو ہر ان چیزوں میں اکائی پائی جائے گی
جنہیں وہ بالکل منفرد اور Separte تصور کرتا ہے۔ اور شاید دوئی اس کے لیے پائی جائے گی
جس کو وہ اپنے طور پہ دوئی کے کسی منصب سے آگاہ کرنا چاہتا ہے۔ اس طرح تین کا عدد بھی استعمال
ہوا ہے، بہت مرتبہ ہوا ہے۔ جیسے وضو میں تمام اعضاء کو تین مرتبہ دھوتا ہے۔ حالانکہ ایک مرتبہ بھی
دھونے سے وضو ہو جاتا ہے، دو مرتبہ دھونے سے بھی وضو ہو جاتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا ہے کہ
میں وتر ہوں اور وتر کو پسند کرتا ہوں تو اکیلی خاصیت کو بھی وہ پسند کرتا ہے۔ تو ہر اسم میں ایک خوبی
موجود ہے، کسی اسم میں کوئی نکیٹو خوبیاں نہیں ہے۔ ہر عدد میں ایک پازیٹو خوبیاں موجود ہیں جس
کی وجہ سے اللہ ان کو اپنی مختلف کائناتی تخلیقات کے لیے منتخب کرتا ہے۔

س: ڈاکٹر صاحب یہ ایک سوال ہے قرآن میں غور و فکر کے لیے دل کا ذکر ہوتا ہے لیکن جدید سائنس کے مطابق غور و فکر کا مقام دماغ ہے دل نہیں، براہ مہربانی وضاحت فرمائیے۔

ج: **ڈاکٹر جلیل صاحب:** یہ سوال بہت دفعہ ہوا ہے اس کا جواب کتابوں میں بڑی
تفصیل سے موجود ہے۔ ویسے عرض کر دوں کہ ہم نے بہت سارے سوالوں کا مخض اس لیے جواب

نہیں دیا کہ ان کے بڑے تفصیلی جواب کتابوں میں موجود ہیں۔ کوشش یہ ہے کہ نئے سے نئے سوالوں کے جواب دیے جائیں یا ایسے سوال جن کے جواب میں ذرا تشنگی ہو ان کو ایڈریس کیا جائے یا وہ سوال جو بہت لوگوں نے پوچھا ہو۔ اس سوال پہ بھی استاد محترم بات کر چکے ہیں۔ میں صرف اتنا ہی کہنا چاہتا تھا کہ جو ہمارے پاس جدید طریقہ، تحقیق ہے یا Investigation methods ہیں ان کے مطابق یہ پتہ چلتا ہے کہ دماغ کے اندر ایک ایسا حصہ ہے جس میں خواہش یا ارادہ قیام پذیر ہے اور اس کو دماغ کا Frontal lobe کہتے ہیں۔ آپ نے قرآن حکیم کے تناظر میں سوال اٹھایا ہے کہ کیا غور و فکر کا مقام دل ہے؟ بہت ساری باتیں قرآن کی جو ہمیں آج معلوم ہیں پچاس سال پہلے ہمیں ان کی خبر تک نہیں تھی۔ سو سال پہلے تو ہم اس آیت "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ " {الأنبياء:30} کا ترجمہ یہ کرتے تھے کہ ہم نے انسان کو مادہ منی سے پیدا کیا۔ یہ Documented translation ہے۔ Since we did not have that kind of knowledge تو ہم کوشش کرتے تھے کہ قرآن کو اپنے عہد کے علم کے کوزے میں بند کریں یعنی ایسے Explain کریں کہ وہ ہمارے عہد کے علم سے مطابقت رکھے۔ نہ یہ کہ ہم Literal translation کر کے اتنا کہہ دیں کہ ہم اس سے زیادہ نہیں جانتے۔ لیکن دل کے بارے میں کچھ Experiments ہو چکے ہیں۔ امریکنز نے کچھ Experiment کئے ہیں جس میں یہ Indication ملتی ہے کہ جب کوئی تاثر یا Shocking experience جو کہ دماغ تک پہنچتا ہے تو وہ اس سے پہلے دل سے ہو کے گزرتا ہے۔ پتہ نہیں آپ نے کبھی بہت اچھی یا بہت بری خبر سنی یا نہ سنی اللہ آپ کو بہت اچھی خبریں ہی سنائے پہلے ایک تاثر اور کیفیت دل سے گزرتی ہے۔ اگر آپ نے Experience کیا ہو تو اس کو Define کرنا اور Physically locate کرنا شاید ابھی ممکن نہیں۔ ایک بڑا اچھا قول میرے پاس پڑا ہے جتنا یاد ہے سنا دیتا ہوں۔ ایک بڑے اچھے Astrophysicist ہیں وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ آج کل کی طبیعات جو ہے وہ مابعد الطبیعاتی رنگ لئے ہوئے ہے۔ وہ Physical سے Metaphysical ہوتی جا رہی ہے۔ آخر میں فقرہ

لکھتے ہیں کہ بعض مقامات پہ تو ہماری فزکس مابعد الطبعیات سے بھی آگے اور مذہبی فکر سے بھی آگے جست لگانے کی کوشش کرتی ہے۔ کوئی تعجب نہیں کہ کل آپ کو پتہ چلے کہ دل کا ایک اور منظر بھی ہے جو آپ کو دکھائی نہیں دیتا۔ دل میں ایک انرجی بھی موجود ہے جو آپ کو دکھائی نہیں دیتی یا دل میں کوئی ایسی صلاحیت موجود ہے کہ وہ احساسات کو Intelligently receive کرے اور پھر آگے Transmit کرے۔ تو یہ Probabilities ہیں۔ Wait and see.

س: کیا جنات انسانی زندگی پر اثر انداز ہو سکتے ہیں یا انسانی جسم میں داخل ہو سکتے ہیں؟

ج: خواتین و حضرات! حضرت ابن عباسؓ اور دوسرے محدثین کے قول کے مطابق جنات کے تین مقامات ہیں۔ ایک تو اصحاب کو بتایا گیا کہ اڑنے والے جنات ہیں جو گھومتے پھرتے رہتے ہیں اور فضاؤں میں سے خبریں لیتے ہیں۔ ان کا انداز زندگی تھوڑا سا جدا ہے۔ دوسرے جنات وہ ہیں جو کتے اور سانپ کی شکل میں ہوتے ہیں۔ یہ دونوں کے Major پیٹرنز ہیں۔ وہ کتے اور سانپ کی شکل میں اپنے وجود کو متشکل کر لیتے ہیں۔ اور تیسرے جنات وہ ہیں جو انسانوں کے دلوں میں بستے ہیں۔ ان میں نرمی اور گرمی کی کسی قسم کی خاصیت نہیں چھوڑتے۔ جنات کی یہ تین قسمیں ہیں۔ جیسے میں نے کہا کہ پہلی قسم وہ ہے جو گھومتے پھرتے اور اڑتے پھرتے رہتے ہیں۔ یہ ہواؤں کے جنات ہیں۔ اور دوسرے وہ جو کتے اور سانپ کی شکل میں ہوتے ہیں جو انسانوں کے خلاف مضبوط کاروائیاں کرتے رہتے ہیں۔ جنات کی تیسری قسم وہ ہے جو انسانوں کے دلوں میں رہتے ہیں۔ بظاہر وہ لوگ انسان ہوتے ہیں مگر بہ باطن شیطنت میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ جنات انسان پہ قابو نہیں پا سکتے کیونکہ جنات کے پاس اتنی عقل نہیں ہے کہ انسان کی Reason پہ غالب آ سکیں۔ مگر ایک کام وہ کرتے ہیں کہ انسان کی Reason خراب کر دیتے ہیں۔ Reason خراب کرنے کا جو ان کا واحد Motive ہے وہ انسان کی اپنی غفلت ہے۔ قرآن حکیم میں خود خدا نے اس کا ذکر کیا کہ اللہ نے ایک اصول بتایا ہے کہ جنات کیوں انسان پہ غلبہ پاتے ہیں اور کس طرح ان کے دلوں میں رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جو شخص

رحمان کے ذکر سے غافل ہو اس پر ایک شیطان کو غلبہ دے دیا جاتا ہے "وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا" "اس پہ ایک شیطان کو غلبہ دے دیا جاتا ہے" فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ "{الزخرف:36} وہ اس کے قریب رہتا ہے۔ اور یہی اصول ہے۔ شیطان کسی ایسے شخص پہ ہی آئے گا جو خدا کے ذکر سے غافل ہوگا۔ اگر وہ غافل ہوگا تو اللہ اس سے ہاتھ کھینچ لے گا اور کہے گا جس کی توجہ میری طرف نہیں میری توجہ اس طرف نہیں جا سکتی۔ جب وہ اللہ کو مانے گا نہیں چاہے گا نہیں تو اس کو شیطان کے غلبے میں دے دیا جائے گا" فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ "{الزخرف:36} وہ ہر وقت اس کے قریب رہے گا۔ بسا اوقات ہم جنات کو غیر مرئی صورتوں میں تلاش کرتے ہیں۔ یہی ہمارا سب سے بڑا کنفیوژن ہے کہ ہم جنات کو کبھی بھی کسی پوش کسی Intelligent صورت میں نہیں دیکھتے۔ کسی بہتر یا ملا کی شکل میں نہیں دیکھنا چاہتے یا کسی معزز تھری پیس کی شکل میں نہیں دیکھتے۔ ہمارا خیال ہے کہ جب بھی جن آئے گا کتے بلے کی شکل میں آئے گا مگر یہ خیال غلط ہوتا ہے۔ جنات بڑی Sophistication رکھتے ہیں۔ بڑی اعلیٰ انگلش بولتے ہیں بڑی اچھی اردو بولتے ہیں۔ اور جنات بڑی نفیس عادات بھی رکھتے ہیں۔ مگر ان سب کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ خدا کے ذکر سے بندے کو غافل کرنا۔ کیونکہ خدا کے ذکر میں اتنی طاقت ہے اور اس کا Return اتنا بڑا ہے کہ پھر جن اس بندے کے قریب نہیں جا سکتا "فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ" "اگر تم مجھے یاد کرو گے تو میں تمہیں یاد کروں گا وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ" {البقرة:152} پھر تم خدا کا شکر کرنے والوں میں شامل ہو جاؤ گے اور تم اس کے انکار سے گریز کرنا شروع کر دو گے۔ تو یہ بڑا Difference ہے۔ بصورت دیگر جنات کو درحقیقت انسان پہ کوئی فزیکل پاور حاصل نہیں ہوتی۔

س: فیملی پلاننگ کے حوالے سے سوال ہے پروفیسر صاحب میں ڈاکٹر صاحب کی طرف ریفر کرتا ہوں۔

ڈاکٹر صاحب: اس پہ دو تین باتیں عرض کر دوں کہ حدیث میں آتا ہے کہ ہم عزل کرتے تھے اور قرآن اتر رہا تھا۔ عزل کو انگریزی میں Quietus interrupters کہتے ہیں۔ یعنی قبل از انزال بیج کا گرا دینا۔ "قرآن اتر رہا تھا"..... یعنی حضور ﷺ نے ممانعت

نہیں فرمائی۔ جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا تو ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا کہ جس نے آنا
ہے اس نے تو آنا ہے۔ دوسری بات جو آپ نے پوچھی مجھے اس بارے میں پکی بات ہے اس لیے
نہیں کہ یہ میرے استاد ہیں بلکہ پکی بات ہے مجھے ان کا یہ کانسپٹ بڑا پسند آیا کہ وہ
Contraception جس میں ایک اور سپرم کا ملاپ نہ کریں وہ Viable life نہیں۔ اس
حد تک یہ جائز ہو سکتا ہے۔ بڑی محتاط زبان استعمال کر رہا ہوں کہ اگر Sperm اور Egg یا ہم نہ
ملیں وہ فرٹیلائز نہ ہوں تو وہ ایک Viable life نہیں ہے تو ایسی ٹیکنیکس جن میں یہ Avoid ہو
سکے وہ جائز ہو سکتی ہیں۔ کیا ان کا Success rate سو فیصد ہے کہ نہیں؟ نہیں
Unless کوئی پراپر سٹریلائزیشن ہو Completely آپ Remove کر دیں۔ لیکن
اس کا ایک پہلو اور بھی ہے۔ مجھے یہاں کا نہیں پتہ مجھے Sure نہیں اسلامک لاء اس کے
بارے میں کیا کہتا ہے لیکن برٹش لاء یہ کہتا ہے کہ Right of the mother takes
priority over the right of the child. جو ابھی پیدا نہیں ہوا اگر ماں
Pregnant ہے تو ماں کی جان بچانے کیلئے ہم Abort بھی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ بچے
کے Rights اس وقت شروع ہوں گے جب وہ پیدا ہو جائے گا۔ مجھے نہیں پتا کہ ہماری شریعت
اس بارے میں کیا کہتی ہے۔ تو مختصراً آپ اگر کسی Medical reason سے
Contraception کرنا چاہتے ہیں جس سے ماں کی جان کو خطرہ ہو یا کوئی اور واضح قسم کی
Contraindication ہو میری انڈرسٹینڈنگ کے مطابق That's perfectly fine
اگر آپ کو ایک Genetic councilor یہ بتا دے کہ آپ کے بچے کو جان لیوا مرض ہو سکتا
ہے اس صورت میں رسک لینا آپ کی چوائس ہے لیکن اگر آپ رسک لینا چاہتے ہیں تو It's ok
آپ Contraception کریں آپ Relatively justified ہیں۔ ورنہ اگر آپ کسی
اور وجہ سے بچے میں وقفہ رکھنا چاہتے ہیں تو ایسی تکنیک جس میں فرٹیلائزیشن نہ ہو وہ
Relatively acceptable ہے۔ جہاں تک دوسرے طریقوں کا تعلق ہے جس میں
ٹیبلٹس وغیرہ شامل ہیں یا دیگر ایسے طریقے ہیں Probably I am not right

person to comment on that یہ پورا فقہ کا سوال ہے کہ Without any
good reason اگر ماں کی زندگی خطرے میں ہو تو کیا ایک ایسے بچے کو جو کہ ایک
Probable viable life ہے Abort کیا جا سکتا ہے؟ That's entirely
different issue اس میں فقیہ Decide نہیں کرے گا۔ اس میں ڈاکٹر
Decide کرے گا Because he is an expert or she is an
expert. جو یہ بتائے کہ ماں مر جائے گی اگر ہم نے Abort نہ کیا۔ That's a
different scenario but without good reason میرے خیال میں حمل کو
Abort کرنا It's a very difficult question. میرے خیال میں ایسا
نہیں ہو سکتا۔

پروفیسر صاحب: ڈاکٹر صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن اس میں بھی ایک فقہی گنجائش
موجود ہے اور یہ مسئلہ بہت کم سامنے آتا ہے۔ But if the man and the
woman want to waste their child. جب وہ Waste ہو جاتا ہے تو
اللہ تعالیٰ نے اس کی دیت رکھی ہے۔ شاید آپ کے علم میں نہ ہو مگر اگر کوئی Willfully
wastage کر جائے باپ یا ماں تو اس کی دیت دینی پڑتی ہے۔ اور بچے کی دیت کا ذکر فقہ میں
آیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ آپ لوگوں کے علم میں بھی ہونا چاہیے کہ اگر کوئی Willfully
waste کر رہا ہے تو اسے دیت دینی پڑے گی۔

س: ایسے بچے کی دیت کیا ہوگی؟

ج: دیت کا Decision تو انسانی جان پہ ہوگا۔ دو لاکھ ہے پچاس ہزار ہے
Depends on the person وہ کتنا امیر ہے کتنا غریب Normally I would
say کہ جیسے باقی دیتیں طے ہوتی ہیں۔ وہ تو Mature دیتیں ہیں تو اس کا کچھ نہ کچھ حصہ بچے
کے لیے مختص کیا جا سکتا ہے۔ دوسرا اس میں یہ ہے چونکہ بچے باپ کی ملکیت ہوتے ہے جیسے شرع
میں مسئلہ یہ ہے کہ بیٹا اسی کا ہے یا بچے اس کے ہیں جس کے بستر پر ہوں تو باپ کا ان پہ اختیار بھی

If he destroys his child with his own ہوتا ہے۔ اس کے باوجود
hand تو اس کو اس قتل کی Punishment تو نہیں ہوتی مگر دیت دینی پڑتی ہے۔

س: بات چل نکلی ہے تو تھوڑا سا یہ بھی بتا دیں کہ دیت کے لیے ٹائم فریم کون سا اس میں Valid ہوگا؟ تین ماہ میں اگر کرواتے ہیں یا اس کے بعد کرواتے ہیں؟

ج: ٹائم فریم کی کوئی بات نہیں۔ ہم تو Generally اس چائلڈ کی بات کر رہے ہیں جو بن چکا ہے۔ وہ چاہے آٹھویں مہینے میں ہو یا چھٹے مہینے میں یا یہ کہ کس طرح ضائع کرنا ہے سوال یہ نہیں ہے۔ مگر جب آپ ایک جان کی قیمت دے رہے ہیں تو آپ پوری جان کی دیں گے۔

س: ایک سوال ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ سورۃ قصص میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے دارالآخرت دو طرح کے لوگوں کے لیے نہیں بنایا۔ ایک وہ کہ جو دنیا میں بزرگی چاہتے ہیں اور دوسرے وہ جو دنیا میں فساد چاہتے ہیں۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم دنیا میں کسی اچھی پوزیشن کے لیے کوشش نہ کریں؟

ج: بزرگی سے مراد یہ نہیں ہے۔ اصل میں بعض اوقات کسی چیز کا ترجمہ کرتے ہوئے یہ ہو جاتا ہے۔ اب لفظ بزرگی شاید ان تکبرات کیلئے جائز نہیں ہے جو ہمارے لوگ اپنی قوت و طاقت کے لیے مناسب سمجھتے ہیں۔ اس بزرگی سے مراد ہے وہ لوگ ہیں جو وجاہت ذات اور تکبرات چاہتے ہیں۔

س: آصف صاحب پوچھ رہے ہیں کہ دیت دینی کس کو ہے؟

ج: دیت کا تو ہر کوئی مستحق ہے۔

If I am praying to Allah to س: آٹھ سال کا بچہ محمد پوچھتا ہے کہ
change my destiny am I being thankless?

No, actually you have to lay down to your own ج
destiny تو وہ تو آپ کو کہنا پڑے گا کہ اے اللہ میں یہ Destiny یا وہ Destiny چاہتا ہوں۔ جب آپ کے ذہن میں ہی نہیں ہے کہ آپ کیا چاہتے ہو تو پھر اختیار اللہ کے پاس ہی

رہنے دو تو بہتر ہے۔ تو پھر یہ دعا کرو کہ آپ جو میرے لیے بہتر سمجھتے ہیں وہ کرو۔ چاہنے میں تو کوئی تکلف اور کوئی ایسی مصیبت نہیں ہے مگر ساتھ بتانا بھی پڑتا ہے جیسے اقبال نے کہا۔ اقبال نے تو بہت لوگوں کو کہا کہ

گفتند جہانِ ما آیا بتو می سازد

اللہ نے مجھ سے پوچھا کہ یہ جو میرا جہان ہے تجھے سازگار ہے تجھے اچھا لگتا ہے؟

گفتم کہ نمی سازد

وہی بچے والی بات کی کہ اللہ میاں مجھے نہیں اچھا لگتا۔ I don't like it

گفتند کہ برہم زن

کہا اچھا تو پھر جیسا تم چاہتے ہو تم ویسے بنا لو۔ بعض اوقات لوگ اپنے جہان کو بدل بھی دیتے ہیں۔ اور اپنی قسمتوں کو بھی بدل دیتے ہیں مگر خدا کی اجازت کے ساتھ۔ تو پھر اس بچے کو تو یہی ایڈوائس ہے کہ اللہ تمہیں اپنا جہاں بدلنے کی توفیق دے مگر اپنی اجازت کے ساتھ۔ کیونکہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی کچھ بھی بدل نہیں سکتا۔

س: پروفیسر صاحب یہ پوچھا گیا ہے کہ کوئی ایسی تسبیح ہمیں بتا دیجیے جس کے بعد ہم آپ کی طرح علم والے ہو جائیں؟

ج: اگر میں اتنا حسد Create کر رہا ہوں تو میں پڑھانا ہی چھوڑ دیتا ہوں اور اگر یہ صرف لرننگ کی خواہش ہے تو میرے عزیز بات یہ ہے کہ اگر آپ اللہ سے اخلاص قلب سے (خواست گار رہو)۔ ویسے ہو سکتا ہے کہ آنے والے زمانوں میں میری قسم کی تعلیم کی ضرورت ہی نہ رہے۔ میں بھی اب دیکھ رہا ہوں کہ جوں جوں زمانہ بدل رہا ہے لوگ مخصوص علوم کی طرف Compartmentalization کی طرف جا رہے ہیں۔ یہی نقص علم ہے کہ جب ہم ایک اجتماعی علوم کی معرفت کی بجائے چھوٹے چھوٹے کمپارٹمنٹس کی طرف جا رہے ہیں۔ شاید یہ ہمارے زمانوں کا فرق ہے۔ شاید اگلے وقتوں میں اس چیز کی ضرورت ہی نہ رہے۔ یہ اتنا بکھراؤ جس کو سمیٹ کر میں آپ کو کچھ باتیں بتانے کی کوشش کر رہا ہوں اللہ کرے کہ آپ پہلے سے جانتے

ہوں تو پھر آپ کو اس علم کی ضرورت نہیں رہے گی۔ But one thing I can wish for you all کہ آپ اپنے اپنے علوم کی جس شاخ میں بھی ہوں خدا آپ کو اس پہ مکمل دسترس بخشے تاکہ آپ اپنے لیے بھی اور اسلام کے لیے بھی باعثِ اعزاز بنیں۔

س: انسانی بصیرت نفسی خوبی ہے یا روحانی؟

ج: بصیرت کو ہم نفسی خوبی تو کہہ ہی نہیں سکتے۔ ایک جبلی قدر کا معزز ہو جانا' وہ بھی تعلیم سے ہی ممکن ہے یا تجربے سے۔ بنیادی طور پہ نفسی خوبی تجربے سے آگے بڑھتی ہے مگر بصیرت علم ہی سے نمایاں ہوتی ہے۔ اسی لیے آپ دیکھو قرآن حکیم میں جب اپنی تبلیغ کا بھی ذکر کیا تو ہدایت فرمائی کہ یہ بصیرت پہ ہے۔ یہ نفسی خوبیوں پہ نہیں بلکہ بصیرت پہ ہے۔ اس میں علم کی شمولیت ہوتی ہے اور خدا کی شرکت بھی ہوتی ہے۔ جو علم کو خدا کے لیے حاصل کرے اور اپنے سیلف کو جاننے کے لیے استعمال کرے اس کو ہم بصیرت کہتے ہیں۔ اور یہی بات اللہ نے اپنے مذہب کی تبلیغ کے لیے بھی کہی کہ جو اپنے آپ کو جانتا ہے اور اپنے رب کو پہچانتا ہے اگر وہ اس جدوجہد میں حصہ لے گا وہ خدا کی تعلیم کے مقاصد پورے کرے گا۔ ورنہ صرف نفسیاتی اکتسابِ علم سے یہ مقاصد حاصل نہیں ہوتے۔ اس بات کو اس طرح سمجھئے کہ میں اگر ڈاکٹر یا انجینیئر بننا چاہتا ہوں اور اس سے میرا مقصد اپنے جسم کو پالنا اور اپنی زندگی بنانا ہے اور اس کے علاوہ کوئی چیز میرے پیش نظر نہیں ہے تو پھر یہ خوبی نفسی ہی سمجھی جائے گی۔

ڈاکٹر جلیل صاحب: میرے پاس ایک سوال ہے فرانس سے یوسف چوہدری پوچھتے ہیں کہ میں تسبیح تو کر رہا ہوں مگر ایسے لگتا ہے کہ ہم خدا کے علم میں شریک ہونے کی کوشش کر رہے ہیں؟ یقیناً آپ کی تجویز کردہ تسبیح مجھے آگے بڑھنے میں مدد دے رہی ہے لیکن کیا یہ کوشش درست ثابت ہوگی؟

پروفیسر صاحب: میرا خیال ہے سوال میں ہی تضاد ہے۔ اگر اللہ کی یاد آپ کو اپنی معرفت دے رہی ہے تو اس میں درجات کہاں سے آ سکتے ہیں؟ ہوسکتا ہے یوسف میاں کہ آپ کو غلطی لگ رہی ہو۔ یہ تسبیحات میں نے روحانی درجات بڑھانے کے لیے نہیں دیں بلکہ آپ کی

ذات کے جو اختلافی پہلو ہیں ان کو ہموار کرنے کے لیے دیں ہیں تا کہ آپ کی اس پہلی زندگی سے جس میں شاید اطمینان کم تھا۔ اب ہزار صدموں کے باوجود آپ ایک اطمینان والی امن والی اور خدا کے ساتھ رہنے والی زندگی گزار سکیں۔

س: کیا روح پہ موت آتی ہے؟

ج: تا وقت کہ خدا اسے نہ ڈیکلیئر کرے روح امر ہے Eternal ہے۔ یہ پیدا ضرور ہوئی ہے مگر ابدی ہے۔ جہاں تک میں نام گن سکتا ہوں اسے موت آنے کا امکان نہیں ہے۔ مگر اس کے بارے میں قرآن حکیم نے بھی اتنا زیادہ نہیں بتایا کہ کہاں تک Eternal ہے مگر اشارتاً ضرور فرمایا کہ **"مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ" {هود:107}** جب تک زمین و آسمان قائم ہیں جنت بھی قائم ہے انسان بھی قائم ہے اس کی روح بھی قائم ہے۔ اس سے آگے اللہ ہی جانتا ہے۔

س: یاجوج ماجوج کا کیا کانسپٹ ہے؟ کیا یہ ہماری طرح کے انسان ہیں اور کیا وہ اسی زمین پر موجود ہیں یہ قوم کب ظاہر ہوگی؟

پروفیسر صاحب: ڈاکٹر صاحب آپ کو بہتر طریقے سے بتا سکتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا یاجوج ماجوج سے بڑا واسطہ رہا ہے۔

ڈاکٹر صاحب: دیکھیں جی میں یاجوج ماجوج کا ضرور جواب دوں گا مگر اس سے پہلے اسرار صاحب اور پروفیسر صاحب کی اجازت سے دو سوالوں کا جواب چاہوں گا۔ میری عادت رہی ہے کہ میرے دل میں کوئی بھی اعتراض پروفیسر صاحب کے بارے میں آئے تو میں پوچھا کرتا تھا کیونکہ میں دل میں کسی قسم کی منافقت یا الجھن یا صوفیاء جسے اشکال کہتے ہیں نہیں رکھ کر چلنا چاہتا تھا۔ ایک سوال آیا ہے جس کا جواب مجھے اپنی حد تک بڑی اچھی طرح معلوم ہے لیکن جس نے سوال پوچھا ہے اس کی سہولت کے لیے استادِ محترم سے پوچھنا چاہوں گا۔ ایک دوست پوچھتے ہیں کہ آپ کی محفل میں اغنیاء کو زیادہ پذیرائی اور رسائی حاصل ہے کیا آپ اغنیاء کے پیر ہیں؟ نبی اکرم ﷺ کے اس قول کی وضاحت فرما دیں کہ اے اللہ میرا حشر مسکینوں کے

ساتھ کرنا؟

پروفیسر صاحب: بات یہ ہے کہ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ اغنیاء سے آپ کی مراد کیا ہے؟ اس وقت بھی میں ارد گرد نظر ماروں تو ہم مساکین ہیں جن کو اللہ نے کھانے پینے کے قابل کر دیا ہے۔ مجھے تو کوئی ان میں سے ایسا صاحب ثروت نظر نہیں آتا۔ اگر آپ سوٹ بوٹ دیکھتے ہیں تو ہم فقیروں کی عادت ہے کہ اپنے آپ کو ٹنی شو کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ یہ اعتراض تو مسلسل آتا رہتا ہے مگر شاید اس کی وجہ مجھے کم جانتا ہے یا وہ لوگ جو بہت کم وقت میری صحبت میں گزارتے ہیں۔ البتہ یہ میرا اصول ضرور ہے جس پہ میرے بہت سارے احباب گواہی دیں گے کہ میں اغنیاء کے پاس بہت کم جاتا ہوں۔ اگر اغنیاء سے مراد آپ کی صاحب اقتدار اور صاحب مال ہیں تو میرا خیال ہے کہ میری زندگی میں بہت کم مواقع شاید ایک یا دو آئے ہیں جو مجھے یاد ہوں گے۔ ایک بات کا فرق ضرور رکھیں کہ میں اہل سطوت کے پاس نہیں جاتا اہل حکومت کے پاس نہیں جاتا۔ اگر کسی غریب آدمی کا کوئی ایسا کام جو میں نے حل کرانا ہو تو میں اپنی جو علمی شناخت ہے اس کو بھی محدود کر کے چلا جاتا ہوں اور ان کے حق کو پورا کرنے کے لیے اپنے حقوق ترک کر دیتا ہوں۔ یہ بات بھی نہیں کہ مجھے اہل سطوت سے نفرت ہے۔ اگر انہوں نے جائز طریقے سے مال کمایا ہوا ہے اور محنت سے اپنے اقتدار کو قائم کیا ہوا ہے تو میرے لیے اتنے ہی معزز ہیں جتنے آپ فقیر جو گلہ گزار ہو۔ اس لیے میرا خیال یہ ہے کہ ایمان کا ٹیسٹ نہ غربت ہے نہ سطوت و امارت ہے۔ ایمان کا جو ٹیسٹ ہے وہ اپنے فرائض کی ادائیگی اور دنیا کے مراحل کو خوش اسلوبی سے طے کرتا خدا کے خوف سے طے کرنا ہے۔ مثال کے طور پر میرے ادھر سواتی صاحب بیٹھے ہیں اور میرے بڑے عزیز دوست ہیں تو میں ان کے بارے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ انہوں نے حکومت میں بھی غربت کا آسرا لیا ہے اور انہوں نے اپنے مال و اسباب کو جتنا دنیا کے لیے صرف کیا ہے آپ غریب اس کی آرزو بھی نہیں کر سکتے۔ اور اغنیاء وہی ہیں اور اغنیاء کا لفظ اسی پہ Applicable ہوگا کہ جس نے اپنے مال و دولت سے فقیروں کی خدمت کی ہے۔ ایسے ہی تھوڑے بہت لوگ آپ میرے آس پاس دیکھتے ہو۔ ایک تیسری بات بڑی پرسنل سی ہے کہ اغنیاء کے بغیر یہ جلسہ ہی نہیں ہو سکتا (پنڈال

میں توجہ ہے)۔

ڈاکٹر جلیل صاحب: یا جوج ماجوج پہ بہت گفتگو ہو چکی۔ مختصراً عرض کروں کہ قرآن میں آتا ہے وہ ہر بلندی سے اتر پڑیں گے۔ حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں زمانہ ء آخر کی احادیث میں مسلم میں کہ وہ دیوار جوان کو روکے ہوئے ہے جب وہ ہٹ جائے گی وہ نکل آئیں گے اور وہ رستے میں آنے والی ہر چیز کھا جائیں گے۔ یہ دو باتیں تو طے ہو گئیں کہ ہر بلندی سے اتر پڑیں گے اور رستے میں آنے والی ہر چیز کھا جائیں گے۔ اب آپ اس سے استنباط کر سکتے ہیں Most likelyایسا لگتا ہے یہ اولاد یافث ہی ہے جو کہ رستے میں آنے والی ہر چیز انتہائی اچھے اور نفیس طریقے سے کھا جاتی ہے اور آپ کو بھی ایسے کھلاتی ہے کہ اگر آپ کو بتایا نہ جائے تو آپ کو پتہ نہیں چلتا کہ آپ نے مینڈک کھایا ہے کہ مرغی کھائی ہے۔ تو میرا خیال ہے کہ یہ وہی قومیں ہیں۔ و اللہ اعلمُ بالصّواب۔

س:ایک سوال غالباً خواتین کی طرف سے آیا ہے In Quran it is mentioned that you men will get some beautiful women in jannah as Hoor why?

ج:قرآن کا خطاب بنیادی طور پر ایک Patriarchal سوسائٹی کو تھا اور اگر یہ Patriarchal سوسائٹی نہ ہوتی اور اس کی جگہ Matriarchal سوسائٹی ہوتی تو مجھے یقین ہے کہ اللہ کا انداز بیاں مختلف ہوتا ہے۔ مگر چونکہ ایک پدرانہ نظام کی سوسائٹی کو خطاب تھا تو وہاں مرد ہی کو تبلیغ کی ذمہ داری لینی تھی۔ اگر قانون بدلنا تھا تو مرد نے بدلنا تھا Establish کرنا تھا تو مرد ہی نے کرنا تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس وقت کے معاشرے میں اور اس وقت ساری دنیا میں جو ماحول تھا وہ Patriarchal سسٹم کا ماحول تھا۔ آج بھی اگر آپ غور کریں تو چند ایک یورپی ممالک کے سوا تمام دنیا پہ Patriarchal سسٹم کی حکومت ہے اور وہی قانون آج کی دنیا میں ویسے ہی لاگو ہے۔ ہم اس کو پدرانہ نظام کہتے ہیں۔ سوائے انڈیا کے یا چھوٹے موٹے ان ممالک کے جہاں مادرانہ نظام کی حکومت ہے، جہاں مادر کو ملکی حکمرانی کی صلاحیت نصیب ہوتی

ہے۔ آپ اسی سے اندازہ لگالیں کہ جب آپ کے ملک میں یا کسی دیگر مسلمان ملکوں میں ایک عورت حکمران ہوگی تو اسے بہت بڑا بڑا Flash کیا جائے گا کہ یہ بڑا حادثہ ہوگیا ہے۔ بہت بڑی بات ہوگئی ہے کہ مسلمان ملکوں میں اب ایک عورت حکمران ہوگی۔ اس کے بعد صرف If you look at this کہ وہ باقی سوسائٹیز میں بھی اویرتیج کوئی بہتر نہیں ہے کہ ہم کہیں ہر دوسرے دن اول بدل کر کے عورتیں حکمران بن جاتی ہیں۔ مردوں کے مقابلے میں ففٹی ففٹی پرسنٹ عورتوں کی حکمرانی کے دن نہیں ہیں۔ وہاں بھی یہی حال ہے۔ کافی مدتوں صدیوں کے بعد ایک عورت انجیلا مارکل یا دوسری تیسری آ جاتی ہیں And this is considered to be a very shocking result of the politics. اب بنیادی وجہ یہی ہے کہ یہی سوال جب رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں ایک خاتون نے کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا کہ سارا قرآن مخاطب ہی مردوں کو کرتا ہے اللہ کے نزدیک ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے؟ تو خدا نے کہا میری بندیوں سے کہہ دو۔ آپ کے سمجھنے کے لیے یہ بڑی Important بات ہے کہ خدا کی بندیوں سے کہہ دو کہ میرا ثواب میرا Regard تم سب کے لیے ویسا ہی ہے جیسے مردوں کیلئے ہے۔ یعنی اللہ نے کہا کہ خطاب مردوں سے ہے مگر دراصل تم سب کو اتنا ہی برابر کا ایوارڈ ملے گا جیسے مردوں کو ملے گا۔ پھر کیٹگریز گنوانی شروع کر دیں جیسے "إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ" قرآن کی رسم ہے کہ پچھلے کو پہلوں پر برتری دیتا ہے تو فرمایا کہ ان سب تحقیقوں سے" وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ" یہ ساری باتیں کرتے ہوئے آخر میں اللہ کہتا ہے "وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ" {الأحزاب:35} کہ اللہ کے نزدیک ذاکر مرد اور ذاکرین عورتیں سب سے بلند رتبہ کی ہیں۔ مگر اس میں اگر آپ غور کریں تو ذکرات کو آخر میں کر دیا کہ اگر ذاکر عورت ہو تو اپنے وقت کے تمام ذاکر مردوں سے بھی بازی لے جاتی ہے۔ اگر میں Ultimately بیان کروں تو آپ کو پتہ لگے گا کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے بعد اپنی یاد کا

بیلنس عورتوں کے حق میں زیادہ Tilt کر دیا ہے۔ اور یہی نہیں میں نے بہت ساری پرہیزگار عورتوں کو دیکھا ہے کہ جب ان سے کہا کہ اپنے Husband سے بھی کہو کہ تسبیح کریں تو کہتی ہیں انہوں نے کہاں کرنی ہے؟ اب بھی رسماً اور اخلاقاً عورتیں ہی گھروں میں تسبیح و وظائف کا زیادہ شوق رکھتی ہیں۔ اگر ان میں خدا کی محبت کے تعلیمی رخ تھوڑے درست ہو جائیں تو یقیناً وہ معاشرے کے مردوں سے زیادہ بہتر اور فعال رکن بن جائیں۔ سب سے آخر میں میں آپ کو قطعی مثال دیتا ہوں کہ ایک زمانہ ایسا گزرا جہاں پانچ بڑے صوفیاء موجود تھے۔ ہم ان کو صوفیائے الٰہیات کہتے ہیں۔ ان میں حضرت ذوالنونؒ مصری تھے' خواجہ حسنؒ بصری تھے۔ ان میں خواجہ حبیبؒ عجمی تھے۔ ان میں بایزیدؒ بسطام تھے۔ ان میں خواجہ سری سقطیؒ تھے۔ مگر ان میں سے اگر کسی کو تصوف کے بارے میں کچھ پوچھنا ہوتا تو وہ رابعہؒ بصری کے پاس جاتے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کا کلام صحیح ہے اور ایک ذاکر عورت کو جو اللہ کے لیے جدوجہد کرتی ہے اس کو اپنے زمانے کے ذاکرین مردوں پر بھی فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ باقی اگر کوئی دوسری شق ہے تو مجھے اس کا پتہ نہیں مگر اللہ کے نزدیک مردوں اور عورتوں میں قطعاً کوئی ایسی گنجائش نظر نہیں آتی۔ عورت کی جو By constitution weaknesses ہیں وہ اللہ نے خود بنائی ہیں اور وہی جانتا ہے کہ ان کے مطالب کیا ہیں اور وہی جانتا ہے کہ اس کی تخصیص کیا ہے۔

س: اسلام میں پوسٹمارٹم کی اجازت ہے یا نہیں؟

ڈاکٹر جلیل صاحب: اس سوال کا میں نے صرف اس لیے جواب دینا مناسب سمجھا کہ ہمارے ملک میں یا ہماری سوسائٹی میں یہ اتنا بڑا پرابلم ہے کہ ہم لوگ پوسٹمارٹم ہی نہیں کرواتے اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ لاش کی بڑی توہین ہے۔ آپ یقین جانیے بعض اوقات یہ بہت زیادہ پرابلمز کا باعث بنتا ہے نمبر 1: ہم حقیقت وجہ تک نہیں پہنچتے کہ اس موت کا سبب کیا تھا۔ اُدھر انسان کی بیماریوں اور اموات کی وجہ کے بارے میں ہمیں جو اتنی زیادہ معلومات حاصل ہوئی ہیں وہ پوسٹمارٹم سے ملی ہیں۔ پوسٹمارٹم بڑے سلیقے احترام اور ادب سے کیا جاتا ہے۔ ویسے بھی ڈیڈ باڈی بہت Respectable چیز ہوتی ہے۔ اس کو ہرگز اس طرح ذلیل نہیں کیا جاتا جس طرح آپ کسی

جانور کو ذبح کرتے ہیں بلکہ ایک Proper method ہوتا ہے۔ وہ Trained لوگ ہوتے ہیں جو Certain areas کو دیکھتے ہیں۔ وہاں سے سیمپل لیتے ہیں جگر کا سیمپل لیا دماغ کا سیمپل لیا سکن کا سیمپل لیا ان کو دیکھا 'یہ پائزن تھا' کیا Disease تھی' اس سے Enormous انفارمیشن حاصل ہوتی ہے۔ So we must change this culture اگر کوئی Suspicious death ہوئی ہے یا ہمیں پتہ نہیں کہ کیا ہوا ہے تو آپ پوسٹمارٹم کی اجازت دیا کریں۔

پروفیسر صاحب : یہ شرعی مسئلہ نہیں ہے تحقیقی سا مسئلہ ہے۔ آپ اگر اس کو Avoid کریں گے تو ان لوگوں کے ہاتھ چڑھ جائیں گے جو آپ کو مرے ہوؤں کے بارے میں ہزار داستانیں سناتے ہیں۔ کچھ لوگ دریا میں ڈوب کے مر جائیں اور ان کا پوسٹمارٹم نہیں کیا پھر ان کے اعزا آگئے' کہنے لگے ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہ زندہ ہیں فلاں Village میں رہ رہے ہیں۔ اب اس قسم کی غلط فہمیاں یا خوش فہمیاں انسان کو زندہ رکھنے کیلئے ہوتی ہیں۔ شرعاً اللہ میاں کو کوئی اعتراض نہیں ہے' نہ آپ کے مذہب کو اعتراض ہے۔ پوسٹمارٹم سے وابستہ ایک ہولناک سا تصور ضرور آپ کے دماغ میں ہے اور دوسرا تصور شاید یہ ہے کہ مر تو گیا ہے اب اس کی لاش کی بے حرمتی نہ کی جائے۔ مگر اگر لاش انصاف مانگ رہی ہو تو پھر اس کی بے حرمتی ہوگی یا اس کی توقیر کی جائے گی؟ لاش تو انصاف مانگ رہی ہے' اگر وہ مقتول ہوئی ہے یا کسی حادثے میں مری ہے تو وہ Clarity چاہتی ہے۔ لاش تو آپ سے ڈیمانڈ کر رہی ہوتی ہے کہ ہماری تحقیق کراؤ۔ ہمیں کس نے مارا ہم کیسے مرے؟ کون وہ ظالم ہے جس نے ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے؟ بہر حال اس کے برعکس پوسٹمارٹم نہ کروا کے آپ اس لاش کی بھی توہین کا باعث بنتے ہیں۔ مگر جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اگر کوئی طبعی طریقے سے فوت ہو تو اس پہ پولیس بھی یہ کہنے نہیں آتی کہ اس کا پوسٹمارٹم کراؤ۔

س: ایک حدیث کوٹ کی گئی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ احد کا پہاڑ سونے کا ہو گیا تو مان لینا مگر اگر کوئی یہ کہے کہ کسی کی فطرت بدل گئی ہے تو نہ ماننا۔ آپ کہتے ہیں تسبیح

فطرت کو چیلنج کر دیتی ہے تو کیا یہ تضاد نہیں ہے؟

ج: جی نہیں! میں تو یہ کہتا ہوں کہ جس نے بدلنا ہے وہ بدل دیتا ہے۔ اس نے ایک میک اپ بنایا ہے اور اگر آپ اسی کی طرف راغب ہو گئے (تو وہ آپ کو بدلنے پہ بھی قادر ہے) آپ کسی غیر سے تو منت نہیں کر رہے ناں۔ اس کو کہہ رہے ہو جو فطرت ساز ہے۔ جس نے آپ کی فطرت بنائی ہے۔ آپ اسی سے اپنی فطرت کے بدلنے کی استدعا کر رہے ہو تو وہی مالک ہے وہی کر سکتا ہے۔ مجھے بہت مرتبہ لوگ کہتے ہیں How can we change? ایسے کہ We are just mechanics ہمیں تو نہیں پتہ البتہ جس نے بنایا ہے وہ اس پہ یقیناً قدرت رکھتا ہے۔ بعض مسائل اتنے پیچیدہ ہیں کہ اس کی مرضی کے بغیر ہم کوئی اصلاح نہیں کر سکتے ہاں البتہ جس نے آپ کی فطرت بنائی ہے وہ اس میں ضرور تغیر لا سکتا ہے۔ یہ کہنا تو گناہ عظیم ہو جائے گا کہ اب اللہ بھی ایک چیز بنا کر اسے چیلنج نہیں کر سکتا۔ وہ چیلنج کر سکتا ہے اور تسبیح جو ہے یہ اس کو اللہ کی طرف ریفر کرتی ہے۔

س: اللہ اپنے دوستوں کے ساتھ کیسے **Communicate** کرتا ہے؟ اس بارے میں آپ کا کیا **Experience** ہے؟

ج: Experience سے پہلے مجھے اپنے لیے دوستی کا حق Establish کرنا پڑے گا۔ میں اس دعوے کے قابل نہیں ہوں۔

س: ایک تھوڑا پولیٹیکل سوال پوچھا گیا ہے کہ وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی نے فرمایا ہے کہ وہ عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں سے ہیں آپ کا اس بارے میں کیا کمنٹ ہے؟

ج: مختصر اً یہ ہے کہ داوا نہیں چھوڑے گا اسے۔

س: دوسرا سوال یہ ہے کہ جنت میں جانے کے بعد جنتیوں کو نماز پڑھنی پڑے گی یا نہیں؟

ج: ظاہر و بیثرن کی عبادات نہیں ہیں مگر تسبیح کے اشغال ہیں۔

س: بے شک ٹائم بھی مخلوق ہے' خدا ٹائم کو بھی ختم کرنے کے بعد کے بارے میں کیا

فرماتا ہے؟

ج:اس کی چونکہ مرضی اور رضا ہے اگر وہ زندگی جو بقا میں بقا ہے اگر اس کی منشاء کے مطابق ہے تو وہ اس عرصے کو جتنا چاہے Prolong کر سکتا ہے اور جتنا چاہے کم کر سکتا ہے۔ مگر اگر میں بندگی کے لحاظ سے دیکھوں اگر مجھ پہ کوئی عذاب وثواب نہ ہو اگر میں نہ بھی موجود ہوں تو میری بقا ہے۔ اگر سچ پوچھو تو ہم لوگوں نے زندگی کے حصول کو اوورڈ سمجھا ہوا ہے۔ مگر میرے خیال میں اگر مجھ پر کوئی عذاب وثواب نہ ہو کوئی قید مقام نہ ہو کسی قسم کا حساب نہ ہو' وہ جیسے شاعر نے کہا

مرا ازا یے کاش کہ مادر نہ زادیے

اے کاش کہ ماں مجھے نہ جنتی تو میں آزاد ہی ہوتا۔ اب بھی اگر خدا ہمیں یہ کہہ دے کہ تم پہ کوئی سزا و جزا نہیں ہے اور اس کے بعد صفحۂ ہستی سے ہمیں غائب کر دے تو معدومیت تو بہت بڑی آزادی ہے۔ ''نہ ہونا'' تو بہت بڑی آزادی ہے۔ اگر ایسا بھی مقام مل جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

س:What is the difference between ego and self-esteem? What is hypocrisy? Sometime we do not like someone but shake hand with him is it hypocrisy?

ج: بعض اوقات اخلاق کا تقاضا بھی ہوتا ہے۔ It's not hypocrisy البتہ اگلے کے اخلاق کی تو مجھے خبر نہیں مگر Personally کچھ بندے جو ناپسندیدہ بھی ہوں اکثر وہ قریب تر آ جاتے ہیں اور آپ صرف اس وجہ سے ان سے مل لیتے ہو کہ نہ ملنا بہت بڑی بدتمیزی ہوگی۔ تو میں اسے اخلاق ہی کہوں گا اور اس کو Hypocrisy نہیں کہوں گا۔ Hypocrisy یہ ہے کہ کوئی آدمی آئے اور اسے آپ باہر بڑے ہی تپاک اور محبت سے ملیں اور دل سے اس کو گالیاں دے رہے ہوں۔

ڈاکٹر جلیل صاحب: اس پہ بڑی خوبصورت حدیث ہے کہ حضرت عائشہؓ حضور پاک

ﷺ کے ساتھ کھڑی تھیں تو ایک شخص گزرا۔ حضور ﷺ نے اس کے بارے میں کہا کہ یہ اپنے قبیلے کا اچھا آدمی نہیں ہے۔ وہ جب قریب آیا تو حضور ﷺ اسے بڑے تپاک سے ملے۔ وہ جب مل کے چلا گیا تو حضرت عائشہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ یہ قول و فعل کا تضاد نہ ہوا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس کے اخلاق کے لیے اپنا اخلاق کیوں کھوؤں۔

س: پروفیسر صاحب پوچھا گیا ہے کہ آپ نے ایک لیکچر میں فرمایا تھا کہ جہاں جہاں رب کی ربوبیت ہے وہاں وہاں حضور ﷺ کی رحمت بھی موجود ہے اس کی وضاحت فرمادیجئے؟

ج: دیکھیں بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں میرا یہ Literate نظریہ ہے۔ میں اس کو جذباتی نظریہ نہیں کہوں گا۔ میں بعض اوقات جب میں اللہ کی طرف سے چیزیں دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں تو مجھے لگتا ہے کہ سب سے بڑا پرابلم جو شاید اللہ کو ٹیکنیکلی میری نظر میں پیش آ سکتا تھا وہ یہ تھا کہ اللہ لوگوں کو کیسے قائل کرتا کہ میں اتنا مہربان ہوں اتنا رحمان ہوں اتنا رحیم ہوں اتنا کریم ہوں۔ For example اگر اللہ قرآن میں کہہ بھی دے کہ میں تم پہ سو ماؤں سے زیادہ مہربان ہوں تو کیسے Establish کرتا۔ There is no way, to me it don't sound. کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے میں رؤف ہوں رحیم ہوں الرحمٰن ہوں اور رحیم ہوں کریم ہوں تو I don't think there is any way. اللہ اپنے بندوں کو Convince کر سکتا کہ میں واقعی ایسا ہوں۔ تو پھر اس نے ان مسائل کا بھی حل ڈھونڈا۔ وہ پروردگار ہے تو پھر اس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو پیدا کیا اور ان کی ذات میں اتنا رحم و کرم اور لوگوں کے لیے ان کے اندر اتنی رؤفیت اور رحیمی بھر دی کہ اب میں بلاشبہ کہہ سکتا ہوں کہ میں جانتا ہوں خدا بندوں پہ کتنا مہربان ہے۔ اگر محمد رسول اللہ ﷺ ہم پر اتنے مہربان ہو سکتے ہیں اور زندگی میں اپنے مخالفین پر دشمنوں پہ اپنے اعداء پہ آپ کو سزا دینے والوں پہ زمین سے دربدر کرنے والوں پہ سر پہ ہر وقت مصیبتوں کے پہاڑ اٹھانے والوں پہ تہمتیں باندھنے والوں کے بارے میں بھی اتنے مہربان ہو سکتے ہیں تو مجھے پتا ہے کہ اللہ کتنا مہربان ہے۔ تو وہ ایک سمبل ہیں۔ Prophet (PBUH) is symbol for God's forgiveness. سو اسی لیے چونکہ رحمتِ خدا

محدود نہیں ہے اس لیے Prophet PBUH کا درجہ اور ان کی رفعتِ خیال بھی بڑھ جاتی ہے۔ مثال کے طور پر زمین و آسمان میں سے کوئی زمین شکایت کر دے کہ اے مولائے کائنات اے پروردگار عالم اگر محمد ﷺ ان کو نصیب ہیں تو ہمیں کیوں نہیں ہیں تو خدا کو وہ گلہ بھی پورا کرنا پڑے گا۔ اس لیے محمد ﷺ رحمت عالم ہیں! جہاں جہاں رب العالمین ہیں وہاں رحمۃ للعلمین ہیں۔ میں تو ایک تسبیح بڑی مدتوں سے کر رہا ہوں اور مجھے وہ تسبیح معانی کے لحاظ سے بڑی مکمل نظر آتی ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔

س: پروفیسر صاحب اب ہم Twilight zone میں ہیں اور وائنڈ اپ کرنے سے پیشتر دو چھوٹے چھوٹے سے سوال' پوچھا گیا ہے کہ اپنے وجود سے خود کو آزاد کر کے خدا تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے؟

ج: میں اعتدال پہ پہلے آپ کو بہت لمبا لیکچر دے چکا ہوں۔ یہ وہ باتیں ہیں جو کتابوں میں درج ہوتی ہیں اور وہ لوگ ایسی باتیں کرتے اور لکھتے ہیں جن کو تصوف سے کبھی واسطہ نہیں پڑتا۔ تصوف کوئی غیر معمولی کیفیت نہیں ہے بلکہ ایک معتدل مزاج کے ساتھ اپنی حقیقت زندگی کو سمجھنے کی کوشش ہے۔ اللہ کے بندے جو ہیں وہ بھوکے رہ کر یا الٹے لٹک کر خدا نہیں پہچان سکتے بلکہ اپنے آپ کو متوازن رکھ کر علمی تحقیق کے ساتھ خدا کو پہچان سکتے ہیں۔ اس لیے میرا خیال یہ ہے کہ وجود کی آگہی بہتر ہے۔ ہمیں ہماری خصلتوں اور عادات کی آگہی چاہیے ہوتی ہے تاکہ ہم کسی چیز کو خدا کی یاد میں آڑے نہ آنے دیں۔ بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے خصائل کو اپنے وجود کو خدا کی رحمتوں کی طرف بڑھتے ہوئے رستے میں حائل نہ ہونے دیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارا غصہ ہمیں خدا کی معرفت سے روک دے' ایسا نہ ہو کہ ہماری بھوک افلاس اور لالچ ہمیں خدا کے رستے سے روک دے۔ تو یہی کوششیں' اعتدال کی یہی کوشش ہی ہمیں خدا کی طرف لے جاتی ہے اور یہی ہمیں رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے نظر آتا ہے کہ نہ انہوں نے ہمیں فاقوں کی تلقین کی" لا رھبانیت فی الاسلام" نہ انہوں نے ہمیں رہبانیت کی تلقین کی۔ "لا سرورۃ فی الاسلام" انہوں نے ہمیں نہ فاقے نہ رہبانیت سکھائی ہے۔ بلکہ اس کے برعکس قرآن حکیم میں

اگر کوئی ویلیو سب سے بڑھ کر Apreciate کی گئی ہے تو وہ اعتدال ہے نرم روی ہے نرم خوئی ہے تکبرات سے بچنا ہے اور وہ صرف معتدل انسان ہی کر سکتا ہے۔ اس لیے وجود کی Elimination نہیں کرنی بلکہ وجود کو اعتدال کے رستے پہ لانا ہوتا ہے۔

س: پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرتے ہوئے بلوچستان پر ایک قرارداد امریکی کانگریس میں لائی گئی ہے اور اس پہ بحث ہو رہی ہے کیا بلوچستان خدانخواستہ ایک اور ڈھاکہ بننے جا رہا ہے؟

ج: آپ کو پتہ نہیں کیا فکر پڑی ہوئی ہے ابھی پتہ نہیں کیا کچھ امریکہ کرے گا' بال نوچے گا کھمبہ نوچے گا آپ کے سر پہ چیخیں مارے گا دھاڑے گا برسات آئے گی گھن گرج ہوگی پاگل جو ہو چکا ہے۔ تو ایک پاگل کی باتوں کا برا نہیں منایا کرتے۔ اب بہت سارے احباب ایسے ہیں کہ جی Virtual situation, realistic situation, local situation بھی ساٹھ سال سے تو انہی Situations میں پڑے ہوئے ہیں۔ لگتا ہے ابھی پاکستان گیا' ابھی ان کے ہاتھ گیا ادھر گیا۔ خبر آئی تھی کہ افغانستان گیا وزیرستان گیا سرحد گیا۔ اب وہاں سے پسپائی ہوئی فتنوں کی اور وسوسوں کی تو اب بلوچستان آ گئے ہیں۔ اب کہا جا رہا ہے کہ بھئی تین ملکوں کے ہاتھ سے چھوٹا سا ایک صوبہ چلا جائے گا' سبحان اللہ تعالیٰ۔ اس صوبے نے پاگل ہو کے جانا کہاں ہے؟ کیا وہ آسمان پہ اٹھ جائے گا؟ آخر انہی ملکوں کے ہاتھ رہے گا یا ادھر یا ایران کے ساتھ آپ کا خیال یہ کہ وہاں امریکہ آ کر کوئی Mini America قائم کرے گا؟ ایسا کبھی بھی نہیں ہوگا اور امریکہ کے نصیب میں آنے والی صدی میں صرف رسوائی ہے۔ ابھی بیچارہ بھوکا مر رہا ہے کل وہ اپنے اسلحہ بیچنے پہ آ جائے گا اور پرسوں دیکھو انشاء اللہ States جدا ہونے پہ آ جائیں گی پھر امریکہ اسی طرح ویران ہو جائے گا۔ میرا خیال ہے جو مجھے نظر آ رہا ہے کہ اس ملک کا ٹائم اور مدت ختم ہو گئی ہے اور آئندہ کوئی Fifty sixty years کے اندر اندر جتنے نئے آبادکار امریکہ میں آئیں گے وہ ہو ہو کرتے ریڈ انڈینز کو بیچ کے چلے جائیں گے۔ امریکہ خالی ہو جائے گا بلوچستان کو کچھ بھی نہیں ہوگا۔ یہ پاکستان کا چھوٹا بھائی ہے پاکستان کو اتنی آفتوں کے باوجود کچھ

نہیں ہوا۔ وہ جس کو آپ جدائی سمجھتے ہو بنگلہ دیش وغیرہ اس کا پرابلم یہ تھا کہ یہ اکٹھے نہیں تھے' یہ بہت دور تھے' یہ علیحدہ تھے اور Virtually یہ خود سوچ رہے تھے۔ میں ابھی بھی کسی باہر کی طاقت کو Blame نہیں دیتا But your own peoploe were thinking of separating that state. کہ ان کا خیال تھا کہ اس طرح Maintenance of defense, movement and mobility ممکن نہیں ہے۔ اس لیے یہ از خود علیحدہ ہو جائیں تو ٹھیک ہے ورنہ پاکستان سے کوئی چھین کر کوئی چیز جدا نہیں کر سکتا۔ اللہ کا فضل ہے آپ بالکل بے فکر ہو جاؤ۔ آئندہ انشاءاللہ چھ ماہ بارہ ماہ میں آپ بلوچستان کو بھی ٹھیک ہوتا دیکھ لو گے۔

س: پروفیسر صاحب Last question جس طرح آپ پر کسی مسلک کی چھاپ نہیں ہے پھر کیوں کچھ خیر خواہ آپ پر ایک سیاسی جماعت کی چھاپ لگوانا چاہتے ہیں؟

ج: بات سنو یار مسلک اور سیاست میں' میں نے چھاپ تو نہیں لگوائی۔ میں نے تو چھاپ مار رکھی ہے۔ سچ پوچھو تو میں تحریک کا (حصہ) نہیں ہوں نہ مجھے تحریک سے اتنی وابستگی ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ جیسے آپ لوگ Options تلاش کرتے ہیں میری حیثیت اس ملک کے ایک کامن سے باشندے کی سی ہے۔ میری خواہش ہوتی ہے کہ جیسے میرا بھائی کوئی الیکشن لڑ رہا ہو تو میں نکلوں گا اور اسے بتاؤں گا کہ یار یہ Candidate اچھا نہیں یہ Candidate اچھا ہے۔ تحریک کی طرف کچھ وضاحت سے اگر میرا جانا ہو گیا ہو تو میری وجہ سے نہیں ہوا۔ کچھ اخباروں کی وجہ سے ہو گیا۔ اس میں' میں ایک پوائنٹ کی ضرور Clarification کروں گا کہ میری اگر چیف صاحب سے یا آرمی چیف سے کوئی یاد اللہ ہے تو بڑی دوستانہ مخلصانہ اور ہم دونوں کی آپس کی وجہ سے ہے۔ اس میں خان صاحب کا کوئی دخل نہیں تھا۔ ادھر اگر خان صاحب سے میری کوئی یاد اللہ ہے تو وہ بھی بڑی Typical ایڈا ے نیچر ہے۔ وہ بھی آتے جاتے رہتے ہیں اور اس کے علاوہ ہمارا کبھی ایسا واسطہ نہیں پڑا کہ جس میں' میں کہوں کہ ضرور کوئی ان کے لیے Particularly out of the class جا رہا ہوں Out of mood جا رہا ہوں۔ مگر

توڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔ دیکھئے میرا چونکہ ادھر سے ان کا ملنا ہے اور میڈیا میں
اللہ کے فضل سے اتنا اتنا بڑا Duffer بیٹھا ہوا ہے کہ وہ حقیقت کو تلاش کرنے کی کوشش ہی نہیں
کرتے۔ ایک صاحب جو میرے ہمسائے ہیں انہوں نے بہت بڑے انکشاف کا اظہار کیا کہ
چونکہ پروفیسر صاحب عمران خان کو مانیٹر کر رہے ہیں اور چونکہ چیف صاحب کے بھی ان سے
تھوڑے بہت مراسم ہیں تو لگتا ہے کہ عمران خان کو Establishment کی مدد حاصل ہے۔
اب آپ خود سوچئے اس قسم کی احمقانہ سوچ پر آپ کیا تبصرہ کر سکتے ہیں؟ وہ بڑا ہی lesser
intellectual ہوتا ہے بہت ہی lesser جس کو انسانی رشتوں کی نوعیت کا پتہ ہی نہ ہو۔ وہ
مجھے جانتا ہی نہیں ہے۔ وہ مجھے جانتا ہی نہیں ہے کہ میں اس قسم کے کسی بھی اقدام سے نااہل ہوں I
do not like ہاں! اگر مجھے ملک سے باہر کوئی ایسا قدم اٹھانا پڑے کہ مجھے اپنے ملک کے
ثبات وقیام کے لیے اگر غیر ملکوں سے تعلقات رکھنے پڑیں تو میں ضرور سوچوں گا۔ مگر within
the country میں ایک لیڈر کے خلاف یا دوسرے کے خلاف کسی قسم کی جوڑ توڑ کرنے کا سوچ
بھی نہیں سکتا۔ مگر میں استحقاق کے طور پر اتنی بات ضرور کروں گا کہ Obviously what I
like in Imran Khan I don't see in anybody else, perhaps
it is not in anybody else. بہت پرانی بات ہے ایک دن میں نے ہارون صاحب
سے کہا اگر خان صاحب سیاست میں آ جائیں تو کیسا ہو؟ ہارون صاحب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اس پہ
ایک آرٹیکل دھر دیا اور پورے زور سے کہا کہ اگر یہ آ جائے تو بہت اچھا ہے۔ مزے کی بات تو یہ
ہے کہ شاید اس وقت خان صاحب سیاست میں آئے ہی نہیں تھے۔ اب اگر وہ آ گئے تو حق تو ان کا
بنتا ہے کہ وہ پوچھیں پروفیسر صاحب! آپ کو کیسے Prediction ہو گئی تھی؟ میں تحریک انصاف
میں آیا کیوں؟ بدقسمتی سے لوگ الٹی طرف سے سوال کرتے ہیں۔ بھئی ہماری خواہش تو تھی ہم
سب کی خواہش تھی اور میں بھی آپ کی خواہش کا عکاس ہوں کہ اے پروردگار عالم ان سارے
ٹھگوں کی نگری میں ہمیں ایک سے بڑھ کر ایک امیر علی ٹھگ تو نظر آ رہا ہے مگر کوئی اس کا حل نہیں نظر آ
رہا۔ اب دیکھئے ناں انصاف کی بات ہے I am not against any person

individually مگر اس آدمی کو حکومت کرنے کا کیا حق ہے جس کے بارے میں عدالتِ عظمیٰ یہ جملہ لکھ چکی ہے کہ بادی النظر میں یہ جو شخص ہے ایماندار نہیں ہے۔ اب خدانخواستہ میں اس کو Defend کرنے کے لیے صرف ایک کام کرسکتا ہوں کہ میں کہوں ہماری کورٹس اول درجے کی بے ایمان اور جھوٹی ہیں۔ میں یہی جواب دے سکتا ہوں ناں۔ اگر میں کورٹ کو صحیح سمجھوں تو میں اس کو ایماندار نہیں سمجھتا اور اگر مجھے ان کو ایماندار سمجھنا ہے تو میں اپنی کورٹس کو بے ایمان سمجھوں۔ یعنی ہمیں ہر طرف سے ایک مغالطہ آمیز قسم کی Understanding مل رہی ہے۔ میرے خیال میں بہتر یہی ہے کہ چلو اللہ کرے خداوند کریم لوگوں کے دلوں میں اس شخص کی محبت ڈال دے۔ اور یہ اگر لوگوں کی حکمرانی کے اہل ہو جائے تو مجھے اتنا پتہ ہے اللہ کے فضل و کرم سے کہ "الناس علی دین ملوکھم" لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر جاتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ العزیز ملک میں ایمان کا دور دورہ ہو جائے گا۔ I am not shy of telling you that I do like him but I still say I am not a political worker, I am not a member of tehrek-e-Insaaf ہاں اگر وہ چاہیں تو میں دعا دے سکتا ہوں۔ بس اتنی سی بات ہے۔

اسرار احمد کسانہ: پروفیسر صاحب مہمانوں کے لیے شکریہ کے کلمات اور دعا کی درخواست ہے۔

ج: خواتین و حضرات! اتفاق سے دو تین دن پہلے ہی میرے بڑے عزیز دوستوں کی مائیں رخصت ہوگئی ہیں۔ بہت بڑا خلا ان کی زندگی میں چھوڑ گئی ہیں تو آپ ہم مل جل کر تھوڑی سی ان کے لیے بھی بلکہ ان تمام ماؤں اور بہنوں کے لیے اور ان بزرگوں کے لیے بھی جو اس سال کے اندر رخصت ہوئے ہیں جن کا واسطہ ہم سے تھا اور جن کا نہیں تھا ایک دفعہ خلوصِ قلب کے ساتھ فاتحہ اور اخلاص پڑھ کر دعا فرما دیجئے۔

اسرار احمد کسانہ صاحب: پروفیسر صاحب دعا بھی کروادیں۔

پروفیسر صاحب: آپ بھی ٹی۔وی پہ ایک دعا کیا کرتے تھے وہ کون سی ہے؟ پہلے وہ

کرلیں۔

اسرار احمد کسانہ صاحب: وہ یہ ہے کہ "میری عزت کے لیے کافی ہے کہ میں تیرا ہی بندہ ہوں اور میرے فخر کے لیے کافی ہے کہ تو ہی میرا پروردگار ہے، تو بالکل اسی طرح ہے جس طرح میں چاہتا ہوں، مجھے بھی اسی طرح بنادے جس طرح تو چاہتا ہے۔"

وما علینا الا البلاغ

خدا انسان اور کائنات

(اللہ کے نقطۂ نظر سے)

(حصہ دوم)

اَعُوذُ بِاللّٰہِ السَّمِیعِ الْعَلِیمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ

مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِی

مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّی

مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا

نَصِیْرًا ۝

(۱۷ (الاسراء): ۸۰)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ

عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝

وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۝

وَالْحَمْدُ

لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

(۳۷ (الصّٰفّٰت): ۱۸۰-۱۸۲)

خواتین وحضرات! بہت شکریہ بہت اچھے الفاظ میں میرا اور میرے ساتھیوں کا ذکر ہوا۔ اللہ ہمیں اس قابل بنائے کہ آپ کے اچھے گمان پہ پورا اتر سکیں۔ میں نے قرآن پڑھنے کے

بعد اپنی عقل کو بھی اپنے وجود کا حصہ نہیں سمجھا۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ جس چیز کو میں اپنی ملکیت سمجھتا رہا ..... خیر اس عمر میں جب مجھے ابھی اچھی طرح سے فہم نہیں ہوا تھا میں اسے اپنی ملکیت سمجھتا رہا۔ میں نے سوچا یہ میری چیز ہے اور میں اسے جیسے چاہوں اور جس انداز سے چاہوں استعمال کرتا رہوں۔ مگر جب قرآن پڑھا تو سب سے پہلے مجھے یہ عجیب وغریب احساس ہوا کہ یہ میری ملکیت نہیں ہے۔ مجھے یہ سوچنا پڑا کہ میری عقل اگر میری ملکیت نہیں ہے تو مجھے کس نے یہ ادھار دی ہے اور کس مقصد کے لیے ادھار دی ہے؟ ادھار بھی نہیں ملی یہ امانت کے طور پر دی گئی ہے۔ "إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ" ہم نے یہ امانت زمین و آسمان کی ساری مخلوقات کو پیش کی۔ کوئی اسے اٹھانے کے لیے آگے نہیں بڑھا۔ مجھے لگتا ہے اہلیت بہت بڑی تھی؛ ذمہ داری بھی بہت بڑی تھی۔ مگر اس امانت سے ہم نے ایک جواب بھی مانگنا تھا۔ یہ عقل دے کے ہم نے ایک صلہ بھی مانگنا تھا۔ ہم نے اس عقل کو واپس لینا تھا اور یہ دیکھنا تھا کہ تازہ ترین مخلوقات میں سے جو مخلوق ہم نے اعلیٰ ترین اور احسن التقویم میں بنائی ہے' کیا ہماری دی ہوئی اس امانت کو صحیح طرح سے استعمال کرے گی؟ کیا اس کو مقصدِ امانت کا علم ہے؟ اس پر اللہ نے تہمت دی" إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا " {الاحزاب :72} اس ظالم اور جاہل سے ایک غلطی ضرور ہوگی کہ یہ ہمیشہ امانت کے اعلیٰ ترین مقاصد سے گریز کرے گا اور کمتر مقاصد میں Involve ہو کے اپنے آپ کو معزز تر سمجھے گا۔ اس امانتِ علم کے ساتھ ساتھ خدا خود علم تھا اور اس علم کی تعلیم دینے کے لیے اس نے حضرت انسان کو جو انسٹرومنٹ بخشا وہ عقل تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ عقل دی تو اس کو یہ چوائس بخشنے کے لیے اس نے اسے ایک اور آسانی دی کہ عقل از خود کوئی گمان نہ کرے' از خود کوئی فتنہ کھڑا نہ کرے۔ اس نے بہت ساری قوتوں کے بعد بہت ساری ایجادات جو اس کی اپنی تھیں ان کی تخلیقات کے بعد اس نے انسانی عقل کے بارے میں ایک ارشاد فرمایا "وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا "{الشمس:7} کہ اے لوگو ہم نے نفس انسان کو درست کیا۔ یہ چھوٹی چیز نہیں تھی۔ یہ بہت اہمیت کی بات تھی جو باقی کائنات کی تمام چیزوں کے متقابل تھی۔ جہاں میں

نے سورج بنایا چاند کو تخلیق کیا چمکتا ہوا دن بنایا اور ڈھانپتی ہوئی رات بنائی اور بچھونے کی طرح زندگی کے لیے زمین بنائی وہیں میں نے نفسِ انسان کو درست کیا اور اس میں الہام کو وصول کرنے کی صلاحیت رکھی' علم کو وصول کرنے کی صلاحیت رکھی۔ دونوں صلاحیتیں رکھیں اور اسی لیے کہا" وَنَفْسٍ وَمَا سَوّٰاهَا "{الشمس:7} ''درست'' اس لیے کہا کہ اگر اس میں 'میں نے شر کے خیالات کو وصول کرنے کی صلاحیت رکھی تو ساتھ ہی ساتھ میں نے اس میں اعلیٰ ترین الہاماتِ عقل کو وصول کرنے کی صلاحیت رکھی۔ جس نے اچھا چنا وہ فلاح پا گیا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے نہ چنا وہ خسارے میں چلا گیا۔

خواتین وحضرات! قرآن حکیم چونکہ سائنس سے بہت آگے ہے' بہت آگے کی بات کرتا ہے۔ وہ اختتامِ داستان تک پہنچتا ہے۔ ایک ویسٹرن سائنسدان نے بہت اچھی بات کی۔ اس نے کہا لوگ خدا کے بارے میں بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہیں۔ کیا کوئی ایسا افسانہ نگار بھی ہے کوئی ایسا ناول نویس بھی ہے جو پہلا چیپٹر لکھ کے باقی لوگوں پہ چھوڑ دے کہ جو چاہو اس میں بھر لو جیسے چاہے انجام لکھ دو۔ اس نے کہا کہ آج تک تو ایسا تخلیق کار نہیں دیکھا جو پیدا کر کے بگ بینگ کر کے باقی تم پہ چھوڑ دے کہ جاؤ جو مرضی کرو۔ میں نے تمہیں آغاز دے دیا ہے باقی کتاب کائنات تم خود مکمل کرلو۔ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ جس نے یہ کتاب لکھی اس نے پوری لکھی تھی۔ یہ ہماری قسمت ہے کہ

سنی حکایتِ ہستی تو درمیاں سے سنی
نہ ابتداء کی خبر ہے نہ انتہا کی خبر

ایک بڑی Important چیز نظر آتی ہے جو قدیم نظریات کے برعکس ہے جو آج کے انسانی تمزوات کے برعکس ہے کہ انسان نہ ابدی ہے نہ ازلی ہے۔ نہ کائنات ازلی ہے نہ ابدی ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی چیز درست نہیں۔ بلاشبہ کائنات کی ابتداء سے انسان کی Existence کا کچھ عرصے بعد تقریباً پانچ ارب سال پہلے لگتا ہے کہ انسان کی تخلیق کے آثار نمودار ہوئے۔ حتیٰ کہ وہ تخلیقات مکمل ہوئیں اور ہم اور آپ جیسے انسانوں تک پہنچ گئیں۔ مگر یہ ازلی نہیں تھا۔ یہ خدا کے

ساتھ نہیں پیدا ہوا تھا۔ بڑے عرصے کے بعد بڑی مدتوں کے بعد اگر 13.7Billian کی یہ کائنات تھی اگر بگ بینگ 13.7Billian پہ اس کا Zero hour شروع ہوا تو شاید انسان کہیں دو چار بلین سال پہلے کہیں موجود رہا ہوگا۔ اور اگر کسی مکمل انسان کا سراغ ملتا ہے تو 80 یا 88 کروڑ سال پہلے پرائیمٹس کی شکل میں ہمیں پہلے انسان کا سراغ نظر آتا ہے۔ اس سے پہلے شاید انسان کو بحیثیت انسان پہچاننا مشکل ہے۔ چونکہ مشکل ہے تو قرآن حکیم اس پہ رائے دیتا ہے جو بنانے والا ہے وہ اس پہ رائے دیتا ہے کہ ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا "(الدھر:01) کہ بلاشبہ ارب ہا ارب سال کروڑ ہا سال قرن ہا قرن اے انسان تو زمانے میں ایسے رہا کہ کوئی قابلِ ذکر شے نہ تھا۔ اس نا قابلِ ذکر شے نے رفتہ رفتہ ذکر پایا نام پایا جسم اور وجود پایا مگر پوراتے کیا کہ آتے اس وقت تک۔ جب وجود بن بھی گیا تو اسے پوراتے کیا۔ آخر میں ایک جملہ قرآن حکیم نے Add کیا اور کہا "اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَۃٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْہِ فَجَعَلْنٰہُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا "(الدھر:02) یہاں تک تو وجود مکمل ہو رہا تھا "اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا "(الدھر:03) جب یہ بن گیا مکمل ہو گیا انسان ہو گیا تو پھر ہم نے اسے عقل دی شعور دیا بات سمجھنے کی صلاحیت دی۔ ہدایت بخشی اور ہدایت کو وصول کرنے کی صلاحیت بخشی۔ اور اسے ایک کام دے دیا کہ "اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا "(الدھر:03) بڑی فراخ دلی سے ہمیں یہ چوائس دے دیا کہ چاہو تو ہمیں مانو چاہو تو ہمارا انکار کر دو۔ ہم جس کائنات کی بات کرتے ہیں اس کے دو بنیادی عناصر ہیں۔ آپ کائنات کی ایک سنگل تھیوری نہیں تخلیق کر سکتے۔ بڑی حیرت کی بات ہے کہ سائنس مفروضوں سے کام کرتی ہے۔ وہ سائنس جو دوسروں کو طعنہ دیتی ہے کہ یہ Non objective ہیں جب کائنات کی وسعتوں میں پہنچتی ہے سب سے بڑھ کر خود صحرا میں گم شدہ مسافر کی طرح ستاروں کو دیکھ کر انکل پچو سے کام لیتی ہے۔ مجھے بڑے سے بڑا کاسمالوجسٹ صحرائے گوبی میں آگ کے گرد قافلے کے مسافروں کو پرانی اساطیر الاولین سناتا ہوا لگتا ہے۔ اس کی کوئی بات حتمی نہیں لگتی۔ یہ وہ کائنات ہے جہاں آپ کے بہت سارے Factual laws نے رد ہونا

ہے۔ جب Relativity رد ہو جاتی ہے' Newtonian concept رد ہو جاتے ہیں' Special relativity ختم ہو جاتی ہے' کوانٹم ختم ہو جاتا ہے' سارے سوپر کوانٹم نظریات ختم ہو جاتے ہیں۔ پھر سائنسدان ڈائی مینشنز کے پیچھے چل پڑتا ہے کہ کس ڈائی مینشن کے لیے کون سا قانون لاگو ہوگا۔ ایک Mathematician نے بڑی خوبصورت بات کی' کہ آج تک یہ سمجھ نہیں آئی یہ فارمولے کائنات کے اندر موجود ہوتے ہیں یا انسان جس فارمولے پہ پہنچتا ہے وہی کائنات میں موجود ہوتا ہے۔ یہ سمجھ نہیں آئی کہ یہ کائنات Inherently کسی Mathematical اصول پہ چل رہی ہے یا یہ ہوتا ہے کہ ہم کسی Mathematical اصول پہ پہنچ جاتے ہیں اور کہیں نہ کہیں کائنات کی کسی تکڑ پہ وہ نظر آ جاتا ہے۔ اگر ہم انسان کی طرف سے سائنسدان کی طرف سے علمائے فطرت کی طرف سے کائنات کو دیکھیں تو بدقسمتی سے فطرت کے قوانین اسی اصول کے تحت تسخیر ہوتے نظر آتے ہیں۔ گو کہ علمائے فطرت کو خدا نے Appreciate کیا کہ میرے پسندیدہ بندے ہیں" اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ "وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "{آل عمران:191}وہ میرے بڑے ہی پسندیدہ بندے ہیں جو تخلیق کائنات پہ غور کرتے ہیں۔ سوچتے ہیں سمجھتے ہیں اور اس کی دی ہوئی امانت کو استعمال کرتے ہیں۔ But to what end? کس لیے استعمال کرتے ہیں؟ کیا تکبر ذات کے لیے؟ بار بار کہنا پڑتا ہے کہ عقل کا سب سے بڑا المیہ Under estimation یہ ہے۔ Over estimation ہے Under اور Over estimation کا رجحان آج کے دو طبقوں میں بڑا واضح پایا جاتا ہے۔ ایک ملائیت میں اور ایک سائنسدانوں میں۔ ذرا غور کیجئے کہ چھوٹی سی یہ دنیا' چھوٹے سے چند لوگ' بڑی محنت اور تردد کے بعد جب کائنات کے بڑے بڑے اصولوں کی جھلک پاتے ہیں تو ان کے اندر کا ظرف چھلک پڑتا ہے۔ They start convincing themselves. ایک مخلوق جو کبھی ازلیت کی حامل نہیں تھی' کبھی ابدیت کی حامل نہیں تھی۔ اپنے بارے میں ایک خوش گمانی پال لیتی ہے کہ اس کائنات کی مصاحبت سرداری اور حکومت ہمیں اس لیے ملی ہے کہ ہم خود عقل مند ہیں۔ وہ بھول

جاتے ہیں کہ یہ عقل ہمیں اس علم کی شناخت کے لیے دی گئی ہے جو انسان کو Ultimately اس کائنات کے مالک سے شناسائی کا شرف بخشتا ہے۔ جو ساری تھیوریز کی ایک تھیوری ہے۔ تمام مشکلات کا ایک حل ہے۔ تمام ذہنی المیات میں جو ہمیں روشنی کا رستہ دکھا رہا ہے۔ خداوند کریم نے ایک بڑی سادہ سی سٹیٹمنٹ میں دونوں طرف کے اولیائے زمین کو علیحدہ علیحدہ کر دیا کہ " اللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا یُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ " کہ اللہ مومنین کا ولی ہے اور انہیں اندھیروں سے نور کو لے جاتا ہے۔ اور وہ لوگ جو خدا کے بغیر چل رہے ہیں، وہ لوگ جو اپنے تمرد اور شناخت کو چلتے ہیں، اپنی ذاتی انا کو چلتے ہیں " وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا أَوْلِیَآؤُهُمُ الطَّاغُوتُ یُخْرِجُوْنَهُم مِّنَ النُّوْرِ إِلَى الظُّلُمَاتِ " وہ روشنی سے اندھیروں کی جانب سفر کرتے ہیں " أُولٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ " {البقرہ:257} مگر حیرت کی ایک بات ہے جنت بھی دائمی نہیں ہے، دوزخ بھی دائمی نہیں ہے۔ خدا کے بغیر کوئی شے دائمی نہیں ہے۔ ایک ذات قدیم ہے باقی سب ختم ہونے والے پیریڈز ہیں ختم ہونے والے آثار ہیں۔ ایک دن آئے گا ایک وقت ایسا آئے گا کہ پروردگار عالم ان طویل ساعتوں کو مختصر کر دے گا کیونکہ زمانہ کچھ نہیں ہے، بقول خداوند کریم زمانہ میں خود ہوں " لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ إِنَّ الدَّهْرَ هُوَ اللّٰهُ " میں زمانہ ہوں۔ میں چاہوں تو زمانہ نہ گزرے۔ میں چاہوں تو زمانہ سکڑ جائے۔ میں چاہوں تو زمانہ پھیلتا رہے۔ میں چاہوں تو زمانہ ایک مقام پر آ کے رک جائے۔ جیسے حضرت عزیر کے واقعے میں ہوا " قَالَ كَمْ لَبِثْتَ " پوچھا کتنی دیر سوئے رہے؟ " قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ " اے پروردگار! ہو سکتا ہے ایک دن یا ایک رات۔ فرمایا اچھا " فَانظُرْ إِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ " کھانے پہ نظر کر اس پہ ایک لمحہ نہیں گزرا۔ وہاں فقط کھانا نہیں تھا، ہوا بھی Infiltration تھی، جراثیم تھے، اس کی Smell تھی، Decay کا پراسس تھا۔ سو برس میں کھانے پہ ایک لمحہ نہیں گزرا۔ یہ کون سا ٹائم ہے یہ کون سا دوران زماں ہے کہ کھانے پہ سو برس میں ایک لمحہ بھی نہیں گزرا؟! " فَانظُرْ إِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ " ذرا دیکھ اپنے کھانے کو " لَمْ يَتَسَنَّهْ " اس کو تو کسی نے چھوا بھی نہیں ہے۔ یہاں ہاتھ سے چھونا مراد نہیں ہے۔ اس کو وقت نے

چھوا تک نہیں" وَانظُرْ إِلَى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا "(البقرہ:259) دیکھ ذرا گدھے کو سو برس گزر گئے تھے ہڈیاں پڑی تھیں' خشک وتر پڑا تھا' کچھ بھی نہیں رہا تھا۔ حضرت عزیز کو حکمت الہیہ کا تو خیال آیا ساتھ رو بھی پڑے' اے اللہ! گدھا ہی نہیں رہا تو اب میں سفر کیسے کروں گا' منزل تک کیسے پہنچوں گا؟ عزیز دیکھ میں اس پہ گوشت کیسے چڑھاتا ہوں۔ آپ کو حیرت نہیں ہوتی' ایک چھوٹی سی جگہ شاید اس سٹیج سے بھی کم جگہ اور زمان ومکاں کدھر گئے؟ مکاں موجود تھا زمانہ کدھر گیا؟ ادھر " لَمْ يَتَسَنَّهْ "ایک شے کو زمانے نے چھوا ہی نہیں۔ ایک شے پہ بارہ چودہ گھنٹے سے گزرا ہے" قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ "اور تیسرے پہ سو برس گزر گئے۔ کیا قرآن یہ بتا تا نہیں ہے کہ زمانہ کوئی شے نہیں ہے؟ زمانے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ میرے وجود میں ہے اور اللہ کے حکم میں ہے۔ اگر میں نہ ہوتا تو اس پوری کائنات میں کوئی عصر نہ ہوتا' کوئی وقت نہ ہوتا۔ یہ مجھے محسوس ہو رہا ہے۔ آئن سٹائن کے پاس ایک خاتون آ گئی۔ افسوس یہ ہے کہ سائنسدانوں کے ہاں یہ تاثر تو موجود تھا مگر انہوں نے اس کی Interpretation مختلف کی۔ آئن سٹائن کے پاس ایک نوجوان خاتون آ گئی۔ آئن سٹائن اس وقت بڑا بڈھا سا تھا۔ بور آدمی تھا' سخت بور اور بدشکل بھی تھا۔ وہ اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ آئن سٹائن نے اسے روک رکھا تھا کہ ٹھہر جا۔ اس دوران میں اسے فون آ رہے تھے کہ تمہارا بوائے فرینڈ برخوردار جو ہے وہ تمہیں کال کر رہا ہے۔ وہ ادھر پہلو بدل رہی تھی اُدھر پہلو بدل رہی تھی۔ اس نے جان چھڑانے کی بڑی کوشش کی۔ سوال تو وہ پوچھ بیٹھی تھی۔ کافی دیر کے بعد آئن سٹائن نے اس سے کہا! تجھے Relativity سمجھ آ گئی ہے؟ لڑکی نے پوچھا کیسے؟ آئن سٹائن نے کہا بھلا تو نے میرے ساتھ کتنا وقت گزارا ہے؟ اس نے کہا جی گھنٹہ تو ہو ہی گیا ہوگا۔ آئن سٹائن نے کہا ابھی تو پانچ منٹ بھی نہیں گزرے۔ اگر خلاف مرضی ہو تو میرے پاس بیٹھی ہے تو وقت کی اضافت پانچ منٹ ہی گزری ہے۔ اور اگر تو اس کے ساتھ ہوتی جس کی تجھے تلاش تھی تو یہ ایک گھنٹہ تجھے پانچ منٹ ہی لگتا۔ اقبال نے بھی اسی پہ شعر کہا

گھڑیوں کی صورت میں اڑتی جاتی ہیں
مگر گھڑیاں جدائی کی نہیں کٹتیں مہینوں میں

This is all about relativity. کسی مقام پر آپ کا ذاتی احساس اسے قرنوں کی طویل ترین رات بنا دیتا ہے اور کسی مقام پر طلب افزا، لمحے پلک جھپکتے ہوئے سائبیریا سے آئے ہوئے پرندوں کے جھنڈ کی طرح آسمان سے گزر جاتے ہیں۔ زمانہ بذاتہٖ کوئی شے نہیں ہے۔ یہ اللہ کا حکم ہے جو چیزوں پہ صادر ہوتا ہے۔ وہ جس پہ چاہتا ہے وقت گزرتا ہے جس پہ چاہتا ہے وقت نہیں گزرتا۔ مگر جب آپ یہ کہتے ہو کہ زمانہ برا ہے تو خدا کو یہ بات بڑی غلط لگتی ہے۔ کہتا ہے" لا تسُبُّوا الدَّھرَ وَانَا الدَّھر " کہ جس نے زمانے کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا کیونکہ زمانہ میرے سوا تو کچھ بھی نہیں ہے۔ مقدرات کی تخلیق تو میں نے کی ہے۔ ازل سے تمہیں میں نے بنایا ہے۔ جب تم یہ کہتے ہو کہ آج دن خراب ہے تو تم آج کے دن کے خالق کو برا کہتے ہو۔ زمانہ میں ہوں زمانہ باہر نہیں ہے۔ آئندہ احتیاط برتنا کہ ایمان میں وقت کو برا نہیں کہا جا سکتا۔ وقت اچھا بھی نہیں وقت برا بھی نہیں۔ بعض اوقات برے وقت آپ کو اچھے وقتوں کے سبق دیتے ہیں " وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ " کسی چیز سے تم کراہت کھاتے ہو اور اس میں خیر ہوتی ہے " وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ " کسی چیز سے تم محبت رکھتے ہو اور اس میں شر ہوتا ہے " وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ " (البقرہ:216) اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ صدیوں سے انسان نے خدا کی باتوں کو خدا کے بغیر سمجھنے کی بہت بڑی کاوشیں کی ہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم ٹوٹل ایک Chaotic pettron میں محصور ہو کے رہ گئے ہیں۔ بہت ساری سائنٹیفک باتیں خدا کے معیار تک آئی بھی ہیں مگر بہت سارے فلاسفر آف فزکس اور میتھی میٹیشنز جو ہیں یہ ابھی تک اس لیے ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں اور اندھیروں میں ہاتھ پھینک رہے ہیں کیونکہ یہ خدا کے بغیر کائنات کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر آپ قرآن دیکھو اللہ میاں کا ایک عجیب سا انداز ہے بڑا معمولی سا جیسے کوئی شے ہی نہ ہو۔ اس کو بڑے معمولی معمولی سے کام لگتے ہیں۔ وہ تم سے پوچھتا ہے یار! بات سنو تم کہتے ہو کہ تمہیں دوبارہ کیسے اٹھایا جائے گا؟ بھلا اتنی

بڑی کائنات کی تخلیق کوئی چھوٹا امر تھا تم کیا کوئی اس سے بھی بڑے ہو کہ تمہیں بنانا مشکل ہو جائے گا۔ کبھی وہ کائنات کی ابتداء کی بات کرتا ہے کبھی وہ زندگی کی ابتداء کی بات کرتا ہے۔ کون ایسا Author ہوگا؟ ذرا غور کرو کون ایسا مصنف ہوگا جو صرف دو فقروں میں کائنات اور حیات کی ابتداء کو ختم کر دے۔ محض دو فقروں میں " **اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا** " تم میرا انکار کیسے کر سکتے ہو" **اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا** " زمین و آسمان پہلے یک جا تھے ملے ہوئے تھے اکٹھے تھے پھر ہم نے انہیں جبراً جدا کر دیا پھاڑ دیا۔ دھاگوں کے گولوں کی طرح بکھیر دیا دھاگوں کی طرح بکھیر دیا" **اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا** " یہ تو کائنات کی ابتداء کی بات تھی۔ اور پھر " **وَجَعَلْنَا** " پیدا کیا **مِنَ الْمَآءِ** پانی میں سے" **کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ** " تمام حیات {الأنبیاء:30} پندرہ سو برس پہلے یہ کون شخص ہو سکتا ہے؟ بھلا سوچو تو سہی کتنی آسانی سے اتنی بڑی کائنات کی Existence کو دو جملوں میں سمیٹ رہا ہے۔ کیا آپ کو خیال نہیں آتا یہ وہی ہو سکتا ہے جس نے خود کائنات بنائی ہو۔ اس کے علاوہ کوئی ایسی ہستی نہیں ہو سکتی جو اتنے بنیادی قوانین حیات و کائنات کو اتنے مختصر انداز میں بیان کر رہا ہے۔ پھر آگے چھوٹا سا جملہ کہتا ہے" اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ "{القصص: 60} تم نے مانا کب ہے تم ضدی اور سرکش لوگ ہو تم نے عقل کے غلط استعمال کی قسم اٹھائی ہوئی ہے۔ تمہیں اگر شعور ہوتا تھوڑی سی عقل ہوتی " **اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُکْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ** " **{الانفال:22}** تم میں اگر تھوڑی سی عقل ہوتی تو تمہیں صاف نظر آتا کہ جو انفارمیشن کسی صورت بھی زمانے میں حاصل نہیں ہو سکتی وہ محمد رسول اللہ ﷺ اپنے اللہ سے لے کے تمہیں بتا رہے ہیں۔ اور اس اللہ کے سوا زمین پہ کوئی سچائی نہیں ہو سکتی۔ سائنسز نے کوشش کی بھرپور کوشش کی۔ تین ہزار سال کے بعد یہ جو ابھی آپ کو بگ بینگ کے مناظر دکھائے گئے یہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ سائنس اس قابل ہوئی ہے کہ ایک بنیادی قانون خداوند کے مطابق چل سکے۔ مسلمانوں کو بھی پندرہ سو برس ہو گئے' اگر کوئی مسلمان اسکالر ہوتے تاں واتا بینا' اگر وہ یونانی فلسفے سے متاثر نہ ہوتے' اگر اردگرد کی معلومات اور ناقص علوم سے متاثر نہ ہوتے' اگر صرف قرآن پڑھا ہوتا' اگر سادہ ترجمہ قرآن کا دیکھا ہوتا تو پانچ بڑے

بڑے کاسمولوجیکل لا سینکڑوں سال پہلے سے مسلمانوں کی میراث ہوتے۔ نمبر 1 کائنات پہلے ایک جان تھی پھر اسے پھاڑ کر جدا کیا گیا۔ نمبر 2- کائنات میں تمام سیارے ہیں کوئی ثابت نہیں ہر چیز چل رہی ہے۔ نمبر 3- اللہ تعالیٰ نے تمام حیات پانی سے پیدا کی ہے۔ یہ وہ laws ہیں جن تک پہنچنے کے لیے نسل انسان نے کم از کم تین ہزار سال ذہنی جدوجہد کی ہے۔ نمبر 4- اگر کوئی مسلمان غور کرتا Simplification of the laws of Quran صرف قرآن کا لفظی ترجمہ کرتا اور وہ کہتا کہ میرے رب نے کہا ہے "وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ" {الذاریات:47} اس کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اور یہ کائنات وسیع تر ہو رہی ہے۔ اگر کوئی واقعی اسلام میں یقین رکھتا ہوا عالم ہوتا ان ایک ہزار برسوں میں وہ ضرور آپ کو پانچواں بھی قانون دے جاتا کہ کائنات میں جتنے بھی سیارے ہیں وہ سارے کے سارے " كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ " {الأنبياء:33} کہ ہر سیارہ اپنی اپنی Constellation میں تیر رہا ہے۔ آج کے دنوں میں آپ Advance most knowledgeable cosmology کے مالک ہوتے۔ اطلاع آتی اور آپ کہتے لو یہ کوئی نئی بات ہے تم آج پہنچے ہو ہمیں تو ایک ہزار سال پہلے ہی بتا دیا گیا ہے ہمیں تو اس پہ یقین تھا۔ نہ صرف یہ ہوتا بلکہ A Muslim cosmologist a Muslim philosopher would have started gaining this knowledge one thousand years before when any western scholar or scientist couldn't have searched for it. آج کے دنوں میں اسلام پہ جو بڑی آفت آئی کہ قرآن حکیم کو فلسفہ یونان کی روشنی میں پڑھا گیا۔ ایرانین انفارمیشن سے پڑھا گیا۔ رومن انفارمیشن سے پڑھا گیا۔ Alexandrian انفارمیشن سے پڑھا گیا۔ لوگوں نے اسے بحیثیت محکم کتاب کے نہیں پڑھا " الٓر كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ" {هود:1} اس کتاب کی ایک ایک آیت ہم نے تولی پرکھی زمان و مکاں کے حساب میں رکھی پھر تمہیں دی گئی۔ آج نہیں روز قیامت تک اس کی ایک ایک آیت ہر لمحہ تیز ہر انفارمیشن ہر علم کے معیار پہ پوری اترتے ہوئے یہ خدا کی حقانیت کا

ثبوت دیتی ہے That's why we call him God آج بھی ہم یہی کر رہے ہیں۔ مغرب سے جب کوئی خبر آتی ہے ہم اس کی تصدیق قرآن سے چاہتے ہیں۔ کیوں جی بھلا آپ کو آگے کی خبر نہیں آپ کو پتہ نہیں؟ آخری سپارہ کس نے نہیں پڑھا' دیکھو تو سہی کیا کہہ رہا ہے آخری سپارہ؟ آخری سپارہ وہ حاضر کی خبر نہیں دے رہا؟ آخری سپارہ آپ کو اس "حرفِ آخر" کی خبر دے رہا ہے جو اللہ کا حکم بن کر پورے زمانے پہ آنے والا ہے۔ کیا خدا جانتا نہیں رہا کہ قیامت کب آئے گی؟ کیا خدا جانتا نہیں رہا کہ اس وقت کنڈیشن کیا ہوگی؟ جب سورج بجھ جائے گا ستارے گدلے پڑ جائیں گے جب زمین زلزلوں میں چلی جائے گی۔ حقیقت کی بات یہ ہے کہ خداوند کریم نے Finishing of the world کا ڈیزائن تیار کیا ہوا ہے جب سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہوگا' ہر چیز کی روٹین چینج ہو جائیں گی اور "**إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا (1) وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا (2) وَقَالَ الْإِنسَانُ مَا لَهَا (3)" {الزلزل}**، وہ ساعتِ عظیم آ جائے گی۔ یہ ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں میں وارد ہوگی۔ جب اتنی بڑی ساعت کی خبر دے رہا ہے تو آپ کا کیا خیال ہے "**أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ " {الملک :14}** کہ درمیان کے عرصے کی کوئی خبر نہیں۔ سیکولر ہو یا ان پڑھ ملا ہو یا کوئی اور جدید و قدیم جو خدا کو نہیں جانتا وہ اس Ostrich کی طرح ہے جو اس بلائے عظیم سے بچنے کے لیے جب وہ بھیڑیا دیکھتا ہے تو ریت میں سر چھپا لیتا ہے۔ اس کا خیال یہ ہوتا ہے کہ میں اس قسم کے گمان سے حقیقتِ عظمیٰ اور ازلیہ سے بچ جاؤں گا۔ ایسا نہیں ہوگا۔ This story is already completed. جس نے یہ افسانہ حیات لکھا ہے جس نے یہ داستان کائنات لکھی ہے وہ اس کا انجام بھی لکھ بیٹھا ہے۔ اس کو تمام کر چکا ہے۔ یہ ڈیزائن میں ہے۔ آپ کو پتہ ہے کسی شہر کی تکمیل سے پہلے کسی کو اجاڑنے سے پہلے کسی کو ختم کرنے یا شروع کرنے سے پہلے ایک ماسٹر پلان تو تیار ہوتا ہی ہے۔ اس ماسٹر پلان میں لوجیکلی پورے کا پورا نقشہ اول و آخر درج ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں بھی اس پوری کائنات کے ماسٹر پلان کو باقاعدہ Define کیا گیا ہے "**وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِى الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا** " زمین پر ایسا کوئی ذی حیات نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمے نہیں۔ تم پر نہیں اللہ پہ

ہے۔ زمین پر تمام ذی حیات کا رزق اللہ پہ ہے "وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا" جو جو جگہ اس کے لیے متعین ہے جہاں جہاں اس نے جانا ہے ہر فرد و بشر کی ہر جانور کی ہر ذی حیات کی ہر بچھو ہر سانپ کی تمام موومنٹس Drafted form میں اس کے پاس موجود ہے "وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا" ہے کہاں؟" "كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ" (ھود:6) یہ سب ایک کتاب میں چمکتی ہوئی کتاب میں بیان کرتی ہوئی روشن کتاب میں ایک ماسٹر پلان میں موجود ہے جسے ہم لوحِ محفوظ کہتے ہیں۔ لوحِ محفوظ کیا ہے؟ ایک Supper class master plan ہے۔ ساری کائنات کی ایک لوحِ محفوظ ہے۔ قرآن پوری کائنات کو چلانے والا مینول ہے۔ یہ مینول بھی اس ماسٹر پلان کا ایک حصہ ہے۔ قرآن آپ کو خبر دینے والا ہے کہ اس پلان میں جو ہم نے متعین کیا ہے کس کس چیز نے کس کس انجام تک جانا ہے۔ There is no infinity in time and space. کسی قسم کی کوئی Infinity خدا کے نزدیک موجود نہیں ہے۔ شیخ جنیدؒ سے کسی نے پوچھا تھا کہ توحید کی کیا تعریف ہے؟ تو فرمایا قدیم کو حادث سے علیحدہ کرنا توحید ہے۔ قدیم صرف اللہ ہے باقی سب حادث ہیں۔ ہر وجود حادث ہے ہر فرد حادث ہے اور اگر تمام چیزیں حادث ہیں تو Singularity سائنس کو نہیں صرف اللہ کو نصیب ہے۔ تمام کا سمک نظریات بالآخر Singularity کو جاتے ہیں مگر Singularity صرف اللہ کو نصیب ہے۔ باقی تمام Complications ہیں Complicities ہیں Continuities ہیں Multiplications ہیں۔ اس کے علاوہ صرف ذات خداواحد ہے۔

خواتین و حضرات! عدم سے وجود کو آتے ہوئے زمان و مکاں کی تخلیق کے ساتھ میں حیرانی سے دیکھتا ہوں کہ خداوند کریم نے جب کائنات کا نقشہ دیا تو ایک اور عجیب و غریب سائنٹیفک تھیسز غلط ہوگیا۔ سائنٹیفک تھیسز یہ ہے کہ There are burning stars and cold stars; cold stars are lending their light and energy to cold stars but the cold stars can't return this energy to the burning stars. So naturally

through both ways energy is being burnt and when it is burnt the end of the universe is absolute coldness. مختصراً کچھ جلتے ہوئے ستارے ہیں کچھ ہولناک اندھیرے اور سرد ستارے ہیں۔ سورج کی روشنی سے زمین کو حرارت ملتی ہے زندگی ملتی ہے مگر زمین جواباً اسے حرارت نہیں دے سکتی۔ سورج کی روشنی سے چاند چمک رہا ہے مگر چاند انرجی واپس سورج کو نہیں دے سکتا۔ یہ سلسلہ کب تک چلے گا؟ تمام سائنسدان اس بات پر متفق ہیں کہ آج نہیں تو کل ان جلتے ہوئے ستاروں کی روشنیاں بالآخر سرد ستاروں میں منتقل ہو کر ختم ہو جائیں گی۔ انرجی کا بحران پاکستان میں تو اب بھی ہے۔ ہر طرف بحران آیا ہوا ہے No lights nothing at all زندگی سرد ہو جائے گی۔ مجھے تو لگتا ہے کہ ہمارے حکمران ہمیں کائنات کے اس بحران تک پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بالکل سرد ہو جائے گی کائنات، چولہے سرد، زندگی سرد، پانی سرد، ہر چیز سرد۔ جمود طاری ہو جائے گا۔ ہو سکتا ہے پورا پاکستان ہی سیاچین میں تبدیل ہو جائے۔ لیکن خدا کے ہوتے ہوئے یہ جمود نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ ذرا سنو وہ کیا کہتا ہے، تھوڑا سا استنباط چاہیے ہوگا، قرآن کو سمجھنے کے لیے تھوڑی سی فکر" اللّٰهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ "ایک طاق، طاق میں ایک روشن شمع، شمع کے آگے شیشہ۔ اگر آپ نے غور کیا ہو نہیں کیا تو اب ذرا غور کر کے دیکھو۔ وہ کہتا ہے کہ ہم نے زمین و آسمان چھ دن میں بنائے۔ دو دن لگائے زمین کی تخلیق میں۔ دو دن لگائے اس میں اسباب ضرورت انسان رکھنے میں، یہ ہوئے چار دن۔ پھر فرمایا" ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ "{البقرہ:29} پھر بلند ہوئے آسمانوں کو اور ہم نے دو دن لگائے۔ اگر آپ اس Figure (پروجیکٹر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کو دیکھو تو اس کے ساتھ ٹائم لنک لکھی ہوئی ہے کہ چھ ارب سال پورے ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ تخلیقات کا ٹائم دیکھو تو ایک ارب سال برابر ہے ایک دن۔ اگر آپ سائنسدانوں سے زمین کی عمر پوچھو تو وہ فور پوائنٹ (4.) کچھ سال بتائیں گے کہ چار اعشاریہ کچھ ارب سال زمین کی عمر ہے۔ جب آپ سورج کی عمر پوچھو گے تو وہ بتائیں

کے پانچ اشاریہ چھ ارب سال یعنی چھ ارب سال کے قریب ہے۔ انسان کا فہم خدا کے پیمانے کے قریب پہنچ گیا ہے۔ اب کسی کو یہ تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ پانچ دن کیا ہیں اور چھ دن کیا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کاسموس کی Construction کے دن آپ کو بتائے ہیں۔ آگے بڑھنے سے پہلے آپ کو پوری آیت سنا دوں' وہ جو میں نے ابھی Chapter شروع کیا تھا' کہ اس کائنات میں کبھی بھی مکمل سردی نہیں ہوگی۔ جمود نہیں ہوگا۔ درجہ انجماد حیات نہیں پہنچے گا۔ اس لیے کہ سائنسدانوں کے نزدیک انرجی کی ریسورسز Exhaust ہو رہی ہیں But what about God, what does He say? وہ کہتا ہے کہ اس کائنات کی میں بنیاد ہوں' میں اس کا نور ہوں اور اس کی مثال ہے کہ "كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِن شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُّورٌ عَلَىٰ نُورٍ "{النور:35}یعنی میں اس چراغ کی طرح ہوں زیتون کا چراغ' نہ اس میں دھواں نہ اس میں بُو بلکہ اس چراغ کی طرح ہوں جس کی لو کم ہوتی ہے نہ زیادہ ہوتی ہے۔ پروردگارِ عالم کے نزدیک جو اس کائنات کی سورس آف انرجی ہے وہ خود ہے اور اس انرجی کی لو کم ہوتی ہے نہ زیادہ ہوتی ہے Therefore, we conceive this idea this concept کہ یہ کائنات کبھی سرد نہیں ہوگی سوائے اس وقت کے جب اللہ کی آخری آیت کا ورود پہنچے گا۔ کیا اسی کائنات میں سات زمینیں اور سات آسمان ہیں؟ ہمیں احادیث بتاتی ہیں کہ پوری سات زمینوں کا حساب ایک زمین پر بھی لیا جا سکتا ہے اور ایک دن میں لیا جا سکتا ہے:"**اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ** "اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان تخلیق کیے ہیں **وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ** "اور انہیں سات آسمانوں میں سات زمینیں " **يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ** "اور ان تمام زمینوں میں ہمارا حکم اترتا ہے" **لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ** {"الطلاق:12} تا کہ تم جان سکو کہ خدا کتنا بڑا ہے۔ خدا آپ پہ رعب نہیں ڈال رہا۔ رعب کے لیے آپ بہت کمتر مخلوق ہو۔ آپ اس کے خلیفہ ہو' نہ اس کے قریب ہو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی قیمتی شے دے دی امانت دے دی' اپنے پاس سے دے دی He wants you to know کہ تمہارا رب کتنا بڑا

ہے۔تم کسی کمزور شے کے محکوم نہیں ہو۔تم کسی ایسے بادشاہ کے محکوم نہیں ہو جس کے عہد حکومت میں بغاوت کا اندیشہ ہو۔یہاں کوئی فتنہ نہیں ہو سکتا کوئی بغاوت نہیں ہو سکتی۔اس کا کوئی حدوحساب نہیں ہے۔اس کا ہاتھ خالی نہیں ہے۔وہ اپنی مملکت میں فاقہ نہیں پھیلا سکتا۔اس کے پاس اتنا کچھ اور اتنا بےحدو بےحساب ہے کہ وہ ایک ایک فرد ایک ایک ذرے ایک ایک پتھر ایک ایک اینٹ ایک ایک چیونٹی کو بھی رزق پہنچانے میں اتنا فیاض ہے جتنا بڑے سے بڑے محلات میں رہنے والوں کو رزق پہنچاتا ہے۔اس نے بڑی ہی وضاحت سے ایک بات بتائی ہے کہ......" **لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا** " {الأنبياء:22} اگر کائنات میں دوخدا ہوتے' اگر کائنات میں خدائی بٹ جاتی تو فساد ہو جاتا۔اس لیے آپ کو اپنے مالک کی فکر نہیں کرنی چاہیے تخت نہیں الٹ سکتا" **إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا** " کہ اس خدا کی مملکت میں کوئی فساد نہیں ہو سکتا' کوئی دوئی نہیں ہے۔حق لاشریک ہی رہے گا اور اس کو بالآخر بلا شرکتِ غیرے اپنی مملکتِ عدم میں پلٹ جانا ہے۔یہ بات بڑی Important ہے' فائنل ہے۔اس نے کہا جنت کب تک قائم رہے گی دوزخ کب تک قائم رہے گی؟.There is no eternity بہت طویل عرصہ جتنے سال گن لو کھرب با کھرب سال مگر ساتھ ایک چھوٹا سا فقرہ لکھ دیا" **مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ** "{هود:107} جب تک زمین و آسمان قائم رہیں گے۔مگر کیا زمین و آسمان ہمیشہ قائم رہیں گے؟No sorry to say قرآن کہتا ہے نہیں Ultimately زمین و آسمان قائم نہیں رہیں گے۔کیا ہوگا ان کا؟ یہاں آ کے Again we have to come back to sciences. بگ بینگ میں ابتداء سے تو خدا اتفاق کر رہا ہے مگر Finishing end میں کرنچ (Crunch) کے ساتھ اتفاق کرتا نظر نہیں آتا۔چندرا شیکھرا نے کہا تھا جب یہ کائنات چلتے چلتے رک جائے گی' جب اس کی Intinal force ختم ہو جائے گی تو یہ اپنے سنٹر کو واپس پلٹے گی۔جب غور کیا گیا کہ کتنا Huge mass واپس پلٹے گا تو ان کو خیال آیا کہ کیا یہ پوری کائنات ایک ذرہ معدوم میں سمٹ سکتی ہے؟ ڈر گئے سارے سائنسدان ڈر گئے۔ان کے تصور سے بالا تھا کہ پوری کائنات پیچھے پلٹ کے یہ سارا وجود یہ سارا اس پھر ایک ذرہ معدوم میں سمٹ

جائے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا' عقلی طور پہ یہ بالکل نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے ایک حد لگا دی۔ کہ ایک حد کے نیچے کائنات نہیں سمٹ سکتی۔ کرنچ ہو گا مگر کرنچ کی Limitations ہوں گی۔ اور ایک حد تک واپس پلٹی ہوئی کائنات ختم ہو جائے گی۔ ذرا غور کرنا یہ کام اس کے لیے کتنا مشکل ہے؟ سبحان اللہ تعالیٰ العزیز سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ○ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ○ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ بڑی مختصری بات' کہتا ہے جب میں تنگ آ جاؤں گا ..... لگتا ہے ایک لمحہ بورڈم (Boredom) اللہ پہ بھی گزرے گا۔ اُدھر کائنات کے تمام ہونے کا وقت ہو گا اِدھر موصوف ایک بڑے ڈیسک پہ بیٹھے ہوں گے۔ عرش ڈیسک ہی ہے۔ بہت بڑی کائنات سامنے ہوگی' اِدھر سے ہاتھ ماریں گے اور سارے کاغذ سمیٹیں گے اُدھر سے ہاتھ ماریں گے اور سارے کاغذ سمیٹیں گے۔ جیسے کوئی بور نہیں ہو جاتا' اٹھتے ہوئے اِدھر اُدھر سے جلدی جلدی میں سارے کاغذ جمع کیے اور چلتے بنے "يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ "{الانبیاء:104} سمیٹ لوں گا جلدی میں' کائنات ساری سمیٹ لوں گا۔ پوری ہستی موجود سمیٹ لوں گا۔ سارا کچھ جلدی جلدی میں سمیٹ لے گا۔ مثال بڑی اچھی دی ہے جیسے کوئی ایگزیکٹو اٹھتے ہوئے میز پہ بکھرے ہوئے ضروری ضروری کاغذ سمیٹ لیتا ہے۔ اس کو وہ پرابلم نہیں ہے جو زمین سے دیکھتے ہوئے سائنٹیفک سوال پیدا ہوتا ہے کہ انجام کائنات کیسے ہو گا؟ کرنچ کیسے ہو گا؟ سمٹے گا کیسے؟ کیا اتنا بڑا کائناتی وجود ایک ذرے میں پھر سمٹ جائے گا؟ کیا بگ بینگ کے گولے میں چلا جائے گا؟ اگر چلا جائے گا تو خدا کہاں ہو گا؟ گولے کے اندر ہو گا یا باہر ہو گا؟ ہاکنز کو بھی ہی نہیں آ رہی۔ کہتا ہے کہ خدا کہاں ہو گا؟ وہ کہتا ہے کہ اگر مجھے پتہ لگ جائے کہ بگ بینگ سے ایک لمحہ پیشتر خدا کیا کر رہا تھا' چونکہ بگ بینگ سے پہلے وقت نہیں تھا' وقت بگ بینگ سے شروع ہوا' چونکہ وقت ہی نہیں تھا اس لیے خدا بھی نہیں تھا۔ ملاحظہ فرمائیے اس دانشور کو جو وقت کو خدا کا خالق کہہ رہا ہے۔ وہ وقت کو خدا کا خالق کہہ رہا ہے چونکہ وقت نہیں تھا کام نہیں تھا۔ اللہ میاں بیکار بیٹھ نہیں سکتے۔ اللہ میاں بھی نہیں تھے قصہ ختم۔ مگر اس سے پوچھو بھائی میاں! اگر وہ بگ بینگ سے باہر بیٹھا بگ

بینگ کر رہا ہو تو پھر کیا ہوگا۔ اگر اس کے سامنے گولے پہ ورک ہو رہا ہو۔ اس بگ بینگ سے پہلے
نہ جانے وہ کتنے بگ بینگ کر چکا ہو۔ آج آپ کہتے ہو کہ Multiple universes کا
کانسپٹ بالکل کلیئر ہو گیا ہے تو آپ کو کیا پتہ کہ اس نے کائنات بالا میں کیا کیا کچھ تخلیق کر رکھا
ہے۔ یہ تو چھوٹی سی کائنات ہے اس نے تو سات آسمان بنائے ہیں۔ بڑے مزے کی بات ہے کہ
پرانے زمانے میں ہمارے دانشور اُٹھتے تھے کائنات یا آسمان کی وضاحت کرتے تھے۔ کسی نے کہا
کہ خلا آسمان ہے۔ ایک صاحب زیادہ بلیغ ہو گئے انہوں نے کہا نہیں ہماری
Constellation آسمان ہے۔ اس سے آگے بڑھے اور کسی نے کہا ہماری گلیکسی آسمان ہے۔
بات یہ ہے کہ اللہ اپنے محاورے میں بہت سادہ ہے And we don't have the
ample understanding. کہ ہم خدا کی تلمیح کو محاورے کو جدید ترین انداز میں کسی
لنگوئج یا اشارے میں سمجھ سکیں۔ اب دیکھو خدا کتنا عجیب وغریب انداز اختیار کرتا ہے کہ چاند کیا
ہے؟ سورج کیا ہے؟ بڑے Huge ہمیں یہاں سے دیکھ کے دہشت آتی ہے۔ وہ ان کے
بارے میں کیا کہتا ہے؟ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا" (نوح:16)
ایک جلتا ہوا چراغ ہے جو میں نے بنایا۔ ابھی ایک Asteride کا 99 miles آیا اور ایک نیا
تصیر اس سے بدل گیا۔ پتہ لگا کہ ڈائنوسار بھوک سے نہیں مرے۔ نسل انسان کو آگے بڑھانے
کے لیے پروردگار نے 99 miles کا ایک بہت بڑا Asteride پھینکا ہو جو ان پہ اثر انداز
ہوا ہو۔ وہ زمین سے آکے ٹکرایا اس کے تحت زمین پر قریباً قریباً تمام ڈائنوسار ختم ہو گئے۔ اس کے
بعد ایک نیا دور تخلیق شروع ہوا۔ مگر اب آپ دیکھئے تو سہی کہ خدا کیا کہتا ہے؟ جیسے یہ 99
miles لمبا Asteride تھا۔ خدا کہتا ہے کہ اگر میں آسمان سے ایک پتھر پھینک دوں تو تم تو اسی
سے تباہ ہو جاؤ گے۔ اللہ میاں کے نزدیک وہ چھوٹا سا ایک پتھر ہے۔ اتنی بڑی عظمتوں کے آگے
ہمارے تمام اندازے شل ہو جاتے ہیں۔ ہم زیادہ تر غلطیاں اسی لیے کیا کرتے ہیں کہ ہم اپنے
ظرف اندازہ کو اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں So Allah is very clear about
this کہ جب وہ ساری کائنات سمیٹ لے گا لپیٹ لے گا۔ اگر آپ محاورہ دیکھو تو اللہ دائیں

ہاتھ میں جنت دوزخ اور پوری کائنات سمیت لے گا۔ اب یہ ہاتھ کون سا ہے؟ جس قسم کا سمبل ہے یہ بڑا واضح ہے کیونکہ جو خدا کی عظمتیں ہیں جن کے سامنے ہمارے اپنے قد وقامت کا کچھ پتہ نہیں۔ ہم تو چھیپئے گئے چھوٹے سے بنا کر اس زمین پر رکھے گئے ہیں۔ ہمیں تو اس زمین کے سائز کے مطابق ہمیں بنایا گیا ہے۔ انسان کو تخلیق کیا گیا اس کا سائز بنایا گیا۔ مگر اس کا اصلی سائز کیا ہے؟ یہ تو بلین ایئر سے چلا ہوا انسان ہے۔ کیا خوبصورت شعر کہا تھا قرۃ العین طاہرہ نے' بڑی خوبصورت بات' وہ کہتی ہے

بجواب طبل الست تو

زیے دلا چو قوس بلیٰ زدم

قرۃ العین کہتی ہے جو تو نے پوچھا تھا کہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُم؟ پتہ نہیں کب کی بات ہے حاضرین میں سے کسی کو یاد ہو تو مجھے پتہ نہیں۔ لگتا ہے کہ یہ زمین کی تخلیق سے پہلے کی بات ہے۔ اگر قریب ترین کوئی ٹائم Assis ہو سکتا ہے تو کوئی دس بلین ایئرز پہلے کی بات ہے کہ ہم سب کو رب کریم نے اکٹھا کیا' ہماری ڈرافٹنگ کی' ہماری ارواح کے اس نے پیٹرن بنائے۔ پھر اپنے سامنے کہا دیکھو تمہاری چپس (Chips) میں' میں نے لازماً ایک ہدایت رکھ دی ہے کہ تم مجھے پہچانو گے مشرق و مغرب کے ہر انسان میں' میں نے ایک صلاحیت رکھ دی ہے۔ وہ صلاحیت ٹیسٹنگ کی ہے۔ یوم میثاق کو تمام ہیومن چپس کی آزمائش ہوئی۔ خدا نے پوچھا کہ کیا ان سب ارواح میں یہ صلاحیت رکھ دی گئی ہے کہ یہ اللہ کو پہچانیں گی؟ اَلَسْتُ بِرَبِّکُم؟ ایک "ہے" کا جواب پازیٹو آیا۔ یس! یس! یس! قالو بلیٰ بلیٰ بلیٰ!!! قرۃ العین طاہرہ بیچاری یہ کہتی ہے

بجواب طبل الست تو

جب تو نے "الست" کا ہمیں الارم دیا طبل بجایا۔

زیے دلا چو قوس بلیٰ زدم

اور میں نے جواب میں" بلیٰ" کہہ دیا تو مصیبت آگئی۔ تب سے مصیبت آئی ہوئی ہے' دس بلین سال پہلے سے۔

ھمہ خیمہ زدبا در دلم

سپاہ غم و خشم و بلا

تب سے خشم و بلا اور قہر کی اور تمام مصائب کی فوجوں نے میرے دل پہ ڈیرہ ڈالا ہوا ہے۔ یہ آج سے نہیں ہے۔ آج نہ سمجھنا کہ ہم سے غلطی ہوگئی جنت سے نکالے گئے۔ وہ کہتی ہے نہیں! یہ تو تب سے ہے جب میں نے اس کے "الست" کے جواب میں "بلی" کہہ دیا۔ ہاں کہہ دیا۔ I took the responsibility, that's my problem. I said yes, I said I know You. I said I can find You. I said I have best of the instruments. I have mind and I will rise up to know all these things. I will certainly oh Lord God I will certainly. بہت پہلے ملٹن نے ایک نظم لکھی تھی Paradise lost اتفاق کی بات یہ ہے کہ وہ سارے کے سارے اس ہنگامی وقت سے نکلنے پہ سرگرداں ہیں کہ یہ کائنات کہاں سے پیدا ہوئی؟ قریباً قریباً تمام دنیا میں تمام مذاہب کے تحت میں ایک وجود خالق کا ذکر موجود ہے۔ جان ملٹن نے جو کہ عہد نامہ قدیم کی داستان کو بالکل Repeat کر رہا تھا۔ اس نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ Heaven on earth rose out of a chaos کہ یہ ایک بے انداز غیر معلوم ایک Choas ہے۔ ایسے فتنے سے ایک ہنگامہ کبریٰ سے یہ پوری دنیا یہ جنت یہ فردوس یہ ساری چیزیں ابھر آئی ہیں۔

خواتین وحضرات! ایک اور بڑی مزے کی بات آپ کو بتاؤں۔ آف لیٹ سٹرنگ تھیوری (String theory) کے عنوان سے جو ریسرچ آئی ہے وہ قریباً قریباً قرآن کے قریب آگئی ہے۔ قریباً اس لیے کہ ابھی وہ پوری طرح Solidify نہیں ہوئی۔ یعنی چلتے چلتے پھر وہ لٹے پھر وہ لٹے ....

کئی بار اس کی خاطر ذرے ذرے کا جگر چیرا
مگر یہ چشم حیراں جس کی حیرانی نہیں جاتی

ایٹم کو چیرتے چیرتے Hesons & Mesons سے گزرے' اس سے باریک تر سطح تک گئے۔ آخر چلتے چلتے سائنسدان کی تحقیقی نظر نے یہ انکشاف کیا کہ ایٹم تو ہے ہی کوئی نہیں۔ وجود ہی کوئی نہیں۔ چند دھاگے ہیں' یعنی بالآخر تمام وجود کائنات دھاگوں کا بنا ہوا ہے۔ ایٹم تو دھاگے ہیں' سٹرنگز ہیں۔ مگر سٹرنگز میں ایک اجنبی سی حرکت موجود ہے۔ وہ سٹرنگز چلتی ہیں ہلچل کر رہی ہیں۔ یہ ارتعاش جو سٹرنگز میں آ رہا ہے وہ کہاں سے آ رہا ہے؟ ایوان اقبال میں بیٹھے ہیں اور مجھے اقبال کا ایک شعر بڑا یاد آ رہا ہے۔ اقبال نے جب شعر لکھا تھا اس وقت سٹرنگ تھیوری نہیں آئی تھی مگر اس کے ذہن میں کوئی سٹرنگ ضرور چل رہی تھی۔ تو اس نے کہا

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
آ رہی ہے دمادم صدائے کن فیکون

جب اللہ نے پروگرامنگ کر لی اور "رتق" اور "فتق" کا مطلب بھی یہی ہے کہ دھاگے کو کھولنا اور دھاگے کو لپیٹنا۔ تو سٹرنگ تھیوری "رتق" اور "فتق" کے قریب آ گئی ہے۔ بنیادی طور پر ایک عجیب و غریب سا کانسیپٹ نکلتا ہے It's all weaving یہ بنائی ہے۔ بہت بڑی سطح پہ بنائی کا کام' ہر جگہ چیزیں Weave ہو رہی ہیں۔ مگر Weaving شعاعوں کے وجود سے ہے۔ شعاعیں Weaving کر رہی ہیں۔ شعاعیں Release کر رہی ہیں۔ شعاعیں واپس کر رہی ہیں۔ مگر ایک بہت بڑی خوفناک آیت ہمارے سامنے کھڑی ہے۔ قیامت ایک آفاقی المیہ ہے مگر اس سے بڑا بھی ایک المیہ اور ہے۔ بہت بڑا المیہ ہے۔ دراصل ایک وقت ہے' ایک بہت بڑا وقت "کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ" {الرحمن:26} ہر چیز کو فنا ہے' کوئی چیز باقی نہیں رہے گی۔ نہ جنت نہ دوزخ نہ انسان نہ ملائک نہ زمین نہ آسمان ہر شے وجود سے عدم کو جاتی ہے۔ مگر عدم بھی نہیں ہوگا۔ خدا سے باہر کوئی عدم Exist ہی نہیں کرتا کیونکہ خدا سے باہر کوئی شے نہیں ہے۔ کوئی دوئی نہیں ہے کوئی وجود نہیں ہے۔ اللہ ہے اور اللہ ہی رہ جائے گا۔ اس لیے وہ اپنے آپ کو صمدیت اور بے نیازی کے مقام پر رکھتا ہے لا شریك لہ'۔ اس وقت ایک ابدیت کی صمدیت کو ثابت کرنے کے لیے تمام وجود عدم میں ڈھل جائے گا۔ Nothingness آ جائے گی۔ وہ

Nothingness خدا کے باہر Exist نہیں کر سکتی۔ وہ اللہ کے حافظے میں ہے خدا کی میموری میں ہے۔ آپ نے دیکھا کہ خدا قرآن میں کیا کہتا ہے کہ بدترین سزا اگر میں کسی کو دے سکتا ہوں تو یہ ہے کہ اسے بھلا دیتا ہوں۔ اس کے نسیان کا حصہ بن جاتا ہوں۔ تم مجھے بھلا دو گے میں تمہیں بھلا دوں گا۔ کوئی گلہ نہیں چلے گا کوئی غم نہیں چلے گا۔ اس کو کوئی غم نہیں دے سکتا۔ وہ بڑی سادہ سی بات کرتا ہے کہ اے میرے لوگو! اے اہل ایمان! اے خدا کو جاننے والو! تم مجھے بھلا دو گے میں تمہیں بھلا دوں گا۔ کائنات میں کچھ نہیں رہے گا۔ ایک اللہ صرف اللہ مگر ایک عجیب سا سوال میرے ذہن میں اُٹھا۔I want to share it with you کہ اللہ اپنی عادتیں نہیں بدلتا "لا تبدیل لکلمات اللہ" {یونس:64} اللہ کا کلام نہیں بدلتا" ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا" {الفتح:23} اللہ کا طریقہ نہیں بدلتا۔ میرے ذہن میں خیال آیا کہ اگر اللہ اپنا طریقہ نہیں بدلتا اپنی بات نہیں بدلتا تو اللہ نے یہ کیوں کہا ہوا ہے کہ میں اور میرے ملائکہ حضرت محمد ﷺ پہ درود بھیجتے ہیں۔ کیا اس مقام فنا میں جب وجود عدم میں چلا جائے گا اللہ اپنی عادت بدل دے گا؟ یہ عجیب و غریب سوال ہے جو میرے ذہن میں اٹھتا ہے۔ جس کا حل میرے پاس نہیں ہے۔ پروردگار عالم پوری کی پوری حیات کو کائنات کو زمین کو آسمان کو سب چیزوں کو وجود سے عدم میں لے جائے گا۔ اللہ کے سوا کوئی چیز موجود ہی نہیں ہوگی۔ کیا اللہ اپنی عادت کو بدل دے گا؟ مجھے لگتا ہے اس وقت بھی اللہ اپنے رسول ﷺ پہ درود پڑھنے کی عادت کو جاری رکھے گا..... اُس وقت بھی۔ پھر میرے ذہن میں ایک عجیب سا خیال آیا کہ خدا کی بادشاہی بھی رہے گی بندگی کی بادشاہی بھی رہے گی۔ ایک خدا ہے اور ایک بندہ ہے ہم سب اس کے عاشق ہیں۔

سوال و جواب

س: روحانیت کہاں تک سائنس کے ساتھ چلتی ہے؟ اگر فطرت کے قوانین کو جاننا سائنس ہے تو روحانیت فطرت کی کون سی ڈائی مینشن کے ساتھ چلتی ہے؟

ج: سوال یہ ہے کہ دین اور سائنس کا کیا تعلق ہے؟ آپ نے دیکھا ہوگا قرآن حکیم میں بہت سارے طریق موجود ہیں کہ اس طرح خدا کی عبادت کرو۔ تقویٰ کا ذکر ہے۔ عبادات کا ذکر ہے۔ ایک بنیادی چیز ہم نے دیکھنی ہوتی ہے کہ overall اسلام کیا اپروچ ڈیولپ کرتا ہے؟ خدا کس نام سے زیادہ اپنی پہچان میں آپ کی مدد کرتا ہے؟ اس کو کیا طلب ہے کہ بندہ مجھے کس طرح سمجھے کیسے جانے؟ وہ کیا چاہتا ہے کہ بندے اس کی طرف کس طرح رجوع کریں؟ کس سوچ کے ساتھ کس خیال کے ساتھ رجوع کریں؟ آپ دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے نام کے ساتھ قرآن کی ابتداء کر رہا ہے "الحمد للہ رب العالمین" اس سے لگتا ہے کہ اسے اپنی جو سب سے اچھی صفت لگتی ہے وہ ربوبیت ہے اور الرحمن الرحیم اس کی اگلی بہترین صفات ہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ لوگوں میں رحمت اور کرم سے پہچانا جائے۔ اس نے جب تخلیقات عالم کو زندگی بخشی تو اسے معلوم تھا کہ میں نے کسی کو بھی شاید اس (مخلوق) کے خیال کے مطابق تخلیق نہیں کیا بلکہ اپنی مرضی سے

تخلیق کیا ہے۔ شاید ہمیں انجانے میں یہ گلہ رہتا ہے' آپ بھی کبھی جب اُداس ہوتے ہو بے زار ہوتے ہو تو اس گلے کا اظہار کرتے ہو کہ ہم کون سا اپنی مرضی کے مطابق اس دنیا میں آئے ہیں۔ یہ Disadvantage جو آپ کو حاصل ہے کہ آپ اپنی مرضی سے دنیا میں نہیں آئے' یہ اللہ کے علم میں ہے۔ اس کے عوضانے میں اللہ نے ایک بہت بڑی نعمت بخشی ہے۔ ایک بہت بڑی نعمت کہ اس نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے کہ اے بندگانِ خدا چونکہ تم اپنی مرضی سے نہیں آئے ہو اس لیے میرا ایک وعدہ ہے کہ میں ہر حال میں تم پر رحم کروں گا **"كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ "**{الانعام:54} کہ میں نے لکھ دیا ہے کہ میری تمام صفات پر میری رحمت غالب آئے گی۔ جب اللہ کی رحمت کا ذکر ہو گا تو آپ کی خطا و نسیان تمام چھوٹے موٹے سارے کے سارے المیے اور واقعات اس کی رحمت بیکراں کے دامن میں بڑے مختصر نظر آئیں گے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ آپ اس کو کس انداز سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خدا یہ چاہتا ہے کہ میں نے جو عقل آپ کو دی ہے جو علم و حکمت عطا کی ہے۔ اس کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک Emotional stance کی بجائے ایک Abrupt stance کی بجائے ایک Make belief کی بجائے ایک اندھا دھند اعتقاد کی بجائے تھوڑا سا اس پہ غور کرتے رہو۔ انفس و آفاق کی آیات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ پھر آپ کو اس سے محبت زیادہ ہو گی۔ جیسے پڑھے لکھے آدمی کو اپنے آئیڈیل سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ ایک ان پڑھ Emotion سے محبت کر رہا ہوتا ہے مگر ایک پڑھا لکھا شخص اپنے آئیڈیل سے زیادہ محبت ڈیویلپ کر رہا ہوتا ہے۔ خدا بھی یہی چاہتا ہے کہ اگر آپ عقل و معرفت کو بروئے کار لاؤ گے تو اس کی شناخت کے بہتر طور پر قابل ہو جاؤ گے۔ عقل و معرفت میں دنیا کے تمام علوم آ جاتے ہیں **"رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا "{آلِ عمران:191}** اے ہمارے رب تو نے دنیا میں کوئی ایسی شے تخلیق نہیں جو غلط ہو۔ ہر چیز کو سمجھنے پہ ہمارا حق ہے۔ میرے استادِ محترم سید نا علی بن عثمان ہجویری کا ارشادِ گرامی ہے ..... "اگر تم نے اللہ کو سمجھنا ہے تو جملہ علوم کی تھوڑی تھوڑی شناخت حاصل کرو"۔ اس سے خدا تمہاری شعوری کاوش میں بہتر انداز سے ڈھل جائے گا۔ سائنسز کو اس لحاظ سے تھوڑا سا رتبہ حاصل ہے کہ یہ صرف

Imaginations پر کام نہیں کر رہے ہیں۔ یہ خدا کی حکمت کو سمجھنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ علم کی Execution کا نام حکمت ہے۔ سائنسز حکمت ہیں۔ یہ جانچ پرکھ اور پڑتال کا علم ہیں اور اللہ کو محبوب ترین یہی علم لگتا ہے۔ اسی لیے قرآن حکیم میں اللہ نے فرمایا **"یُؤتِی الحِکمَۃَ مَن یَّشَاءُ"** کہ جسے چاہتا ہوں حکمت عطا کرتا ہوں **"وَمَن یُّؤتَ الحِکمَۃَ فَقَد اُوتِیَ خَیرًا کَثِیرًا"** **{البقرہ:269}** اور جسے میں نے حکمت عطا کر دی اسے خیر کثیر عطا کر دی۔ اس لیے سائنسز کو ہم کسی قیمت پر کسی انگریز کی میراث نہیں سمجھتے۔ انہوں نے بھی خدا کی حکمت کو سوچنے میں وقت لگایا ہے۔ ہمیں بھی یہی کوشش کرنی ہے۔ سب سے پہلے سائنسز پہ ہمارا حق ہے۔ پندرہ سو سالوں میں مسلسل جو مسلم سائنٹسٹس گزرے ہیں باوجود اس کے کہ بڑی Odds تھیں اور سائنسز کو جادوگری سمجھا جاتا تھا۔ کیمیا گری صرف سونا بنانے کے لیے مخصوص تھی۔ اس کے باوجود مسلمان سائنسدانوں میں ایسے باکمال نام گزرے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ جیسے زریاب نے ایسا میوزیکل انسٹرومنٹ ایجاد کر لیا تھا کہ جس کے بارے میں لوگ کہتے تھے وہ ایک ٹیون بجاتا تھا تو Appocalypse کے میوزک کی طرح لوگ رونا شروع کر دیتے اور جب دوسری تان چھیڑتا تو لوگ ہنسنا شروع کر دیتے۔ اسی طرح سب سے پہلے مسلمانوں کے ہاں اسطرلاب کی دریافت اور ایجاد ہوئی۔ مسلمانوں نے کیمسٹری کو اتنی زیادہ جلا بخشی کہ لفظ کیمسٹری "الکیمیاء" سے نکلا ہے۔ اسی طرح یوسف بن الخوارزمی نے الجبرے میں سب سے پہلے زیرو کا استعمال کیا اور آج تک اس کا نام نہیں بدلا۔ اسی طرح حساب الجبراء والمقابلہ کے نام پہ الجبراء ہی رہا۔ میں آپ کو سچی بات بتاؤں کہ مسلمان کے علم کو ان کی فتوحات کھا گئیں۔ یہ جو مسلسل تیرہ سو برس مسلمانوں نے فتوحات حاصل کیں انہیں نے مسلمانوں کو علم سے جدا کر دیا۔ بقول آرمسٹرانگ "ایک ہزار برس یورپ پہ ایسا گزرا کہ ان کو کبھی خوشی کی خبر نہیں ملی۔ اس لیے کہ کبھی جنگ میں بھی انہیں اچھی خبر نہیں ملتی تھی۔ ان کی اداسی کا عالم یہ تھا کہ جو خبر آتی مسلمانوں کی فتح کی آتی' جو خبر آتی ان کے عروج کی آتی' جو خبر آتی ان کے علم ومعرفت کی آتی۔ یورپ کے ساتھ سپین قرطبہ کا سب سے قریبی واسطہ تھا۔ علم کی ترسیل کا ایک روٹ بن گیا تھا کہ قرطبہ اور سپین سے دو سو برس تک یورپ کی اعلیٰ ترین

درس گاہوں میں امام محمد بن احمد الغزالی کی وضاحتیں پڑھائی گئیں۔ فلسفہ حضرت امام کی وجہ سے
یورپ میں آیا۔ سائنس اسی وجہ سے آئی۔ حفظان صحت اسی کی وجہ سے آئے۔ یعنی شہروں کا سنوار
اسی کی وجہ سے آیا۔ آج اگر یورپ کے Manners کو دیکھا جائے تو وہ قرطبہ اور ہسپانش تہذیب
کے اثر سے آئے ہیں۔ پینٹ وہاں سے آئی ہے۔ ٹائی وہاں سے آئی ہے۔ کوٹ مسلمانوں سے آیا
ہے۔ اب ان تہذیبوں نے اگر اپنے آپ کو سنوار لیا تو اس میں Jealousy کی کوئی بات نہیں
ہے۔ آپ نے ان پر احسانات کیے مگر آپ نے اپنے اوپر احسان کرنا چھوڑ دیا That's the
cause of your defeat. شکست کے بعد آپ کو پہلی دفعہ خیال آیا کہ ہم حکمران نہیں رہے
ہم فاتح نہیں رہے۔ مگر بجائے اس کے کہ آپ اسی علم کی دوبارہ تحصیل کرتے' علم و حکمت تلاش
کرتے' آپ Depress ہو گئے' اداس ہو گئے Inferiority stricken ہو گئے۔
آج تک مغرب کے مقابلے میں وہ Inferiority مسلمان امراء کے ذہن میں بھی ہیں' علماء کے
ذہن میں بھی ہیں' حکماء کے ذہن میں بھی ہیں۔ آخر کب تک یہ سایہ آپ کے سر پہ پڑا رہے
گا؟ Why don't you get rise and think about yourself. کیا
مصیبت ہے' ان کی کیا چیز آپ کو اچھی لگتی ہے؟! اگر آپ اپنے شعور اپنی کمٹمنٹ کے ساتھ اپنے
مذہب کو Properly understand کرنے کے قابل ہو جائیں تو I tell you one
thing دنیا جہان کا فلسفہ' خیال اور حکمت پڑھ کے میں آپ سے مذاق نہیں کر رہا۔ یہ بھی نہیں کہ
میں نے جذبات سے مغلوب ہو کر اسلام قبول کیا ہے This is the strongest and
most powerful value in my heart. میں سمجھتا ہوں کہ پروردگار عالم نے
علم و حکمت کے حصول کا اگر کوئی آسان ترین سسٹم رکھا ہے تو صرف اس کا دین ہے اسلام
ہے۔ اس نے کہہ دیا۔ دیکھو میں دنیا و کائنات میں اگر ایک مقصد ڈھونڈوں تو وہ
خود شناسی ہے۔ اور اگر خود شناسی کا ایک مقصد ڈھونڈوں تو وہ خدا شناسی ہے۔ یہ دونوں مقاصد بغیر
امت رسول ﷺ ہونے کے بغیر سنت رسول ﷺ کی متابعت کے کسی قیمت پر کسی کو نہیں مل
سکتے۔ پہلے ملتے تھے Christianity میں بھی علماء اور دین دار لوگ ہوتے تھے۔ میں ملائیت کی

بات نہیں کر رہا۔ وہ جنہوں نے فرض و عبادت اسلام کو سمجھا، وہ جنہوں نے خدا اور رسول ﷺ سے محبت رکھی، جنہوں نے اپنے اخلاق و کردار میں ان کے اثر و نفوذ کو محفوظ کیا اور جنہوں نے دل سے جانا کہ ہم ایک مضبوط ترین خیال کے حامل ہیں اور ہمارے نظریے اور صداقت کو کسی صورت بھی چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ خداوند قدوس نے پہلی بات تو یہی **"إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ"{ال عمران :19}** "میرے نزدیک صرف ایک طریقہ ہے، ایک ہی رستہ ہے اور وہ اسلام ہے۔ نہ صرف یہ کہا بلکہ ارشاد فرمایا کہ دیکھو اگر تم مجھ تک پہنچنا چاہتے ہو، اگر مجھ تک رسائی کی خواہش ہے تو سن لو میں کسی اور مذہب یا نظریے سے نہیں ملوں گا" **"وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ"{الِ عمران :85}** اگر تم اسلام کے سوا کسی رستے پر چل کے آئے تو میں قبول نہیں کروں گا۔ یہ یاد رکھنا کہ اسلام منزل نہیں ہے مجبوری ہے رستہ ہے۔ منزل مقصود صرف اللہ ہے۔ اور وہ مسلمان، مسلمان مرد اور عورتیں مسلمان نہیں گنے جائیں گے جن میں قربتِ خداوندی کی حسرت نہ ہو۔ اگر تم میں اپنے اللہ کو جاننے کی حسرت نہیں ہے تو بہتر ہے ترکِ اسلام.......

کشتہ کھینچا در میں بیٹھے کب کا ترکِ اسلام کیا

عمروں کے توازن بگڑنے سے چالیس برس تو اب شاید تیس برسوں میں بدل گئے ہیں۔ عمریں چھوٹی ہوتی جا رہی ہیں Stress, anxiety, fears, frustration and different kind of psychological disturbances are mounting everyday in the mind of the people. Everybody amongst us is stressed literally, I would say the capacity of the human to face and to challenge his own conditions of mind and heart are coming to zero level. اب اس صورت میں عمروں کا توازن شاید فوری سے فوری تک آ گیا ہو۔ ویسے بھی بلوغتِ فکری میں ہم دیکھتے ہیں کہ آج کے بچے اپنے بڑے بوڑھوں سے زیادہ پڑھے لکھے اور دانشور ہو چکے ہیں۔ اور جو ایجادات آ گئی ہیں جو نئی نئی اطلاعات آ گئی ہیں وہ ہماری چھوٹی نسلوں

کو ہم سے بہتر پتہ ہیں They can handle very delicate systems of scientific instruments, we can't. اگر دورانِ زندگی ساٹھ پینسٹھ برس کا بھی ہو تو حضور گرامی مرتبت ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ ہے کہ جو ساٹھ برس کو پہنچ گیا اس نے اپنی عمر پا لی۔ اگر ساٹھ میں سے ہم چالیس برس دیکھیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ یہ بلوغتِ فکر کی عمر ہے۔ یہاں جو کچھ آپ پیچھے سے Emotionally learn کر کے آتے ہیں وہ اپنی Peak پہ پہنچ جاتا ہے۔ ادھر عمر پیک پہ پہنچ جاتی ہے۔ اگر آپ خواتین کو دیکھیں تو فورٹی ایئرز کے بعد Sudden اضمحلال شروع ہو جاتا ہے۔ ان کے اندرونی سسٹم کمزوری کا شکار ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات ان کے نیچرل سسٹم بندش کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح مرد آگے بڑھتے ہوئے چالیس برس میں اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ اور اپنی Responsibilities سے آشنا ہوتے ہیں۔ ان کو دنیا کا وضاحت سے علم ہوتا ہے اور وہ ایک بہتر Decision کے مالک ہوتے ہیں بلکہ اگر آپ غور کرو تو چالیس پچاس برس سے زائد عمر کا بندہ اپنی حرکات سے اپنی عمر کو زیب دیتا نہیں لگتا تو ہمیں پہلا گلہ ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی عمر سے کمتر یا بالاتر Behavior کی کوشش کر رہا ہے۔ خدا نے اس کو میچورٹی کی عمر کہا ہے کہ یہ وہ عمر ہے جہاں سوچ فکر اور سمجھ کے تمام آلات مکمل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح حضرت موسیٰ کے ضمن میں اللہ نے کہا کہ حضرت موسیٰ جب چالیس برس کو پہنچے یعنی بلوغتِ فکر کو پہنچے۔ یہ بلوغتِ فکر نیچر میں سب سے نمایاں ہوتی ہے۔ اسی لئے آقائے دو عالم ہمارے پیغمبر اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کو چالیس برس کی عمر میں بعثت رسالت دی گئی مسیج دیا گیا۔ This the age where the man has learnt something and ready to convey.

س: اللہ کو راضی کرنے کا کوئی Instant formula بتا دیں؟

ج: وہ تو اللہ میاں نے خود ہی بتا دیا " اُتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ " قرآن کی تلاوت کرو قرآن پڑھو "وَأَقِمِ الصَّلَاةَ" نماز قائم کرو "إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ" یہ تمہیں بہت سارے ایسے کاموں سے روکے گی جو تمہیں خدا کے انکار پہ

مائل کرتے ہیں۔ " وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ " {العنکبوت:45} لیکن میری یاد تو بہت بڑی بات ہے۔ فارمولہ تو بڑا سیدھا سادہ ہے اُدھر چپکے سے پارہ سوا پارہ قرآن پڑھ لو مجھ کے اور ادھر او کھے سو کھے نماز پوری کرلو اٹھ بیٹھ کے اور " وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ " لیکن ہماری یاد تو بہت بڑی بات ہے۔ یاد کرنا آسان نہیں ہے۔ جس سے محبت ہو اسے یاد کیا جاتا ہے۔ اگر چیک کرنا ہو کہ آپ کو کس سے زیادہ محبت ہے تو تنہائی کو پکڑو۔ حرا میں جاؤ۔ پہاڑوں کی طرف جاؤ۔ اپنے آپ کو جدا کرو۔ پھر دیکھو دل کس کے لیے تڑپتا ہے؟ کسک سی کہاں سے اٹھ رہی ہے؟ کون یاد آرہا ہے؟ جو زیادہ یاد آئے گا اسی سے محبت ہوگی " لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ " {آل عمران:92} تم کبھی بھی میری محبت نہیں پا سکتے جب تک تم میری محبت کے لیے دوسری محبتیں قربان نہ کردو۔ آپ تو بینٹ ویلنٹائن والی محبتوں کے پیچھے لگے ہوئے ہو۔ وہ اپنے لیے محبت پانا ہے One should try to find کہ اس سے محبت ہو جائے۔ وہ بے انتہا محبت والا ہے۔ سب سے اچھا دوست ہے۔ بخشش والا ہے کرم والا ہے۔ چراغ جلا کے تمہارا رستہ دیکھتا ہے۔ نہ آنے پہ حسرت کرتا ہے " یَا حَسْرَۃً عَلَی الْعِبَادِ " {یس:30} پھر تم کیا چاہتے ہو؟ تھوڑی بہت آرزوؤں اور محبتوں سے منع بھی نہیں کرتا۔ ماں کو بچوں کی محبت سے منع نہیں کرتا۔ میاں بیوی کی محبت سے منع نہیں کرتا۔ اتفاق دل، دوستاں سے منع نہیں کرتا۔ مگر یہ چاہتا ہے " اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا " {البقرۃ:200} مجھے ذرا زیادہ یاد کرو ...... بس!!!

س: کیا قرآن میں انسان کی Self -acquisition کا ذکر ہے؟ کیا اس کا سٹرنگ تھیوری سے کوئی ربط ہے؟ کیا انسان Self -acquisition کے بغیر اس دنیا سے چلے جائیں گے؟

ج: I think perhaps the question is not very much clear because string theory has nothing to do with self-acquisition. ایک مسئلہ شاید ریسرچ اور سائنٹیفک Attitude کا ہے اور ایک مسئلہ شاید Understanding of psychology of self کا بنتا

ہے۔ Self-acquisition ایک غلط پراسس ہے اور Understanding of self بہتر پراسس ہے۔ اپنے آپ کو مسلسل الزام دینا ظالم کو مظلوم کے درجے پہ لانے کے مترادف ہے It is moderate attitude. مگر آپ اگر فیصلہ کرلو کہ ہم نے ایک کام نہیں کرنا ہے تو اس کو توبہ کہتے ہیں۔ رجوع پروردگار کو توبہ کہتے ہیں۔ کسی نے شیخ جنیدؒ سے پوچھا اور اس وقت حضرت ابوالحارث المحاسبیؒ بھی ساتھ بیٹھے تھے۔ پوچھنے والے نے پوچھا کہ اے استاد ان وقت توبہ کیا ہے؟ حضرت ابوالحارث المحاسبیؒ نے کہا کہ توبہ یہ ہے کہ تجھے گناہ ہر وقت یاد رہے۔ پھر اس نے کہا کہ اے استاد وقت اے شیخ جنیدؒ آپ کے نزدیک توبہ کیا ہے؟ آپ نے کہا کہ توبہ یہ ہے کہ تجھے گناہ کبھی یاد نہ آئے۔ کرنا جو نہیں ہے، دوبارہ پلٹنا جو نہیں ہے۔ جب اس رستے کو ترک کر دیا اس خطا کا اعادہ نہیں کرنا تو پھر اس پہ سوچنا کیا ہے؟ پھر کیوں مجرم بنتے ہو؟ ہم نے فیصلہ کرلیا کہ جو ہوا سو ہوا آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ یہی توبہ کا شائل ہے جیسے امام سیدنا زین العابدین نے فرمایا توبہ آسان ہے جب کہ ترک گناہ مشکل ہے۔ کئی مرتبہ طبیعت پہ یہ حادثہ پلٹے گا۔ دوبارہ سب سے زیادہ گناہ Self acquisition سے پلٹتا ہے۔ کیونکہ بندے Morbid ہو جاتے ہیں۔ Even the cleanest one when it keeps stand for the time it stinks. Acquisition سے زیادہ Stink کرتا ہے۔ البتہ جس نے ہدایت طلب کرنی ہے وہ صاف دل اور صاف دماغ سے کہے گا کہ غلطی ہوگئی، خطا ہوگئی آئندہ نہیں ہوگی۔ ہو سکتا ہے اس سے دوبارہ ہو جائے اور اس بحث کا میں ایک حدیث پہ خاتمہ کرتا ہوں۔ ملائکہ نے پروردگار کے حضور عرض کیا کہ اے مالک اس شخص نے ایک گناہ کیا ہے اور اس نے تجھ سے معافی مانگی ہے۔ اللہ ملائکہ سے پوچھتا ہے اس کو پتہ ہے کہ گناہ وخطا کو بخشنے والا کوئی ہے؟ عرض کی ہاں! اس کو پتہ ہے کہ گناہ بخشنے والا کوئی ہے۔ فرمایا اچھا اسے کہہ دو میں نے معاف کیا۔ تھوڑے عرصے کے بعد اس نے پھر خطا کی، گناہ کا اعادہ کیا اور پھر توبہ کی۔ ملائکہ نے پھر عرض کی اے مالک وکریم یہ توبہ کر رہا ہے پھر معافی مانگ رہا ہے۔ اللہ نے پوچھا اے ملائکہ کیا اس کو پتہ ہے کہ کوئی بخشنے والا ہے؟ ملائکہ نے پھر عرض کیا کہ اے پروردگار ہاں! اس کو معلوم ہے کہ کوئی بخشنے والا ہے۔ فرمایا اس

کو کہہ دو کہ میں نے اسے معاف کیا۔ کچھ عرصہ صبر کرنے کے بعد پھر اس نے غلطی کی۔ پھر ملائکہ نے کہا اے اللہ یہ تجھ سے معافی مانگ رہا ہے۔ اللہ نے کہا اچھا! اس کو تو بہت اچھی طرح پتہ ہے کہ کوئی معافی دینے والا ہے کوئی بخشنے والا ہے! اے ملائکہ اس کو کہہ دو جو مرضی کرلے میں اس کو بخش دوں گا۔ دیکھئے اس میں commitment پائی جاتی ہے۔ ہماری جو جبلتیں ہیں ان میں سے کوئی جبلت ایک حد سے بڑھ جاتی ہے۔ کہیں غصہ بڑھ جاتا ہے اس سے ہم مغلوب ہو جاتے ہیں کہیں رنج بڑھ جاتا ہے کہیں محبت ہو جاتی ہے کہیں شہوات بڑھ جاتی ہیں۔ اب وہ ایک دن میں مدہم نہیں ہوتیں۔ ایک بار کے واقعہ یا حادثے میں کمزور نہیں پڑتیں۔ تاسفات ابھرتے ہیں مگر اس پہ قابو نہیں پا سکتے' بچا نہیں سکتے۔ جب بندہ مسلسل تجربات سے گزرتا ہے اس کی وہ شدت جبلت بھی کم ہوتی ہے اور ایک وقت آتا ہے کہ **"وَنَفْسٍ وَمَا سَوّٰاهَا" {الشمس:7}** جب نفس انسانی پہ فنفی ثنفی یہ برابر ہو جاتے ہیں تب اس کو اللہ کی طرف سے توفیق ملتی ہے اور آئندہ وہ کبھی گناہ نہیں کرتا۔

س: جس طرح کسی فارمولہ میں کچھ Constants اور کچھ Variables ہوتے ہیں اسی طرح انسان میں بھی کچھ Constants اور کچھ Variables ہوتے ہیں۔ برائے مہربانی کچھ انسانی Constants اور Variables بیان فرمادیں؟

ج: ہمارا ایک مسئلہ ہے کہ ہم روبوٹس کو Artificial intelligence دیں کہ نہ دیں۔ کیونکہ ہم کمزور لوگ ہیں اس لیے ہم ڈرتے ہیں کہ اگر ہم نے روبوٹس کو Artificial intelligence دے دی ان کو اپنی طرح کی عقل دے دی تو وہ سب سے پہلے ہمارے حریف بنیں گے۔ اب یورپ کو دیکھیں تو وہ اسی قسم کے ڈراما سے گزر رہا ہے۔ ان کی بیشتر فلمیں جو آرہی ہیں وہ اسی قسم کی اور اسی نوعیت کی آرہی ہیں کہ کمپیوٹر نے انسان کے خلاف بغاوت کردی۔ کمپیوٹر نے انسان کی دنیا پہ قبضہ کرلیا۔ میٹرکس آگئے۔ یہ خوف کیوں پیدا ہوتا ہے؟ خوف ہماری نااہلیت اور کمزوری کے احساس سے پیدا ہوتا ہے۔ ہمیں عقل دیتے ہوئے یہ نعمت دیتے ہوئے خدا کو کوئی خوف محسوس نہیں ہوا۔ قادر مطلق کی حکومت اتنی بلند و بالا تھی کہ اس نے کہا کہ تم چاہے جتنا مرضی

زور لگا لو تم اقطار السموت سے باہر نہیں نکل سکتے۔ اللہ کی حکومت سے تم بغاوت نہیں کر سکتے نکل نہیں سکتے۔ اس پہ غلب نہیں پا سکتے۔ لیکن ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم اپنے بنائے گئے کمپیوٹرز سے ڈرتے ہیں۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ کل کو یہ مشینیں Independent ہو جائیں گی۔ اس لیے ہم انہیں Artificial intelligence نہیں دے سکتے۔ اگر آپ اپنے Robotic measures کو دیکھو تو It all made up of wires, entirely wires اسی طرح اسی درجے پہ ہم ہیں۔ صرف صنعت پہ غور کرو کہ انسان ان میں تاریں ڈالتا ہے لیکن خدا نے انسان میں تاروں کی جگہ رگیں ڈال دی ہیں۔ This is a very sophisticated system اگر آپ صنعت پروردگار پہ غور کرو، اور صنعت کا لفظ بھی پندرہ سو برس پہلے خدا نے استعمال کیا کہ خدا سب سے بڑا صنعت کار ہے۔ اگر تم اپنے Made کی صنعت پہ غور کرو تو تمہارے دماغ کیمیکلز پہ چل رہے ہیں، شوگر پہ چل رہے ہیں، جسم میں تمام دھاتیں کام کر رہی ہیں۔ یہ تمام Complicated robotic creations جو اللہ نے تخلیق کی ہیں۔ یہ بھی من جملہ دوسری تخلیقات سے کروڑہا درجے بہتر ہیں۔ چلو چھوڑو آپ مچھر پہ غور کر لو۔ اتنی باریک سی ٹانگیں ہیں آپ دیکھو کتنی باریک صنعت میں اس نے ایک مائیکروکاز میں تخلیق کی ہے۔ اگر اس میں بھنبھناہٹ اور زندگی دے کر آپ بھی ایسا مچھر بنا کر اسے الیکٹریفائی کر دو وہی انداز دے دو اور آج لوگ کر بھی رہے ہیں تو آپ اس مشینی مچھر کے خالق کہلاؤ گے۔ بالکل اسی طرح اگر ہم اپنے وجود کو دیکھیں تو ہمارا تمام کا تمام وجود کیمیکلز سے Built کیا گیا ہے انہی چیزوں سے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم میں کیا مستقل ہے اور کیا غیر مستقل ہے جو باقی سب تخلیقات میں استعمال ہوا ہے۔ جو ہم اس کی مختلف شاخیں ہیں۔ Emotions میں Sentiments میں Feelings میں Variables موجود ہیں۔ مگر بعض اوقات Genetically پہ عمل بار دیگر میں اور چیز میں ایک Instant fast approach موجود ہوتی ہے۔ اگر آپ زمانے میں گروہی تفاوت دیکھو تو آپ کا خیال ہے کہ لوگ مذہب چینج کرتے ہیں؟ آپ کا خیال ہے کہ آپ جماعت اسلامی جوائن کرتے ہیں؟ آپ کا خیال یہ ہے کہ آپ دیوبند جوائن کرتے

ہیں بریلوی مکتبہ فکر جوائن کرتے ہیں؟ بالکل ایسا نہیں ہے ایسا نہیں ہے۔ آپ اپنے ٹیمپر کے مطابق اپنے Variables کے مطابق مذہب چن رہے ہوتے ہو۔ اگر آپ کا ایک کمزور سا باطن ہے ڈرنے والا باطن ہے۔ آپ کو آسرا چاہیے ہوتا ہے۔ آپ پیر فقیر کا آسرا ڈھونڈتے ہیں۔ ان کے وسائل ڈھونڈتے ہیں۔ اگر آپ Rigid ہوں اور آپ میں صرف جھگڑالو پن ہے آپ اپنی اس فطرت کی تسکین کے لیے جہاد کو ہی یوز کرو گے۔ یہ خدا کو سمجھنا نہیں ہوتا نہ خدا سے انس رکھنا ہوتا ہے۔ یہ ہمارے اپنے Variables ہیں کچھ Constants اور کچھ Variables ہیں جو آپ کو اپنی Approaches build کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ عقل ان چیزوں سے مکمل طور پر آزاد ہے۔ یہ دلیل پر خدا کو تلاش کرتی ہے۔ اس کو پانے کی جدوجہد کرتی ہے۔ اس سے محبت کی آرزو کرتی ہے۔ یہ Nostalgia جو ہمارے دلوں میں ہے یہ بدن کا نہیں روح کا Nostalgia ہے جیسے اقبال نے کہا تھا کہ

باغ بہشت سے مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں

کارِ جہاں دراز ہے اب مرا انتظار کر

مگر ایک دوسرے شعر میں اس نے بڑی وضاحت سے کہا

کبھی چھوڑی ہوئی منزل بھی یاد آتی ہے راہی کو

کھٹک سی ہے جو سینے میں غم منزل نہ بن جائے

دراصل کہیں نہ کہیں ہمارے بدن میں جو مسافر آ کے اترا ہے خدا کی طرف سے آدم جو انسان میں آ کے ڈھلا ہے۔ وہ اپنی آزردگی خاطر میں کبھی نہ کبھی اس منزل کی ضرور آرزو کرتا ہے جو اس کے احساس میں ہے مگر ابھی اس نے دیکھی نہیں ہے۔ اس کی یاد بھی سرے سے بھلائی نہیں گئی دل سے۔ وہ کیا شعر ہے ناصر کاظمی کا

مجھے یہ ڈر ہے تیری آرزو نہ مٹ جائے

بہت دنوں سے طبیعت مری اداس نہیں

میں سمجھتا ہوں جو آدمی اداس نہیں وہ خدا بھی نہیں پا سکتا۔ یہ اداسی بھی Refinement ہے

یہ محبت کی Refinement ہے۔ یہ غمِ عشق کی Refinement ہے۔ یہ عقل کی بھی Refinement ہے۔ آپ Nostalgic ہو کر اس وجودِ عالی کی طلب کرو۔ اس کی طلب کرو۔ اس سے محبت رکھو۔ اسے چاہو جو آپ کا چاہنے والا ہے۔

س: مقامِ وسیلہ کی وضاحت فرمادیں؟

ج: تکمیلِ بندگی تک تو محمد رسول اللہ ﷺ ہی پہنچے ہیں "سُبْحَانَ الَّذِي" دیکھو قرآن کیا کہتا ہے " سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ "{الاسراء:1} دیکھو اپنے بندے کو کس محبت سے پکارتا ہے؟ پاک ہے وہ رب جس نے اپنے بندے کو رات ہی رات میں اسراء کا سفر کرایا معراج کا سفر کرایا کائنات بالا کو اس کے زیر پا کر دیا۔ اقبال نے بڑے بڑے خوبصورت شعر کہے ہیں' یہ ایوان بھی ان کے نام سے موسوم ہے۔ مجھے ان کا ایک شعر بڑا خوبصورت لگتا ہے اگرچہ وہ شعر رومانٹک ہے اور ہے بھی فارسی میں۔ اس نے کہا کہ دیکھو فرق صرف اتنا ہے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی توقع کی تھی کہ ان کو بھی اللہ اپنا جلوہ دکھائے تو دونوں پیغمبروں میں ایک چھوٹا سا فرق اس شعر میں اس نے بیان کیا ہے کہ

تو بر نخل کلیم بے محابا آتش ریزی

کہتا ہے کیا عجیب بات ہے حضرت موسیٰ نے آرزو کیا کردی کہ

تو بر نخل کلیم بے محابا آتش ریزی

کہ تو نے آگ میں جلا کر طور کو خاک کر دیا۔ دوسری طرف کہتا ہے: دیکھنا ہے تو پھر اس طرح دیکھ

تو بر شمع یتیم صورت پروانہ می آی

کہ یتیم کی شمع پہ تو آپ پروانے کی طرح چلا آتا ہے۔

یہ فرق ہے بندگی میں جو معراج محمد رسول اللہ ﷺ کو نصیب ہوئی۔ مقامِ محمود عطا ہوا مقامِ وسیلہ عطا ہوا مقامِ شفاعت عطا ہوا۔ اس کے بغیر میر اکبر یہ کہتا ہے کہ میں سید جا خدا سے مانگوں گا۔ میری انا

مجھے ضرور Convince کرتی ہے۔ یوں ہے تو مانگ لو اس سے مگر تھرو پراپر چینل۔ بڑا Rigid ہے طریقہ کار میں اللہ بڑا Rigid ہے۔ بغیر پراپر چینل کے بات نہیں سنے گا۔ آپ ہزار دعوی، تقدس کرلو۔ ساری زندگی آپ عبادات میں غرق کردو۔ خدا کے دوستوں سے محبت کے بغیر آپ خدا کی محبت نہیں پا سکتے۔

س: قرآن میں آتا ہے کہ انصاف کرو اور ساتھ ہی آتا ہے کہ احسان کرو اس کی وضاحت فرمادیں؟

ج: انصاف ہی میں احسان ہے۔ اگر آپ دیکھو تو ہم بعض اوقات بعض لفظوں میں جو ظاہری معنی لیتے ہیں شاید کاسمک اور بین الکائناتی تناظر میں ان کے مفاہیم اور مطالب بہت Different ہوتے ہیں۔ جب ہم انصاف کے اصلی معنی لیتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ قیامت اور حشر کے دن جو میزان لگے گی۔ اس میزان میں انصاف اور احسان میں تھوڑا سا فرق آپ کو بتادوں کہ قیامت کے دن ایک شخص کے گناہوں کی وجہ سے اس کا پلڑا زمین کو جا لگے گا اور دوسرا پلڑا خالی خولی آسمان چھو رہا ہوگا۔ پھر احسان ہوگا۔ ایک کاغذ کا ٹکڑا لایا جائے گا۔ وہ اونچے والے پلڑے میں رکھا جائے گا۔ دیکھتے دیکھتے میزان پلٹ جائے گی۔ کاغذ کے ٹکڑے والا پلڑا زمین سے جا لگے گا اور گناہ والا پلڑا آسمان پہ جا پہنچے گا۔ لوگ کہیں گے دیکھیں تو سہی اس کاغذ میں کیا ہے؟ جب اس ٹکڑے کو دیکھا جائے گا تو اس پہ لکھا ہوگا **لا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ** غرض و غایت مذہب اقرار ذات خداوندی ہے اور اقرار رسالت ہے۔ یہ سب سے بڑا ثواب ہے۔ سب سے بڑا احسان ہے۔ سب سے بڑا یقین ہے۔ سب سے بڑا Faith ہے اور باقی ساری چیزیں چاہے مل کر اگر گناہ میں منتقل ہو جائیں اگر 99% گناہ بن جائیں مگر آپ اگر ایک ثواب کمار ہے ہو کہ خالص تا دل سے احسان کی تسبیح کر رہے ہو۔ خدا کو خدا سمجھ رہے ہو مان رہے ہو۔ جیسے حضرت معاذ بن جبلؓ نے کہا کہ احسان کی عبادت یہ ہے کہ یا تو تو اسے دیکھے اور یا یہ احساس کہ وہ تو تمہیں دیکھ ہی رہا ہے۔ اس سے مراد یہی ہے کہ جب آپ پورے یقین سے ایک مرتبہ **لا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ** کہتے ہو تو آپ نے اپنی زندگی کا خلاصہ پورا

You have completed what in nutshell Allah is کر دیا۔
required from you. اسی لیے حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابو سعید کی متعدد احادیث
اور حضرت ابو ہریرہ کی متفق علیہ حدیث اس موضوع پہ موجود ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا
کہ جس نے دل سے **لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** کہا اس پہ اللہ نے دوزخ کی آگ
حرام کر دی۔ اب آپ کی مرضی ہے کہ بے یقینی کے سراب سے نکلو تشکیک کے صحراء سے نکلو غور کرو فکر
کرو اللہ کی نعمت سے فائدہ اٹھاؤ۔ جو دو چار سال یہاں موجود ہیں اپنی زندگی اور عاقبت کی خیر مناؤ اور
اس فضول سی جگہ سے نکل کر اس جگہ جاؤ جس کے بارے میں اللہ نے کہا ہے کہ کوئی آنکھ نہیں جانتی کہ
میں نے اس سے چھپا کر کیا نعمتیں رکھی ہیں۔ بات سنو! کل تک تو لوگ کہتے تھے کہ جنت کے چھوٹے
چھوٹے باغ ہیں۔ آپ کی یہ جو ساتھ والی گلیکسی میں ایک کھرب سٹارز ہیں۔ ہم چھ ارب ہیں۔ اگر
اللہ جنت نہ بھی دے صرف اتنی زحمت کرے کہ اینڈرومیڈا گلیکسی میں ایک ایک بندے کو بھلا کتنے
سٹارز ملیں گے؟ کیوں جی کتنے سٹارز ملیں گے ایک ایک بندے کو جو اس وقت زمین پر موجود ہیں؟ اگر
یہ اللہ کو ماننے والے ہوں تو وہاں اس کے پاس زمین کی کوئی قلت تو نہیں ہے درختوں کی کوئی قلت تو
نہیں ہے۔ ذرا سوچو کہ نہ دے جنت ہمیں کیا ضرورت ہے وہاں جانے کی ان ایک کھرب سٹارز میں
سے صرف چھ ارب جو لوگ اس وقت زمین پر بستے ہیں۔ ایک چھوٹی سی الاٹمنٹ کر دے کہ بھئی
مرنے کے بعد تمہیں اینڈرومیڈا میں سے کم از کم چھ چھ اس زمین سے اٹھارہ ہزار گنا بڑی زمینیں مل
جائیں گی۔ کیا خیال ہے کیا کرو گے؟ تمہارا واسطہ کس سے پڑا ہوا ہے؟ یہ بھی تو دیکھو ناں تمہارا واسطہ
کس سے پڑا ہوا ہے؟ آج تم زمین کی ایک ایک انچ کے لیے بے ایمانی کرتے ہو ایک ایک انچ کے
لیے دوسروں کے گھروں پہ قبضے کرنے کے لیے سارا پاکستان لینڈ مافیا بنا ہوا ہے۔ حکمران
سے لے کر چپڑاسی تک اس فکر میں لگا ہوا ہے کہ دوسرے کی زمین کیسے حاصل کروں؟ خدا کا خوف
کرنا چاہیے۔ اس کے پاس بڑی زمینیں پڑی ہیں تمہارے مرنے کی دیر ہے بس! (ہال میں فلک
شگاف قہقہہ)

What is source of your Knowledge; books, س

human, someone or something else?

Books, human, something and something نے much more! مگر ایک بات ہے آپ سمجھتے ہو کہ دوستی کے لیے اخلاص چاہیے۔ آپ سمجھتے ہو لیڈر شپ کے لیے اخلاص چاہیے۔ آپ سمجھتے ہو کہ انسانیت کا وقار محبت اور اخلاص میں ہے۔ I have always felt with extreme sincerity for ultimate truth. بہت ساری تعلیمات کے رستوں سے گزرتے ہوئے بہت ساری شناخت کے رستوں سے گزرتے ہوئے شروع سے ایک آرزو میرے اندر تھی دیکھوں کہ پامسٹری میں کتنی سچائی ہے Numerology میں کتنی سچائی ہے؟ یہ دیکھوں کہ دعویٰ سحر میں کتنی سچائی ہے؟ جادو میں کتنی سچائی ہے؟ یوگا میں کتنی سچائی ہے؟ Telekinesis میں کتنی سچائی ہے؟ Telepathy میں کتنی سچائی ہے؟ دنیا کی ہر چیز میں سچائی کی ایورتج تلاش کرتے کرتے میں نے اللہ سے ایک سادہ سی آرزو کی تھی۔ اس وقت اتنی جرأت نہیں تھی کہ میں قربت خداوند مانگتا مگر اتنی آرزو کی تھی کہ علم کی سچائی کی تلاش مانگی تھی۔ خدا کے حضور یہ دعا بار بار کرتا تھا کہ I really want to know the truth, where lies the truth? What is the truth? Truth and not the half truth. پھر اللہ نے رستہ دکھایا مگر میں آپ سے ہرگز نہیں کہوں گا کیونکہ ہر آدمی کو زندگی کے لیے اپنے Ordeal سے گزرنا پڑتا ہے۔ مگر زندگی میں سیلف کی Sympathy نہیں ہوتی۔ اگر آپ سچائی جاننا چاہتے ہو تو اپنی ذات سے محبت ختم کرنا ہوگی۔ Either you love God or you love yourself, either you love truth or you love your own wishful thinking. سو جس کو سچائی جاننا ہو وہ ضرور سچائی تک پہنچتا ہے بشرطیکہ اس کی آرزو Variable نہ ہو Constant ہو۔

وما علینا الا البلاغ

انسان اور تسخیرِ کائنات

اَعُوذُ بِاللّٰہِ السَّمِیعِ الْعَلِیمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ

مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ

مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ

مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا

نَّصِیْرًا ○

(۱۷ (الاسراء): ۸۰)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ

عَمَّا یَصِفُوْنَ○

وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ○

وَالْحَمْدُ

لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○

(۳۷(الصفٰت): ۱۸۰- ۱۸۲)

خواتین وحضرات! بے شمار نسلیں گردوغبارِ زمانہ میں کھو گئیں۔ منزلیں دو رہوتی گئیں اور اشکالِ نفس نے ان کو اس منزلِ آگہی تک پہنچنے نہیں دیا جو شاید ایک مسلمان کا مقدر ہوتا ہے۔

اتفاقات کی بات ہے کہ Fifties اور Sixties میں ایک پوری جنریشن جس پہ بہت بڑا بوجھ آن پڑا تھا۔ عالمِ اسلام پر In total اور مذہبی لوگوں پر زیادہ تر ایک Skeptical دور آیا جس میں خدا کے انکار کے بے شمار دلائل جمع ہو گئے۔ کہیں Smentics نے اسے لفاظی قرار دیا اور کہیں مارکسین فلاسفی نے اسے انسانی ضمیر پہ بے جا بوجھ قرار دیتے ہوئے اس کو Exploitation کا نام دیا۔ کہیں Logical positivists نے دعویٰ کیا کہ جس چیز کا ذِہنا سرے سے زمین پہ موجود نہ ہوا سے خدا ماننا یا نہ ماننا ایک نان سینس سی بات ہے۔ اور یوں اس طرح کے بہت سارے خیالات مل گئے اور انسان Skepticism میں تشکیک کے صحرا میں گم ہوتے چلے گئے۔ ان کی توجہات جو تھیں وہ داخلی کائنات سے خارجی مظاہر تک چلی گئیں۔ In very rapidly we saw all over the world پوری دنیا میں پورا منظر خیال بدلنا شروع ہو گیا۔ یورپ میں فلسفہ وجودیت آیا۔ Existential philosophy آ گئی اور جو پہلے قانون تھا کہ روح کو مادہ پر فوقیت حاصل ہے وہ پلٹا دیا گیا اور مادے کی روح پر فضیلت کنفرم کر دی گئی۔ اس طرح ایک پورے کا پورا ماحول کائناتی اور دنیاوی ماحول ایک Practical objective pragmatic understandings of a world تک محدود ہو کے رہ گیا۔ ایک بات مجھے بہت پریشان کیا کرتی تھی۔ جب میں کسی سے پوچھتا تھا کہ آپ کو خدا پہ کتنا یقین ہے تو کہتے تھے ہمارا تو یقین بالکل پکا ہے اور Blind ہے۔ مگر اس کے باوجود میں دیکھتا تھا کہ اس یقین کی مداخلت ان کی عملی زندگی میں کہیں نہیں ہوتی۔ نہ وہ یقین انہیں رشوت لینے سے روکتا ہے۔ نہ وہ یقین انہیں جھوٹ بولنے سے روکتا ہے۔ نہ وہ یقین انہیں آبائی تعصبات کو منانے میں مدد دیتا ہے۔ نہ وہ یقین ان کو گلی کوچوں میں صفائی کا حکم دیتا ہے۔ نہ وہ یقین انہیں غیبت اور حسد سے انہیں روکتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس قسم کا یقین ہے؟ I had always a question in my mind. کہ کیا اس کو ہم یقین کہہ سکتے ہیں؟ کیا اس خدا کو ہم ماننے والے ہیں؟ تو میرے دل میں آیا کہ اس بے سود تصور سے چھٹکارا حاصل کرا دوں۔ اگر یہ Taboo ہے نسلوں سے چلا ہوا ایک خوف کا Taboo تو اسے مان کر زندگی میں بہتری

کہاں سے آسکتی ہے؟ بھئی ایتھر و یا لوجسٹس پہلے ہی یہ کہتے تھے کہ چونکہ انسان لڑ جھگڑ کر ختم ہو رہا تھا تو انہوں نے قانون ازل کو تسلیم کرنا شروع کیا۔ انہوں نے سوچا کہ ایسی غیر مرئی طاقت کا سراپا تخلیق کرو جس کو کسی نے دیکھا نہ ہو۔ ان دیکھے کا خوف تو بہت ہوتا ہے۔ اس لیے معاشرہ شاید ایک انجانے خوف سے متاثر ہو کر ایک آسیب زدہ خدا کو تسلیم کرنا شروع کر دے گا۔ And it did help somewhere آپ دیکھتے ہو کہ زمانے میں ہر جگہ کہیں نہ کہیں یہ جو بت پرستی آگئی ہے۔ یہ اس خدا کو دیکھنے کی آرزو میں آئی ہے جو بہت دور ان کو نظر آتا تھا' جو شاید اپنے وجود اور ماہیت میں کبھی پہچانا نہیں گیا تھا۔ لوگوں نے اسے قریب تر لانے کے لیے اس کے Images تخلیق کر دیے۔ یہ جو بے شمار اصنام کی دنیا آباد ہوئی اس کے پیچھے شاید انسان کی ایک بھولی بھالی خواہش بھی تھی کہ خدا ایسا ہو جسے میں ہاتھ لگا کر چھو کر اطمینان کر لوں۔ وہ شیوا ہو برہما ہو سرسوتی ہو مہا دیوی کالی ہو یہ جو کچھ بھی تھا انسان کی بے چینی کا مظہر تھا۔ یہ دیوتائی نظام اس لیے تخلیق کیا گیا کہ حقیقت کبریٰ ہماری گرفت میں ہمارے مس میں آجائے۔ مگر ایک بڑا دلچسپ سا سوال اٹھتا ہے کہ کیا ہمیشہ سے انسان اتنا بزدل رہا ہے کہ بجائے اپنی ایک حقیقی استعجاب کو زندگی دینے کے حقیقی تنقید کو زندگی دینے کے آخر اس نے ایک مفروضہ خدا مان کیوں لیا؟ Why did he accept? کیا انسان کے لیے یہ بہتر رستہ نہ تھا کہ وہ جرات مندی سے فیصلہ کرتا اور آباؤ اجداد کے دیے ہوئے اس خوف کا سامنا کرتے ہوئے کہتا کہ ٹھیک ہے بھئی ہم نے بڑا دیکھا سنا ہمیں خدا تو کوئی نظر نہیں آیا تو اس سے نجات بہتر ہے بجائے اس کے کہ میں اپنے گلی کوچے میں اس بُعد کو ساتھ سمیٹتا پھروں اور ہر سفر میں اس کی محافظت تلاش کروں اور ہر خوف کی گھڑی میں اس کے سائے اپنے سر پر لرزتے ہوئے محسوس کروں۔ اس پریشانی میں I had a question to myself. کہ کیا آپ زندگی اس لیے برباد کر دو گے؟ ایک بے نام آسیب کے پیچھے؟ کیا تم خدا کے تصور کو لیے لیے پھر رہے ہو گے؟ اور خدا ہو گا ہی نہیں تو پھر آپ کی پریشانی کہاں جائے گی؟ ایک پوری زندگی کو ایک تصور کے پیچھے زائل کرنے کا کیا مقصد ہے؟ کیا مطلب ہے؟ کیا زندگی میں اور کام کرنے کو نہیں ہیں؟ کیا مسابقت نہیں ہے؟ کیا مطابقت نہیں ہے؟ کیا جنگ و جدل نہیں

ہے؟ کیا ہماری سرداری کی خواہشیں نہیں ہیں؟ ہمارا تملک نہیں ہے؟ ہمارا فریبِ ذات نہیں ہے؟
اگر ہم خدا کے اسی تصور کے پیچھے زندگیاں ضائع کرتے رہیں گے تو Then we see the
first question which is very very important میرے نزدیک تمام
علم وعقل بے سود ہے اگر وہ کسی بھی راہ پر چلنے سے پہلے کسی بھی رستے پہ چلنے سے پہلے منزل کا تعین
نہ کرے۔ ہم نے Void میں نہیں ڈھلنا۔ ہم تو پہلے ہی Void میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس بے شمار
بے انداز وسعت پذیر کائنات میں دنیا کی مثال کیا ہے؟ رسول اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ دنیا
کی حیثیت ایک بہت بڑے جنگل میں ایمیزون کا جنگل سمجھ لو پڑے ہوئے ایک چھلے کی سی ہے۔
وہ چھلہ بھلا جنگل میں کہاں ملتا ہے؟ اس دنیا کا نام ونشان اس وسیع ترین کائنات میں کہاں ملتا
ہے؟ اتنی بے چارگی اور مجبوری کے مقام پہ ہمیں جب بھیج دیا گیا۔ ہم تو آدر ہنے والے تھے۔
"مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ "{البقرہ:36} تھوڑی دیر کے لیے جاؤ اس میں تمہارا فائدہ ہے۔
ہم نے اس مقام کو مستقل کیسے بنالیا؟ But the basic questoin was one ہم
آزاد ہیں کہ غلام ہیں؟ اگر کسی انسان نے اپنی زندگی کی ابتداء میں بلوغت میں شعور کی ابتداء میں
اگر یہ سوال نہیں کیا تو تمام زندگی بے کار حرماں نصیب گزرتی ہے۔ تمام زندگی اس غم والم میں
گزرے گی کہ ہم نے اپنی زندگی کی چھوٹی چھوٹی Priorities تو Set کر لیں۔ ایک طالب علم
نے شاید بی۔ اے کی ڈگری کے حصول کو مطمع نظر بنالیا۔ ایک سیاستدان نے ایم۔ پی۔ اے یا
ایم۔ این۔ اے کی سیٹ کو مقصد نظر بنالیا۔ ایک حکمران نے شاید اپنے تختِ عالی کی ہوس میں
جان گنوادی۔ مگر سوال یہ ہے کہ پوری زندگی کی بھی تو Priority ہونی چاہیے۔ ایک پوری زندگی
کی بھی تو وضاحت ہونی چاہیے۔ میں آیا کیوں؟ میں جا کیوں رہا ہوں؟ میں اس مقامِ حیات پہ آ
کے رکا کیوں؟ کیا میرے اور دوسرے کسی جانور کی زندگی میں کوئی فرق ہے؟ آپ ہزار دانشور
ہوں۔ ایک سو بیس کتابیں لکھ دیں۔ آپ آرٹ اور فنون میں چاہے جتنے بڑے انقلاب پیدا کر لیں
مگر آپ کے اور جانورانہ حیات کے ابتداء وانجام میں کوئی فرق نہیں۔ وہ بھی پیدا ہوئے۔ کھایا
پیا۔ ڈیوٹیاں سرانجام دیں۔ ان کے نصیب میں جو کام لکھا تھا انہوں نے کیا اور آخر میں سو گئی

ہڈیوں کا ڈھیر بن کے رہ گئے۔ اور اسی طرح انسان بھی۔ آپ زیادہ سے زیادہ یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم نے جانور سے بہتر گفتگو کی۔ ہم نے اپنے آپ کو Politicize کیا۔ ہم نے خود کو Dramatize کیا۔ ہم نے کلچر میں بڑی ترقی کی۔ سارا کچھ کرنے کے بعد ہم بھی اسی طرح ہوا کے جھونکوں میں بدل گئے اور سراب حیات نے ہمیں نگل لیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ If we don't have to do anything else but to die آپ کو پتہ ہے کہ Sisyphus نے ایک Tale لکھی تھی۔ کہ زندگی Boredom, Horror اور Glory کا مکسچر ہے۔ زندگی اس کے سوا کچھ نہیں۔ ایک بورئیت طویل ہے زندگی۔ ایک Horror ہے جو پھیلا ہوا ہے۔ پیدا ہوتے ہی موت کا خوف ہم پہ سوار ہو جاتا ہے۔ ہاں کہیں کہیں اس تاریک پس منظر میں ایک شہاب ثاقب ٹوٹ کے گرتا ہے۔ لمحہ بھر کی ایک روشنی نصیب ہوتی ہے پھر وہی تاریک تر اندھیرا۔ لارڈ رسل نے کہا تھا اور وہ خدا کو مانتا بھی نہیں تھا اور اگر آپ اس کے الفاظ سنو تو میرا خیال ہے کہ اکیسویں صدی اس فلاسفر کے نام سے منسوب ہے۔ یقیناً اس نے اکیسویں صدی کی زندگی کا خلاصہ دیا ہے۔ اس نے کہا کہ

''میرا حال یہ ہے کہ ایک وسیع ترین تاریک سمندر میں جہاں آندھیاں اور گرد و باراں کا عالم ہے۔ جہاں آسمان سے شرارے پھوٹ رہے ہیں۔ ہاتھ سے ہاتھ سوجھائی نہیں دیتا۔ آنکھیں کھلنے نہیں پاتیں۔ میرے ہاتھ میں کوئی چپوار نہیں ہے۔ ایک ٹوٹی پھوٹی سی کشتی ہے۔ مجھے کوئی منزل نظر نہیں آتی۔ کوئی مقام نظر نہیں آتا۔ ہاں کہیں کہیں جب بجلی چمکتی ہے تو مجھے دور کہیں کسی ساحل کی جھلک نظر آتی ہے۔ پھر وہی اندھیرا ہو جاتا ہے۔''

اگر آپ قرآن کا پہلا سپارہ پڑھو تو میرا خیال ہے کہ بالکل اسی قسم کے استعارے میں انسان کی بے بسی کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ سوال بڑا اہم ہو جاتا ہے کہ اگر ہم نے زمین کی حدود سے باہر نہیں نکلنا۔ اگر اس میں ہم نے اپنی اس زندگی، مختصر کو اس فسانہ، حقیر کو یہیں تک ختم کرنا ہے Then we are no body to claim پھر جاپانی ٹھیک کرتا ہے' خودکشی کرنے والا بالکل صحیح کرتا ہے کیونکہ اس کو پتہ ہے۔ Why does a man commit

suicide? اس لیے کہ زندگی گزارنے کی آرگومنٹ ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے دل سے زندگی کی آرزو رشتے ناطے تعلقات سارے ختم ہو جاتے ہیں۔ آپ کی نظر میں وہ مرنے سے پہلے پاگل ضرور ہوتا ہے۔ اس لیے کہ وہ چیزیں جو زندہ رکھنے میں مدد دیتی ہیں وہ اسے زندہ رکھنے میں مدد نہیں دیتیں۔ اس کی آرگومنٹ فار لائف ختم ہو جاتی ہے۔ اس لیے وہ موت کو زندگی پر ترجیح دیتا ہے۔ ہم جو کچے دھاگوں سے بندھی سرکار ہیں ہمیں موت تک رشتے ناطے اور دوسری چیزیں روکتی چلی جاتی ہیں۔ یہ جو Chip ہے ان' یہ روح' یہ باریک سے ذرے کی شکل میں ہماری ریڑھ کی ہڈی میں کہیں چھپائی گئی ہے۔ اس کا حال بالکل ایسا ہے کہ اگر کمزور رشتے ناطے ہوں تو آسانی سے نکل جاتی ہے اور اگر دنیا کے تعلقات مضبوطی سے قائم ہوں تو بڑی مشکل سے نکلتی ہے۔ آخری وقت میں جب فرشتے اس کا پوسٹ مارٹم کر رہے ہوتے ہیں وہ آپ کو نظر تو نہیں آتے مگر جب وہ اس Chip کو نکال کے آپ کو واپس لے جا رہے ہوتے ہیں تو ان کو پتہ لگ جاتا ہے کہ اس شخص نے زندگی کس دلچسپی سے گزاری ہے کتنے انہماک سے کتنے تعلق سے گزاری ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ نیک آدمی کی روح آسانی سے نکل جاتی ہے۔ نیک آدمی وہ ہے جس نے دنیا میں اپنے تعلقات کا جائزہ لے لیا اپنی ترجیحات کا فیصلہ کر لیا اور ہر تعلق کے باوجود اسے پورا احساس ہے کہ میرا اصل تعلق رب کائنات سے ہے۔ میں نے لوٹ کر جانا ہے۔ خدا کی محبت اسے باقی محبتوں پر غالب نظر آتی ہے اور روح آسانی سے نکل جاتی ہے۔ آپ نے Gulliver's travel تو سنی ہوگی۔ آدمی کتنا بھی قد آور ہو کتنا مضبوط ہو کتنی بڑی قد و قامت کا مالک ہو مگر دھاگوں سے بھی اگر باندھ دیا جائے تو وہ ٹوٹ نہیں سکتے۔ یہ Basic decision ہے جو آپ لوگوں کو کرنا ہوتا ہے کہ زندگی کی Temporary priority سے بڑھ کر پوری زندگی کی Priorities کیا ہیں؟

رب کریم نے چار آیات میں اس پوری کائنات کو سمیٹ دیا ہے۔ اس نے فرمایا **"هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا"** {الدھر:01} تم کون تھے؟ کیا تھے؟ تمہارا وجود کیا تھا؟ زندگی کیا تھی؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم تو کچھ بھی نہیں تھے۔ تم قابل ذکر شے نہیں تھے۔ تم اس قابل نہیں تھے کہ کسی کتاب میں کسی سائنسدان کی نوٹیفکیشن میں آ جاتے۔ کسی

نے Will Durent سے پوچھا اگر ایسا ہی کچھ تھا تو انسان تھا کیا؟ تو اس نے کہا" کسی تالاب کے کنارے جمی ہوئی کائی کا ایک ذرہ"۔ اس میں ایک ذرے کی طرح یہ مجبورِ محض پڑا تھا۔ خاموش پڑا تھا۔ حرکت نہیں تھی۔ جمود مسلسل تھا۔ پھر اس پہ ایک تجلی ربانی ہوئی پوچھا زندگی چاہتے ہو تو موت قبول کرنا پڑے گی۔ انسان مثلث میں تھا۔ اس نے فیصلہ کر دیا کہ ہاں میں ہر حال میں Multiplication چاہتا ہوں زندگی چاہتا ہوں Continuity چاہتا ہوں۔ پھر زندگی وارد ہوتی چلی گئی۔ موت بھی وارد ہوتی چلی گئی۔ کاروانِ حیات آگے بڑھا۔ ابھی نہ اس کی آنکھیں تھیں نہ کان تھے نہ جسم تھا۔ صرف ایک ذرۂ وجود تھا۔ ایک ابتدائی ذرۂ وجود **"هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا"{الدھر:01}** "دہر" بڑے لمبے عرصے کو کہتے ہیں کائناتی عرصے کو کہتے ہیں"**حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا**" کوئی قابلِ ذکر شے نہ تھا۔ He was least mentionable, he was nothing پھر خدا نے کہا **"اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ"{الدھر:02}** پھر ہم نے اسے دوہرے نطفے سے پیدا کرنا شروع کر دیا۔ آپ کو یہ عجیب و غریب بات سمجھ آتی ہے کہ جب اللہ نے یہ کہا ہم نے اسے دوہرے نطفے سے پیدا کرنا شروع کر دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلا وجود Single نطفہ تھا۔ پہلا وجود Single تھا۔ آپ کہو گے کیسے Single تھا؟ اگر آج بھی آپ غور کرو تو آپ کے جسم کے اندر وہ Unicellular وجود موجود ہوتا ہے۔ ہر وقت موجود ہوتا ہے جو انسان کی ابتدائی حالت تھی۔ آج بھی جب آپ کو ڈائریا ہوتو Amoeba proteus موجود ہوتا ہے۔ ایسا ایک Unicellular وجود ہے۔ Single وجود ہے۔ جس کا نیوکلیس خود بخود پھٹ کر Multiplication میں چلا جاتا ہے۔ دیکھتے دیکھتے Billions کے حساب سے ایسا پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ ہر دوسرے دن بے شمار لوگ ڈاکٹر کے پاس Amoebioasis کا علاج کرانے جا رہے ہوتے ہیں۔ یہ اس وقت Unicellular existence تھا۔ Amoeba تھا۔ Paramecium تھا۔ پہلی حیات Unicellular تھی۔ مگر اب اللہ نے اس Particular جرثومے کو آگے بڑھانا شروع کر دیا"**اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ**

أَمْشَاجٍ "{الدھر:02} جو لوگ اس آیت کا اطلاق میاں بیوی پر کرتے ہیں ان سے پوچھو بھلا جب آنکھیں ہی نہیں تھیں کان ہی نہیں تھے تو اس وقت میاں بیوی کہاں سے آئے ہوں گے؟ آیات کے فہم میں یہ بڑی ضروری بات ہے کہ اس وقت کا یقین کیا جائے جس وقت میں یہ آیات اتریں۔ یہ تو صدیوں کی بات ہے' قرن ہا قرن کی بات ہے' ارب ہا ارب کے تواتر سے یہ زندگی چلی ہے۔ اور اس وقت اس Single cell کو آگے بڑھاتے ہوئے پروردگار فرماتا ہے "إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ" کوئی خوبی نظر آ گئی ہوگی۔ اس کی Activity اللہ کی نظر میں بھا گئی ہوگی۔ چلت پھرت تو بہت ہے انسان میں شروع سے' کوئی نہ کوئی ایک Activity show کر گیا ہوگا کہ خدا نے کہا "نَبْتَلِيهِ" چاہا کہ اسے آزماؤں آگے بڑھاؤں۔ باقی Cellular life سے اس نے زیادہ activity show کی تھی "نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا "{الدھر:02} میں نے اس کو سماعت بخشی۔ ابتدائی نظام دینے شروع کر دیے۔ اب یہ سننے والا تھا۔ اب بھی خدا دلیل کے بغیر بات نہیں کرتا۔ اب بھی اس دور حیات میں بھی بے شمار زندگی ایسی موجود ہے جو صرف سنتی ہے۔ جس کی آنکھیں نہیں ہیں۔ "نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا"{الدھر:02} اسے سماعت بھی دی۔ بصارت بھی دی۔ وجود کو مکمل کیا۔ Initial systems پورے کیے۔ آپ کا کیا خیال ہے اب یہ دیکھنے کے قابل ہو گیا تھا؟ نہیں ابھی بھی ایک مجبوری تھی ۔ ابھی بھی اس پہ قانون لاگو نہیں ہوتا تھا۔ یہ جو کائنات کو چلانے کا Mannual ہے جسے آپ قرآن کہتے ہیں اس کی ایک شق اس پہ لاگو نہیں ہوتی تھی۔ ججمنٹ لاگو نہیں ہوتی تھی۔ ججمنٹ آنی شروع ہوگئی۔ اب فرمایا اس کو سوچنے سمجھنے کے آلات دے دیے۔ اللہ علم تھا۔ اب علم کی ترسیل کے لیے دماغ چاہیے تھا۔ ہیومن باڈی کو ایک سسٹم چاہیے تھا جو اس علم کو جانتا سوچتا سمجھتا۔ اتفاقاً اس وقت انسانی برین صرف 700cc کا تھا۔ جتنا چمپینزی کا تھا بس اتنا سا تھا۔ اوپر ایک پروٹوکول کے تحت ایک خصوصی روحانی وجود تخلیق ہو رہا تھا جسے آدم کہتے ہیں۔ یہ انسان تھا۔ وہ آدم تھا۔ آسمانوں میں اس روحانی وجود کا نکاس اس وقت تک ممکن نہیں تھا جب تک خطا نہ کرتا۔ جب تک اس میں کوئی نقص واقع نہ ہوتا وہ بہشت کے قابل رہتا۔ وہ زمین پہ نہیں آ

سکتا تھا۔ ادھر زمین پہ جب تک جسم مکمل ہو کے اسے وصول کرنے کے قابل نہ ہو جاتا اس وقت تک وہ نیچے نہیں اتر سکتا تھا۔ یہ Coincidence چلتا رہا۔ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو مکمل کر دیا "**إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا**" (الدھر:03) میں نے تمہیں عقل و معرفت کے اسباب بخش دیے۔ رستہ دکھا دیا۔ اب تمہارا صرف ایک کام ہے تمہاری ترجیح اول صرف ایک ہے چاہے تو مجھے مانو چاہو تو میرا انکار کر دو۔ اتنا بڑا استاد زمین و آسمان میں ہے ہی کوئی نہیں۔ پہلا استاد ہی پروردگار ہے۔ کہیں یہ بات بتا رہا چاہے تو مانو۔ جبر سے کوئی استاد کام نہیں لیتا۔ وہ کسی نظام کا استاد نہیں ہے۔ آج تک جب وہ چوائس دیتا ہے تو وہ کسی جبر سے کام نہیں لیتا۔ ایک دفعہ جب مسلمانوں نے گلہ کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ غیر کے در و دیوار سونا چاندی اور غلہ سے بھرے ہوئے ہیں اور ادھر ہمارا حال آپ ﷺ کے سامنے ہے۔ تو رب کریم نے فرمایا اگر ایک مصلحت مانع نہ ہوتی تو میں اہل کفر کے در و دیوار سونے چاندی کے کر دیتا۔ ڈر یہ تھا کہ تم کہو گے جیسا کہ آج کل بھی لوگ کہتے ہیں کہ اگر دنیاوی مال و اسباب پر ہی کسی کا مذہب درست ہوتا تو غیر کا ہوتا۔ اگر ذلت و رسوائی کسی کے مذہب کی برائی کا نشان ہوتی تو ہم بھی بولتے مگر یہ مصلحت تقاضل خدا کی نظر میں تھی کہ اگر میں مستقل ان کو خوشحال کر دوں اور رتبہ بلند کر دوں تو مسلمانوں کے دل تنگ ہوں گے۔ اس لیے ایسا نہیں ہوا۔ ہماری سب سے بڑی ٹریجیڈی یہ ہے کہ ہم حالات کے ایک لوکل وقفے میں دیکھتے ہیں۔ ہمارے Visuals چھوٹے ہیں۔ ہماری آنکھ سکڑ جاتی ہے۔ ہم دو مہینے کسی کی ترقی دیکھتے ہیں تو جل کے خاک ہو جاتے ہیں۔ کسی کا ایک سال کا عروج ہمیں متاثر کرتا ہے۔ ہم کبھی اس کا مکمل Span نہیں دیکھتے۔ میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ تم جو اتنے داعی اور اتنی محبت کرنے والے ہو ذوالفقار علی بھٹو کے اتنے Follower ہو میں مانتا ہوں کہ تمہیں بڑی محبت ہے۔ کیا اس کا انجام بھی شیئر کرنا چاہتے ہو؟! بات یہ ہے کہ آپ اسے لوکل سٹینڈ رڈ سے دیکھنا شروع کرتے ہو۔ آپ کو کسی کی پوری زندگی کا پورا علم نہیں ہوتا۔ اگر پوری زندگی کا علم ہو بھی تو اس کی خارجی حالت سے اس کی اندرونی حسرت کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ باہر سے ایک مطمئن شخص اپنی داخلی زندگی میں کسی اذیت سے گزر رہا ہے آپ

کو کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ پروردگار کا علم آپ کے علم پر محیط ہے۔ سب سے بڑا علمی نکتہ اللہ نے بڑے مختصر ترین طریقے سے بتا دیا۔ میں کہتا ہوں اگر ایک آیت قرآن سمجھ میں آ جائے' ایک اصول سمجھ آ جائے تو زندگی کے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ فرمایا" وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ " کسی چیز سے تم کراہت کھاتے ہو اور اس میں خیر ہوتی ہے" وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ " کسی چیز سے تم محبت رکھتے ہو اور اس میں شر ہوتا ہے "وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ "(البقرہ:216) مجھے رب کعبہ کی قسم ہے اگر خدا کو اپنے سے بڑا عالم مان لوں تو سارے مسائل ختم ہو جائیں گے۔ وہ کہہ جو رہا ہے "وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ " اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اگر آپ اس کو محض اپنے سے بہتر جاننے والا مان لو تو آپ کی زندگی کے مسائل ہی ختم ہو جائیں گے۔ دیکھیے خداوند کریم کچھ مسئلے آپ کے طے کر بیٹھا ہے۔ وہ آپ پر رسک نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ I am very sorry to say جب وہ یہ کالونی بسا رہا تھا' یہ چھوٹی سی دنیا' اتنی محیط اور اتنے بے کراں سمندر زندگی اور وجود کے بیچ میں سے ایک چھوٹی سی کالونی بنا لایا تھا۔ اگر سورج ایک لاکھ میل ادھر ہو جاتا تو یہ کالونی بس نہیں سکتی تھی۔ پانی نہ ہوتا تو زندگی کا وجود نہ ہوتا۔ اس نے Manage کیا۔ It is carved out اس نے Carving کی۔ ایک چھوٹی سی دنیا نکالی۔ اس کو As a oase مقرر کیا۔ آپ میں اور خدا میں بڑا فرق ہے۔ ہو سکتا ہے آپ بھی ایک کالونی بساؤ جیسے یہ کالونی بسی ہوئی ہے۔ اس کی Limitations ہیں۔ اس کی حدود ہیں۔ اور اس کے مخصوص سرمایہ کار ہیں۔ آپ ان کی شرائط پر پورے اتریں گے تو پھر آپ رہائش پذیر ہو سکتے ہیں۔ مگر اس نے بھی ایک کالونی نکالی اس نے جملہ انسانیت کے وجود کو ملحوظِ خاطر رکھا۔ یہ دیکھا کہ اسے کتنا پانی چاہیے ہوگا؟ اتنا پانی رکھا۔ یہ دیکھا کہ اسے کتنا سونا چاہیے ہوگا؟ پہاڑوں میں اتنا سونا رکھا۔ دو دن میں ہم نے یہ دنیا بنائی یعنی Carve out کی اور دو دن لگائے اس میں ضرورت اسبابِ انسانی رکھنے میں۔ پھر ان میں انسان کے جو دو ارب سال کام آنے تھے وہ اسباب رکھے۔ ایٹم آج کام آتا تھا۔ لیڈی کرسٹل دو ارب سال پہلے رکھی گئی تاکہ وہ رفتہ رفتہ چینج ہو کے دو ارب سال میں تیار ہو جائے۔ یہ

زمان ومکان کی حکومت صرف پروردگار عالم کے ساتھ مخصوص ہے۔ زمان ومکاں اس کی گرفت میں ہیں۔ یہ ہماری گرفت میں نہیں ہیں۔ دنیا کی کسی مملکت کی زمان ومکان پہ گرفت نہیں ہے۔ زمانہ خدا سے ہے۔ خدا کے احکام سے ہے "لا تسبّوا الدّھر وانا الدّھر "زمانے کو برامت کہو میں زمانہ ہوں۔ اللہ کہتا ہے میں زمانہ ہوں۔ خدا کے لیے وقت کو برامت کہا کرو۔ مت کہا کرو کہ آج کا دن بہت اچھا نہیں۔ مت کہا کرو کہ آج کی شام منحوس ہے اس لیے کہ ہر وقت اللہ نے بنایا ہوا ہے ہر وقت خدا ہی ہے۔ جب تم اس کی صنعت کی بدتعریفی کرو گے تو خدا تک گلہ چلا جائے گا And this will be resulted in a lot of disbelieve in God. ترجیحات کے عالم میں جب اس نے انسان کو رسوخ بخشا تو دو روایات چلتی ہیں۔ ایک شیخ محی الدین ابن عربی کی ہے جنہیں شیخ اکبر کہتے ہیں۔ اور ایک Will Durant کی ہے جسے فلاسفر آف ٹائم کہتے ہیں جسے نوبل پرائز دیا گیا ہے۔ Will Durant کہتا کہ Fourth Ice age کے بعد انسان بیچارہ Frozen شکل میں لیٹا ہوا تھا جیسے Hibernation کے بعد مینڈک باہر نکلتا ہے۔ چھ مہینے کے لیے جب اسے Hibernation آتی ہے۔ اُدھر سے برسات ہوئی ادھر سے مینڈک ٹرانا شروع ہو گئے۔ Ice ages میں جب زمین پہ برف پڑتی تھی تو آٹھ آٹھ بارہ بارہ میل گہری تہہ جم جاتی تھی جیسے ابھی بھی منجمد علاقوں میں میلوں گہری برف پڑتی ہے۔ اسی طرح اس وقت بارہ اور بیس میل کے درمیان برف پڑی۔ چالیس ہزار سال پہلے یہ واقعہ پیش آیا۔ تمام زندگی فریز ہوگئی۔ مرگئی۔ ایک بھولا بسرا انسان جس پہ اللہ کی نظر تھی اس کا وجود بچ گیا۔ وہ ٹھنڈا یخ باہر پڑا تھا۔ اس کی زندگی کی کوئی صورت نہیں تھی مگر کہیں نہ کہیں حیات کا ایک ذرہ چل رہا تھا۔ شیخ محی الدین ابن عربی نے کہا کہ انسانی وجود کو مکمل Frozen کرنے کے بعد اس پہ پچاس ہزار سال اللہ نظر کرتا رہا پھر تا گہاں اس پہ تجلی فرمائی اور یہ جاگتا ہوا آدم بن گیا۔ Will Durant نے ایک مختصر سی بات کی۔ اس نے کہا After the ice age the man was laying dormant and dead پھر تا گہاں ایک Heavy electric charge کہیں آسمانوں سے آیا۔ وہ پیشانی آدم پہ پڑا جس سے

اس کے دماغ کی مقدار بڑھ گئی۔ کہاں چمپینزی کا 750cc والا دماغ اور کہاں 2300cc کا انسانی دماغ۔ مقدار بڑھ گئی آدم وجود انسان میں آیا اور آدمی کہلایا۔ اس کے بعد اس کی ترقی کی منازل شروع ہو گئیں۔ مکان بننے شروع ہو گئے۔ گھر بننے شروع ہو گئے۔ بات چیت کا ہنر شروع ہو گیا۔ یہ بات آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ 70,000 سال پہلے کے کسی انسان میں گفتگو کا جرثومہ ہی سرے سے موجود نہیں تھا۔ کلام کا پہلا جین 70,000 برس پہلے آیا ہے۔ اس سے پہلے انسان گفتگو کا اہل نہیں تھا۔ پھر گفتگو شروع ہو گئی۔ سمبل سے اشارہ آیا اور پھر خدا نے کہا **"وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا" {البقرہ:31}** اللہ میاں زندگی کے اس ہونہار ذرے کو دیکھ رہا تھا۔ یہ بڑا اُجلت پسند یہ فتنہ جُو یہ چھوٹا موٹا جو جانور تھا۔ اس کی حرکات اس نے ملاحظہ فرمائی تھیں۔ یہ چاک و چوبند اور چست و چالاک کچھ اہمیت کا حامل ہے۔ اب سوچا کہ اس کو تھوڑے سے اور مناصب عطا کر کے دیکھوں **"وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ" {البقرہ:31}** اور کہا یہ لو میں تمہیں علم سکھا رہا ہوں۔ میں نے دیکھنا یہ ہے کہ میں نے تازہ ترین امانت عقل جو سپرد انسان کی ہے تم اس سے فائدہ کیا اٹھاتے ہو؟ Let me see how do you solve things? Let me see how do you know things? تو آدم نے بھی لے لیے۔ بیچارے ملائکہ کو بڑی جلن تھی۔ بڑے شریف لوگ تھے معزز لوگ تھے۔ سال ہا سال خدمت پروردگار میں رہے تھے۔ کبھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ کوئی فلک سوم پر کوئی فلک چہارم پر حتیٰ کہ ساتوں آسمانوں پر کوئی Prostrate ہو کے پڑا ہوا تھا۔ کوئی سربسجود تھا۔ کوئی جھکا ہوا تھا۔ آخر تھوڑا بہت شکوہ تو ہوتا ہے ناں جیسے اقبال نے کہا

شکوہ خاکم بدہن اللہ سے ہے مجھ کو

ایسے ہی ملائکہ کے دل میں آزردگی کی لہر آئی کہ اے مالک و کریم ہم تو تیری عبادت کے سوا اور کسی چیز کے قابل ہی نہیں تھے۔ ہم نے جان ہاردی خیال ہار دیا۔ ہمیں آپ نے اس طرح ignore کر دیا اور ادھر سلگتے ہوئے فتنہ جُو کو آپ نے اتنے بڑے منصب کے اہل کر دیا۔ وہ جو

جانے والا تھا' جیسے میں نے پہلے بھی کہا کہ Credit علم پروردگار کو جاتا ہے۔ اس نے کہا ایسے نہیں۔ میں ان کے دل سے یہ آزردگی ضرور دور کروں گا۔ ان کو یہ اہمیت ضرور بتاؤں گا کہ میں نے انسان کو فوقیت کیوں دی ہے "وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ " {البقرہ:31} اس نے کہا آگے بڑھو اس کو Compete کرلو۔ اگر تم بھی اتنے اہل ہو تو مسئلہ کیا ہے؟ تم بھی Compete کرلو۔ جاؤ' یہ لو تم بھی تختی لے لو' کل کو یہ نہ کہنا کہ اللہ نے ہمیں ویسے ہی آؤٹ کر دیا تھا۔ امتحان میں گھسنے ہی نہیں دیا تھا۔ ہوتا ہی ہے ناں کہ کاش بیٹھ جاتے تو Qualify کر لیتے۔ تو کہا تم بھی بیٹھ جاؤ۔ پھر ہوا کیا؟ پندرہ بیس ہزار سال دے دیے۔ آپ کا تو خیال ہے کہ اسی وقت تختی پڑھ کے چلا آیا ہو گا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ پندرہ بیس ہزار learning کے عمل سے لفظ تک آتے ہوئے انسان نے گزار دیے۔ ملائکہ نے کوشش کی مگر سب سے پہلے ملائکہ لوٹ آئے۔ ملائکہ نے کہا ..... ذرا ان کا جواب سننا اس میں آپ کو ایک بڑی روشنی نظر آئے گی۔ ملائکہ کا جواب سننے کے بعد آپ کو بڑی Clearity ہو جائے گی کہ اللہ کرتا کیا ہے؟ "قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ " {البقرہ:32} آپ نے دیکھا فرشتوں نے کیا کہا کہ اے پروردگار ہمیں اس سے زیادہ کچھ علم نہیں جتنا تو بتائے۔ یہی کمپیوٹر کی صفات ہیں۔ یہی صفات ہیں کمپیوٹر کی۔ اب دیکھو ناں میں نے اپنے دماغ میں Battle of Plassey کا سن نہیں ڈالا ہوا تو میں نکال بھی نہیں سکتا۔ اگر خداوند کریم نے میری میموری میں یاد کرنے کی صلاحیت رکھی ہے تو میں نکال کے دکھا دوں گا۔ ملائکہ Day to day memory پہ چلتے تھے۔ ملائکہ وہ کمپیوٹر تھے جتنا فیڈ کیا جاتا تھا بس اس سے آگے ان میں Assimilation نہیں تھی۔ ان میں Simulation بھی نہیں تھی۔ ان کا Memory part بھی جزوی تھا۔ ان کے میک اپ آف مائنڈ میں بے شمار ایسی کمزوریاں تھیں۔ اسی لیے وہ بڑی جلدی اس امتحان سے عاجز آ گئے تھے سمجھدار بہت سمجھدار' عبادت گزار اللہ کو ماننے والے۔ سو کوئی پندرہ بیس ہزار سال بعد وفود کی شکل میں آئے اور عرض کی "قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ

الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ " (البقرہ:32) ہم تو عاجز آ گئے۔ اے پروردگار عالم ہمیں تو کوئی علم نہیں "اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا" بس وہ جو تو نے ہمیں بتا دیا۔ ہم تو اسی کاروبار حیات کے قابل تھے اور آپ تو بڑی عزت والے بزرگ ہو عالم ہو حکیم ہو۔ ہم نے اپنی ہار بھی مان لی۔ ادھر اللہ نے آدمؑ سے پوچھا "قَالَ یَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ " کہ اے آدم تو نے کیا کیا تختی کے ساتھ؟ " فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ " (البقرہ:33) زعم گفتگو تو ازل سے تھا اگلوں میں بھی اور پچھلوں میں بھی " فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ " (البقرہ:33) شروع ہو گئے فر فر۔ اس کا نام رکھ دیا۔ اس کا نام بتا دیا۔ ابھی بچے کو دیکھتے ہو اگر آپ پہلے انسان کا دماغی مرحلہ دیکھیں تو بچے کا گمان ہوتا ہے۔ وجہ کیا ہے؟ کیونکہ Later stages پہ مائنڈ ہولے ہولے Exploit ہو کے کھلتا رہا ہے۔ جوں جوں پراگرس ہوتی رہی دماغ کھلتا رہا۔ آپ حیران نہیں ہوتے کہ کمال کی بات ہے ابھی تین چار سو سال سے ساری پراگرس ہوئی ہے۔ پہلے کیا تھا؟ ایک پہیہ ایک گھوڑا ایک بگھی دشمن پر تیل پھینکنا اور اسی طرح کی یہ دو چار چیزیں۔ کہیں چائنہ میں تین ہزار سال پہلے چمڑے کی جگہ کاغذ کی ایجاد ہوئی۔ اگر آپ آج سے پانچ چھ سو سال پہلے کی زندگی دیکھو تو آپ کو معلوم ہوگا کہ چار چھ ایجادات یعنی چالیس ہزار برس میں After Neolithic Age , after Stone Age سالوں میں اتنی طوالت اور اتنی تھوڑی دریافتیں انسان کی اتنی کم پراگرس۔ اور اب آپ ہر روز کسی نئے حادثہ اطلاع کا شکار ہو جاتے ہیں۔ نئی نئی دریافتیں ہو رہی ہیں۔ اس لیے کہ کشادگی، دماغ اس وقت معمولی اور نامکمل تھی۔ جیسے آج بچہ ہے ویسے اس وقت انسان تھا۔ ہولے ہولے اس کو خدا بڑھا رہا تھا۔ خدا کا طریقہ کاری نہیں ہے عجلت۔ رفتہ رفتہ اس کو کشادگی ذہن دے رہا تھا۔ حالات بدل رہا تھا۔ Adjustment کر رہا تھا۔ یہ Transition کا کمال ہوتا ہے۔ جب قومیں بدلتی ہیں اور ایک پیٹرن سے دوسرے پیٹرن کو جاتی ہیں تو بہت بڑا استاد ہی اس تبدیلی اور انقلاب کو سنبھال سکتا ہے۔ Second world war کے بعد جب بے تحاشا اموات ہو گئیں اور یورپ میں قلت افراد ہو گئی۔ یہ ساری فحاشی اور بدکرداری جو آپ دیکھتے ہو اس کے لیے آپ یورپ کو برا نہیں کہہ سکتے۔ اگر آپ Victorian age کو دیکھو تو ایک خاتون سترہ

کپڑے پہن کر گھر سے نکلتی تھی۔ وہ ٹوٹل رومن کیتھولک تھے۔ جیسے آج کا پروٹیسٹنٹ ہے اور رومن کیتھولک بھی اور سویڈن کا کیلونسٹ بھی۔ ایک عورت گھر سے نکلتے ہوئے سترہ کپڑے پہنتی تھی۔ اتنے حجاب تھے۔ جب یہ وقت آیا انسانی معیشت کو معاشرت کو زندگی کا بہت بڑا دھچکا لگا تو یورپ میں فرسٹ ٹائم دیہاتوں سے عورتوں کا فلکس (Flux) آیا۔ اس وقت ایک جرمن عورت نے بڑی مزیدار سٹیٹمنٹ دی۔ آپ کے گوش گزار کرتا ہوں۔ جب سارے لوگ مر رہے تھے اور عورتیں برباد ہو رہی تھیں تو ایک جرمن عورت جس نے بڑا اچھا دماغ پایا تھا اس نے کہا Muhammad (PBUH) was a very very brilliant man. اس خاتون کی تھوڑی بہت کسی مسلمان سے آشنائی ہوگی۔ جرمن خاتون نے کہا Muhammad (PBUH) was a very very brilliant man. اے کاش کہ ہمارا بھی کوئی ایسا پیغمبر ہوتا اور آج ہم عزت وآبرو سے کسی سے وابستہ ہو کے زندگی گزار رہے ہوتے۔ مگر ہمارے معاشرے نے ہمیں تو بدکاری کے سوا کوئی رستہ ہی نہیں دکھایا۔ یہ آج دنیا جو ڈبل اور ٹرپل میرج پہ اعتراض کر رہی تھی ناں یہ اگر اس وقت کے جرمنی میں ہوتا یا انگلینڈ میں ہوتا تو وہ معاشرہ اس بدکاری کے کرب وبلا سے بچ نکلتا۔ یہ Selfishness کے اپنی نیوٹ سے بچ نکلتا۔ وہاں Due to rigid Roman Catholicism and Christian morality which did not accept any other way out. ان کی وجہ سے سارا یورپ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گیا۔ مادیت کے وجود کو ترقی ملی۔ Marxian philosophy کو راہ ملنی شروع ہو گئی اور اس طرح لوگ Totally ایک بہت بڑے اطمینان سے محروم ہو گئے یعنی خدا پہ یقین سے محروم ہو گئے۔

خواتین وحضرات ! جب اللہ تعالیٰ نے وہ ٹیسٹ پورا کر لیا تو تاجِ خلافت سرِ آدم رکھا۔ اس کے بعد پھر آدم سے بھی ایک غلطی ہو گئی Overall we all are mistaken. ہم نے عقل کو اپنا سمجھ لیا۔ سب سے بڑی بدقسمتی جو مجھے قرآن کی رو سے نظر آتی ہے کہ ہم نے عقل کو اپنی ملکیت سمجھ لیا۔ یہ آپ کی نہیں تھی۔ یہ تو ادھار دی گئی تھی۔ یہ تو امانت کے طور پر دی گئی تھی۔ یہ بتاؤ کہ آپ قرآن پڑھتے ہو بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ امانت آپ کی اپنی ہو۔

یہ کبھی ہو سکتا ہے؟ یہ تو آپ کی تھی ہی نہیں " **إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا " {الاحزاب" :72}** ہم نے امانت عطا کی شعور کی عقل کی سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت دی۔ برین کو تیرہ سو کیوبک سینٹی میٹر تک بڑھا دیا اس عقل کی وجہ سے اس امانت کی وجہ سے۔ ہم نے کہا سنبھال کے رکھنا۔ جس کام کے لیے دی ہے اس کام کے لیے استعمال کرنا۔ ہم لوٹنے پہ حساب لیں گے۔ بھلا عقل ہماری ہو سکتی ہے؟ کتنی بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا۔ امانت میں خیانت کر بیٹھا۔ اسے اپنا سمجھ بیٹھا۔ اللہ کہتا ہے لوٹاؤ میری طرف جو عقل تم نے لی تھی۔ جس کام کے لیے لی تھی۔ آج نہیں تو کل، کل نہیں تو پرسوں سر مرقد مبارک آپ کھڑے ہوں گے۔ قبر کے سامنے فرشتے پوچھیں گے ..... مَنْ رَبُّكَ؟ That's simple امانت کا مقصد ہی یہی تھا زندگی گزار کے آؤ کھاؤ پیو۔ بچے میں دوں گا۔ Stability میں دوں گا۔ زمین میں دوں گا۔ آسمان میں دوں گا۔ پانی میں دوں گا۔ عزت میں دوں گا۔ مرض میں دوں گا۔ شفا میں دوں گا۔ اور سب سے بڑھ کر..... "**وَمَا تَشَاؤُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ**" تمہیں چاہتیں بھی میں دوں گا۔ تمہیں ناگواری بھی میں دوں گا۔ تم نے میرا کام کر کے آنا ہے بس۔ اے حضرت انسان! یہ ساری Facilities لینے کے بعد تم نے میرا کام کر کے آنا ہے۔ کام بڑا سادہ سا ہے Total priority ہے۔ پوری زندگی دے دی۔ فرمایا رسول اکرم ﷺ نے جس نے سکرات سے ایک لمحہ پہلے بھی اعتراف ذات خداوند کر لیا اس پہ دوزخ کی آگ حرام ہے۔ سکرات سے پہلے پہلے ٹوٹل لائف کی Simple priority کیا ہے؟ وہی کہ جب رسول اکرم ﷺ کنویں میں پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے اور کسی صحابی نے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا جس نے دل سے ایک مرتبہ "**لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ**" کہہ دیا اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔ اتنی Simple اتنی معمولی پورے لائف ٹائم میں پورے ستر برس میں صرف ایک مرتبہ۔ فرمایا رسول اکرم ﷺ نے جس آنکھ سے ایک آنسو نکلا اور وہ مکھی کے سر کے برابر ہوا اور اس کے گال تک آ گیا اللہ نے ہمیشہ کے لیے اس پہ دوزخ کی آگ حرام کر دی۔ عذاب کی آیتیں کوئی مسلمانوں کے لیے تو نہیں اتریں۔ ساری

عذاب کی آیتیں اہلِ کفر کے لیے تھیں۔ اہلِ مکہ کے لیے تھیں۔ ایک لاکھ آبادی کا شہر تھا۔ ہر روز وعید عذاب آ رہی تھی۔ مگر اللہ عذاب کرنے والا ہے؟ اللہ تو عذاب کرنے والا نہیں ہے۔ جب یونس بددعا دے کے نکلے اور آبادی سے باہر نکل آئے اور کہا کہ اب عذاب کے بغیر تو کوئی چیز آئے گی نہیں۔ پیچھے ان کے خلیفہ نے اسی پیغمبر کا واسطہ دے کر کہا اے پروردگار ایک موقع دے دے۔ حضرت یونس کی خاطر موقع دے دے اور پھر وہ لوگوں کے پاس گیا اور کہا اے لوگو! پیغمبر نکل چکا ہے۔ اب تمہارا انجام Seal ہو گیا ہے۔ سائبان کا عذاب تمہارے سر پہ کھڑا ہے۔ ایک چانس ہے بس کہ سب لوگ باہر نکل آؤ۔ قومِ یونس نے بال بچے اور جانور ساتھ لیے اور کھلے میدان میں آ گئے۔ آہ و زاری کی توبہ کی۔ خدا نے سائبان کا عذاب اٹھا لیا۔ حضرت یونس مچھلی کے پیٹ میں گئے۔ پھر نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور کدو کی ایک بیل نے ان پہ سایہ کیا۔ پتے تھے ان سے بدن کو سکون ملا۔ جب آرام آیا اللہ نے بیل سکھا دی۔ یونس نے بڑا گلہ کیا۔ انہوں نے کہا اے پروردگار اتنی چھوٹی سی چیز اتنا تھوڑا سا سکون اور وہ بھی آپ نے چھین لیا۔ خدا نے فرمایا یونس اتنی چھوٹی سی چیز کا اتنا صدمہ، میں نے ایک لاکھ کا شہر آباد کیا تھا، مجھے اس کی تباہی کا غم نہ ہوتا؟ مجھے اپنے بندوں کی تباہی کا غم نہ ہوتا؟ مجھے ان پہ عذاب لانے کا افسوس نہ ہوتا؟ اگر تیری بدولت ہی میں نے ان کو چانس دے دیا تو تجھے کیا کوفت ہوئی ہے وہ تو تیری خاطر تھا تجھے واپس لانے کے لیے تھا۔ بہر حال اللہ اور پیغمبر کا آپس کا معاملہ تھا طے ہو گیا۔ طے ہونے کے ساتھ ہمیں ایک نعمتِ کبریٰ مل گئی۔ معاملہ تو ادھر طے ہوا دولت ہم تک پہنچ گئی۔ دولت یہ پہنچی کہ اللہ نے ایک عجیب سا وعدہ کر دیا۔ کمال ہے ویسے خدا کے پیغمبروں کی ذرا سی مصیبت امتوں کے لیے پتہ نہیں کتنے بڑے نفع کا باعث بن جاتی ہے۔ فرمایا کہ اے یونس تو نے جس لہجے میں ہم سے درخواست اور استدعا کی ہے مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے کہ اگر قیامت تک کوئی مومن اس لہجے سے مجھ سے دعا کرے گا تو میں قبول کروں گا "وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ" {الانبیاء:88} اے یونس تیرا صدقہ میں نے نسلِ انسان کی حد تک پہنچا دیا کہ کوئی شخص اگر اتنے سادہ انداز میں مجھ سے معافی مانگے گا تو میں معاف کروں گا۔ یونس نے کہا کیا؟ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي

کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ "(الانبیاء:87) سیدھا سا اعتراف تھا۔ یہ کوئی پانی میں بیٹھ کر پڑھنے والی آیت نہیں ہے۔ کوئی بھاری آیت یا آگ لگانے والی آیت نہیں ہے۔ جو آپ لوگ آیت کریمہ کے ساتھ کرتے ہو وہ تو بڑے ظلم کی بات ہے۔ بڑے Manners چاہئیں' پتہ نہیں کہاں کہاں سے شمعیں موم بتیاں اگر بتیاں لوبان اور عود جلاتے ہو۔ کیا مچھلی کے پیٹ میں یہ ہو رہا تھا جو آپ کرتے پھرتے ہو؟ کیا مچھلی کے پیٹ میں صفائیاں تھیں؟ کیا پیغمبر عالی مقام نے اس طرح اللہ سے معذرت کی ہے؟ وہاں تو انتہائی گہری غلاظت تھی۔ بدبو تھی۔ بدن گل سڑ رہا تھا۔ اللہ نے جواب میں کہا ٹھیک ہے ہم نے اس کو کرب و بلا سے نجات دی اور نہ صرف اس کو نجات دی بلکہ "وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ "(الانبیاء:88) اور قیامت تک ہم اس شخص کو بخشیں گے نوازیں گے معاف کریں گے اس کو نجات دیں گے جس نے ہمارے حضور اس نرم لہجے میں اتنے سادہ لہجے میں معافی مانگی۔ ادھر یہ حال ہے کہتے ہیں یہ آیت گرم بڑی ہے۔ جلالی بڑی ہے۔ پڑھتے ہوئے مرچیں لگنی شروع ہو جاتی ہے۔ سر کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ڈائریا ہو جاتا ہے۔ آپ جو آیت کریمہ کا حشر کرتے ہو یہ پیغمبر کے علم میں نہیں تھا۔ بھئی آپ سادہ طریقے سے کیوں نہیں پڑھ لیتے؟ حضور گرامی مرتبت ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے حصن حصین میں محدثین نے روایت لکھی ہے کہ اگر کوئی شخص بیماری میں چالیس مرتبہ آیت کریمہ پڑھتا ہے تو اللہ اسے شفا بخشتا ہے اور اگر اس بیماری میں اس کی موت ہو جائے تو سیدھا جنت میں جاتا ہے۔ آپ کیا چیز ڈھونڈ رہے ہو؟ بھئی جنت کو تو آپ ایسے آسیب بنا کے بیٹھے ہوئے ہو۔ ہم جب امریکہ جاتے ہیں ناں ہمارے کوئی بھائی لوگ تو ہم سارے اس کے آگے پیچھے ہو رہے ہوتے ہیں۔ محلے والوں کو پتہ لگتا ہے وہ بھی کوئی دو چار بکسے بو کے لے آتے ہیں۔ تحفے تحائف دے رہے ہوتے ہیں۔ بھئی وجہ کیا ہے؟ کیا مسئلہ پڑ جاتا ہے؟ جی یہ تو جنت کو جا رہا ہے۔ کیریئر بن رہا ہے۔ مال و اسباب بن جائیں گے۔ بڑی آسان زندگی ہو گی۔ نہ صرف اس کی ذاتی زندگی شاندار ہو جائے گی آرام دہ ہو جائے گی خوبصورت ہو جائے گی بلکہ جو ادھر پیچھے رہ گئے ہیں بیچارے یہ بھی سونے کا لاکٹ بنوا لیں گے۔ ایک دانت سونے کا لگوا لیں گے۔ گھڑیاں اس طرح چھنکاتے پھریں گے۔ لگتا یہ ہے

کہ امریکہ کا تو نام ہی ایسا ہے گو یا جنتِ ارضی کو چلے گئے ہیں۔ اگر آپ کو پتہ ہو کہ خدا نے کیا نعمتیں آپ کی آنکھ سے بچا کے رکھی ہیں۔ میں حیران ہوتا ہوں کبھی ہم اس اللہ پہ شک کرتے ہیں جس نے ایسی ایسی گلیکسی بنائی ہوئی ہے کہ ہمارے نزدیک ترین ایک گلیکسی ہے جسے اینڈرومیڈا کہتے ہیں صرف اس میں ایک کھرب ستارہ ہے۔ اگر اس نے آپ کو جگہ دینی ہو تو جنت کو تو آپ چھوڑ دو دوزخ کو چھوڑ دو اگر وہ یہ فیصلہ کر لے کہ اے لوگو اگر تم نے ذرا سا بھی اچھا کام کیا تو میں اینڈرومیڈا میں چھ چھ ستارے آپ کے حوالے کر دوں گا۔ وہی آباد کر لو۔ اس کے پاس زمین کی کمی ہے؟ آبادی کی کمی ہے؟ اس کے پاس مقاماتِ عزت کی کمی ہے؟ وہ (اینڈرومیڈا) تو آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اور جنت تو وہ ہے جس کے بارے میں اس نے کہا "**عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ**" {**آلِ عمران :133**} کہ ساتوں آسمانوں اور زمینوں سے بھی بڑی اس کی چوڑائی ہے۔ لمبائی کا تو ذکر ہی نہیں کرتا۔ یہ تو فقط چوڑائی ہے۔ اگر آپ غور کرو تو اس خدا پر بے اعتباری کے مرتکب ہو رہے ہو۔ اس پورے ایمان کو آپ نے ''لفظ'' سے ''یقین'' کو لانا ہوتا ہے۔ There is only one way کہ آپ ''لفظ'' سے ''یقین'' کو آتے ہو۔ یہ جو آپ کا فرضی یقین ہے۔ یہ جو سنا سنایا یقین ہے اس کو خدا قطعاً پسند نہیں کرتا۔ خواہ یہ غیر مسلم کا ہو یا مسلمان کا ہو یاد رکھئے کہ He does not believe in blind faith at all. یہ کہنا غلط ہوگا کہ آپ کا ایمان مضبوط ہے کیونکہ آپ کو تو مکمل یقین چاہیے۔ اس لیے کہ He does not believe in blind faith at all. اندھا دھند یقین پہ وہ کوئی اعتبار نہیں رکھتا" **إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ** " {**الانفال:22**} کہ میرے نزدیک بدترین جانور وہ ہیں جو اندھوں اور بہروں کی طرح خدا کی آیات پہ گرتے ہیں۔ جو سوچ اور سمجھ سے کام نہیں لیتے جو غور و فکر سے کام نہیں لیتے وہ اللہ کے نزدیک بدترین جانور ہیں۔ خدا مفروضوں سے قائل نہیں ہوتا۔ You have to find your argument with God. "**لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ** " جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا" **وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ** " جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا" **وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ** "{**الانفال**

:42} اللہ سننے والا ہے اور علم والا ہے۔ وہ دلیل کی بات کرتا ہے۔ علم کی بات کرتا ہے۔ اس کے درجات نمازوں پہ نہیں ہیں۔ اس نے لوگوں کے درجات نماز و روزہ پہ نہیں رکھے۔ آپ پانچ وقت نماز پڑھ لو کافی ہے اس کے لیے پانچ وقت۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے ابن عمر تم خدا کو اپنی عبادات سے تھکا نہیں سکتے۔ اس کے سامنے زیادہ بن بن کے نہ پھرو۔ زیادہ فاقے نہ کرو۔ زیادہ تہجدیں پڑھ لیں تو پڑھتے رہو مگر تم خدا کو اس طرح قائل نہیں کر سکتے۔ پروردگار عالم تھکنے والا نہیں ہے اجر دیتے ہوئے، تم تھک جاؤ گے عبادت کرتے ہوئے۔ چار دن، تہجد کے لیے اٹھو گے پھر صبح کی نماز بھی جائے گی۔ اتنا عمل کرو جتنا نفس اجازت دیتا ہے اور سہولت دیتا ہے۔ ہاں اگر آگے بڑھنا ہے تو محبت اور انس میں بڑھو Priority maintain کرو۔ خدا کو زندگی کے معاملات میں لاؤ۔ اپنے Functions اس کے تحت مرتب کرو۔ سوچ لو کسی کام کو کرنے سے ایک لمحہ پہلے سوچ لو۔ کیا خدا مجھے اس کی اجازت دے دے گا؟ کیا خدا کو میری اس حرکت پہ کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟ میں جو اللہ کو چاہنے والا ہوں میں اس کی خاطر دوسری چاہتوں سے تھوڑا سا گریز نہ کروں؟ "لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ" (آلِ عمران:92} مجھے خدا کی محبت نصیب نہیں ہوگی جب تک میں اپنی محبتیں خدا کی محبت پہ قربان نہ کروں۔ خدا حجاب میں ہے تو کیا ہوا محبت تو پیدا ہی حجاب میں ہوتی ہے۔ وصال میں محبت نہیں سامنے آتی۔

تو نمی دانی ہنوز شوق بمیرد ز وصل

اقبال نے کہا تجھے نہیں پتہ کہ محبت وصال سے مر جاتی ہے۔

چیست حیات دوام سوختن ناتمام

اصل محبت وہ ہے جو تمام عمر تمہیں جلائے۔ زندہ رکھے۔ جو آرزو کبھی ایک پل کے لیے بھی آپ کے مقصد شہود سے نہ جائے۔ محبت وہ ہے جو قبر کے کنارے تک پہنچے۔ وہ آرزو جو آپ کو قبر سے آگے لے جائے۔ محبت خداوند ہے۔ ہلکی ہلکی آہستہ آہستہ، وہ جو داغ کا شعر ہے کہ

رہ رہ کے وہ پچھتاتے ہیں کہ کیوں اس کو ستایا

تھم تھم کے میری آہ میں یارب اثر آیا

خدا کی آرزو تھم تھم کے مسلسل آہستہ رو پوری زندگی پہ محیط ہوتی ہے۔ برق رفتاری سے چل کے ختم نہیں ہو جاتی۔ یہ شہاب ثاقب نہیں ہے کہ آسمان سے ٹوٹا اور فضا میں کھو گیا اور پھر وہی تیرہ و تار رات۔ یہ وہ محبت ہے جو پائیداری کو جاتی ہے۔ سرکار رسالت مآب ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ سے اپنا گمان اچھا رکھو۔ ایک اللہ کے ولی تھے۔ بڑی عبادت کی۔ فوت ہو گئے۔ کسی نے خواب میں دیکھا۔ اچھا! زندگی میں اللہ سے ڈرتے بہت تھے۔ تقویٰ کا مطلب لوگوں نے ڈر سمجھا ہے۔ تو بڑے ڈرے ڈرے بہت ہی خوفزدہ رہتے تھے۔ جب مر گئے تو کسی دوسرے ولی اللہ نے انہیں خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ اے پروردگار کے ولی جب تو آسمان پر پہنچا تو تیرے ساتھ کیا ہوا؟ کہنے لگے کچھ نہیں بس Basic interview ہوا اللہ کے ساتھ تو اس میں اللہ نے کہا کہ تجھے میرا فقط خوف ہی یاد تھا اور میری کوئی صفت نہیں تھی۔ اب تو یہاں بھی ڈرتا رہے گا۔ تیری سزا یہ ہے کہ تو یہاں بھی ڈرتا رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ گمان اچھا رکھو۔ حضور ﷺ کے پاس ایک بدو آ گیا۔ بدو آ کے کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن حساب کون لے گا؟ فرمایا اللہ خود۔ وہ ہنسا اور ہنس کے چل دیا۔ بڑی حیرت ہوئی، اصحاب حیران ہوئے، خود آقائے دو جہاں ﷺ حیران ہوئے کہ یہ کیا بات ہوئی ہنسا کیوں ہے اسے بلاؤ۔ جب واپس بلایا گیا تو پوچھا تم ہنسے کیوں ہو؟ اس میں کیا خوشی کی بات ہے کہ خدا خود حساب لے گا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے زندگی میں دیکھا ہے کہ جب کوئی عالی ظرف حساب لیتا ہے تو بڑی نرمی سے لیتا ہے پھر خدا سے بڑا عالی ظرف کون ہوگا۔ دیکھیں کیا عجیب بات ہے اگر ایک بدو کو یہ بات سمجھ آ گئی ایک بدو کو تو کیا ہمیں نہیں سمجھ آتی؟ کیا خوبصورت ایمان تھا اس کا؟ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ جب کوئی عالی ظرف حساب لیتا ہے تو بڑی نرمی سے لیتا ہے پھر خدا سے بڑا عالی ظرف کون ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ خدا سے اپنا گمان ہمیشہ اچھا رکھو۔ اس کو کیوں سخت ناموں سے یاد کرتے ہو؟ یہ تو آپ کا خیال ہے۔ میں آپ کو اپنی چھوٹی سی بات بتاتا ہوں۔ لوگوں نے مجھے بڑا کہا واحد اور قہار بڑے جلالی نام ہیں بڑے سخت نام ہیں۔ کسی نے کہا عزیز بڑا سخت نام ہے جلالی نام ہے۔ مجھے تو آج تک سمجھ نہیں آئی کہ جلال اور جمال میں فرق کیا

ہے۔ اصل میں جمال ہی کو جلال آتا ہے ورنہ تو اور کسی کو آتا ہی نہیں ہے۔ کسی خالی خولی خوفناکیت کو تو جلالیت نہیں کہہ سکتے۔ اگر ہمارے دل میں صحیح معنی میں کوئی جلال پیدا ہوتا ہے تو اس جمال سے ہی خوف پیدا ہوتا ہے جس سے ہمیں محبت ہوتی ہے۔ ڈر بھی اسی کا ہوتا ہے کہ یہ جمالی اچانک جلالی ہو کر ہمیں ترکِ وفا پہ مجبور ہی نہ کر دے۔ جلال کا اور تو کوئی ڈر نہیں ہوتا۔ تو حضور گرامی مرتبت ﷺ کا ارشاد ہے کہ خدا پہ گمان اچھا رکھو۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہ جو جلالی نام ہیں ان کو ہم جمالی کیسے بنا سکتے ہیں؟ پھر میں قرآن پڑھ رہا تو ایک آیت میری نظر سے گزری۔ دیکھو میں آپ کو ایک نکتہ بتا رہا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ قیامت میں خدا قہر و جلال سے کیوں اترے گا؟ وہ تو محبت ہے۔ آغازِ کائنات تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے کیا رحمن و رحیم سے کیا تو کیا عجیب بات ہے کہ جب مصیبت کی گھڑی آئی تو نئے ناموں سے آ گئے۔ اصولاً تو چاہیے تھا کہ وہاں بھی رحمن و رحیم ہو کے اترتا۔ کہتا اے بندگانِ خدا آؤ میری محبت کی پناہ میں آؤ۔ میری آرزو کرو۔ تم لوگوں نے میرا بڑا ساتھ دیا۔ تم نے پتہ نہیں کہاں کہاں مجھے یاد کیا تو آؤ میری طرف۔ مگر وہاں تھوڑے سے قہر و جلال سے اترے گا۔ آپ کے لیے نہیں مساکین کے لیے نہیں ان مغرور اور متکبر لوگوں کے لیے اترے گا جنہوں نے اس کی خدائی کو چیلنج کیا۔ اس کی کبریائی کی چادر پہ ہاتھ ڈالا۔ وہ عام لوگوں کے لیے قہر و جلال سے نہیں اترے گا۔ وہ پروردگارِ عالم اس دن اس قہر و جلال سے اس لیے اترے گا کہ زمین پہ متمرد فرعون و ہامان و نمرود جنہوں نے اسے چیلنج کیا۔ اس دن وہ کہے گا "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" (غافر: 16) آج ملک کس کا ہے؟ یہ آپ کے لیے نہیں ہے۔ ہمارا تو ملک ہی کوئی نہیں ہے۔ ہم تو غریب مسکین ادھر ایک مکان کے کرایہ دار ہیں۔ مگر کچھ تو ہیں جو دعوے دار ہیں کہ ملک ہمارا ہے۔ سلطنتیں ہماری ہیں۔ ہم خدا کی زمین کے مالک ہیں۔ ہم رجالِ مصر ہیں۔ تو خدا قہر و جلال سے ہمارے لیے نہیں ان کے لیے اترے گا جنہوں نے مخلوقِ خدا کو بہکایا اپنے زیرِ اثر کیا اور جبر کی علامات ظاہر کیں۔ ان کے لیے اترے گا اور ایک بات یاد رکھئے گا چاہے زندگی میں کوئی خطا کر لو غرور و کبریائی سے پرہیز کرنا۔ حضرت عمرؓ بن خطاب جب ایلیا کی فتح کو نکلے انہوں نے بڑا سادہ سا لباس پہنا ہوا تھا' عاجزانہ

سا۔ ان کو تو آپ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ انہوں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہوا تھا کیونکہ جب گمنٹ جسم کے ساتھ اور دماغ کے ساتھ مل جاتی ہے تو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ انہوں نے جبراً پہنا ہوا تھا۔ وہ فطرتاً لباس صوف میں تھے۔ ان کے استقبال کے لیے حضرت خالدؓ بن ولید آئے۔ انہوں نے بڑے ریشمی جبے اور بڑی خوبصورت دستار پہنی ہوئی تھی۔ حضرت عمرؓ نے کن اکھیوں سے دیکھا چہرے پہ انقباض آیا اور کہا تم نے بڑی جلدی اہل عجم کے طریقے اختیار کر لیے۔ حضرت خالدؓ بھی بڑے کائیاں تھے۔ وہ بھی آخر صحابیؓ تھے' کوئی کم رتبہ تو نہیں تھے۔ انہوں نے عرض کی یا امیر المومنین ایسا تو بالکل نہیں ہے۔ ہم نے ان ریشمی لبادوں کے تلے بڑی تیز دھار تلواریں تیار کر رکھی ہیں۔ پھر جب کھولا ہتھیار بند تھے' پھر تلوار دکھائی۔ اس تلوار کی جب چمک دکھائی تو حضرت عمر مطمئن ہو گئے اور کہا! اچھا پھر ٹھیک ہے۔ دنیا میں آپ کو جو عیش و آسائش چاہیے ضرور لو مگر تلوار چمکتی ہوئی رہنی چاہیے۔ تیاری مکمل رہنی چاہیے۔ میوزک سنو ضرور سنو۔ کیونکہ ایک دفعہ ایک شادی کی تقریب میں دو صحابی رسول تشریف فرما تھے تو اوپر سے ایک نو وارد صحابیؓ آ گئے۔ گانا لگا ہوا تھا رقص ہو رہا تھا تو انہوں نے کہا کفارہ وا اے صحابی رسول ﷺ یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے تم لہو ولعب میں مصروف ہو۔ انہوں نے کہا جاؤ اپنا کام کرو تمہیں نہیں سننا تو نہ سنو ہمیں رسول اللہ ﷺ کے حضور سے شادی بیاہ کے موقع پر لہو کی اجازت ہے۔ ایک دفعہ ایک غلامہ تھی اور جب حضور ﷺ گھر آئے تو اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے ایک منت مانی تھی کہ آپ جنگ سے لوٹیں گے تو میں دف پہ آپ کو گیت سناؤں گی۔ آپ ﷺ نے کہا اچھا نذر مانی تھی تو سناؤ۔ پھر وہ شروع ہو گئی' جب وہ شروع ہو گئی تو اوپر سے ابو بکرؓ آئے وہ گاتی رہی۔ عثمانؓ آئے وہ گاتی رہی۔ علیؓ آئے وہ گاتی رہی۔ عمرؓ آئے تو اس نے فوراً دف نیچے چھپا دی۔ وہ قریب آئے تو رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا دیکھا شیطان عمرؓ سے بھاگتا ہے۔ آپ دیکھتے ہو اس حدیث میں اصل میں کیا ہے؟ Temperamental ۔ Restriction بھی ہے Allowance بھی ہے۔ restriction بھی ہے۔ Religious restriction بھی ہے۔ اگر آپ اس حدیث کو دیکھیں تو Psychological very profound حدیث ہے۔ کہ حضور ﷺ نے نہ پسند

کیا اور نہ برا منایا Allowance دے دی۔ حضرت ابو بکرؓ نرم خو تھے Tolerate کیا۔ حضرت عثمانؓ آئے نرم خو تھے Tolerate کیا۔ مگر ہمارے اپنے بھائیوں میں اگر کوئی اہلحدیث ہوتا' ہمارے چار بھائیوں میں اگر ایک بریلوی ایک دیو بندی ایک اہلحدیث ہوتا تو ایک نے اجازت دی' دوسرے نے Ignore کیا' تیسرا آ کے سر پہ چڑھ بیٹھتا۔ کہتا بند کرو اس خرافات کو۔ اب اس کا جواز موجود ہے مگر اس کا Temper نہیں برداشت کرتا۔ ہم مذہب کو ہمیشہ Temper سے اُچک لیتے ہیں۔ علم سے نہیں لیتے۔ میرے مزاج میں سختی ہے میں جماعت اسلامی کا ہو جاؤں گا۔ میرے نظام میں کوئی اکیڈیمکس کی برتری ہے تو میں ضرور اہلحدیث میں شامل ہو جاؤں گا۔ اگر میرے مزاج میں کمزوری ہے خدمت گزاری ہے میں جا کے پیر فقیر کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ تو یہ مذاہب جو ہم اختیار کرتے ہیں یہ ہم اپنے اپنے Temperament پہ اختیار کرتے ہیں۔ کیا اس حدیث سے ظاہر نہیں ہوتا کہ Allowance تو Create ہو گئی۔ مگر ہمارا اپنا ٹیوٹ اس Allowance سے تھوڑا Differ کرتا ہے۔ ایک گھر میں بھی ہو سکتا ہے ایک قبیلے میں بھی ہو سکتا ہے۔ ایک معاشرے میں ہو سکتا ہے But religion is not meant for extremism , it is not meant for a few individuals. مذہب ابتدائی Unit of man سے اسٹارٹ لیتا ہے۔ یہ اعلیٰ ترین لوگوں کے لیے بعد میں ہوتا ہے۔ مگر چونکہ مذہب ایک معاشرے ایک تمدن کی بنیاد رکھ رہا ہوتا ہے۔ اس لیے خدا کے حضور وہ بندہ Important ہے جو محنت کش ہے جو ریڑھی لگاتا ہے۔ تاکہ سہولت اسلام اس تک پہنچے۔ یہ نہیں کہ مقدس لوگوں نے ہی اسلام کو اپنایا۔ That is one of the reason that there is no church in Islam. From the minor most citizen of the kingdom of the Islam to the top most ہر بندہ خدا سے ایک تعلق رکھتا ہے۔ خدا کو ہم نے نہیں بنایا۔ ہمیں خدا نے بنایا ہے۔ اگر ہمیں خدا نے بنایا ہے تو ہر انسان میں کوئی اور صلاحیت اس نے رکھی نہ رکھی خدا کو پہچاننے ماننے اور محبت کرنے کی صلاحیت رکھی ہے۔ ورنہ قبر میں ایک ان پڑھ

سے یہ سوال نہ پوچھا جاتا کہ من ربک؟ یہ تو بے انصافی کی بات ہے۔ ایک Ph.D (پی۔ ایچ۔ ڈی) سے بھی وہی سوال ایک میٹرک فیل سے بھی وہی سوال۔ بندہ پوچھے کہ اللہ میاں میں تو پڑھا لکھا ہی نہیں تو خوامخواہ مجھ سے اتنا بڑا سوال کیوں پوچھ رہا ہے۔ میں نے تو پڑھا ہی نہیں ہے جب وہ کہے من ربک؟ میں اتنی Detail میں نہیں گیا۔ میں اتنے فلسفے نہیں جانتا۔ میں ساری عمر روٹی کماتا رہا۔ مجھے کیا پتہ کون تمہارا رب؟ مگر خدا نے یہ صلاحیت ایک Minor most unit سے لے اعلیٰ ترین انسانی فکر کو عطا کی ہے کہ وہ اپنی اپنی سطح خیال سے خدا کا اعتراف بھی کر سکتے ہیں۔ اس کی قربت کی آرزو بھی کر سکتے ہیں اور اس کے دائرہ محبت میں بھی شامل ہو سکتے ہیں۔

وما علینا الا البلاغ

سوال وجواب

س: کیا تسخیرِ کائنات مکمل طور پر عقل کے اختیار میں ہے؟ اگر ہے تو یہ ٹیڑھی علم ہے یا روحانیت؟

ج: تسخیرِ کائنات کا جو لفظ ہے شاید یہ انسان کے لیے ہے ہی نہیں۔ کائنات کے جتنے تغیرات ہیں اردگرد کے جو معاملات ہیں دراصل اسی نشان کو ڈھونڈنے میں معاونت کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر آئن سٹائن کہتا ہے کہ There is a great design in the universe. یا جیسے سمندر کا جو محقق ہے وہ نیچے اتر کر مچھلیوں کی ساخت پہ فیصلہ دیتا ہے کہ یہ پیچیدگی جو اس کے سٹرکچر یا اس کے جین میں ہے یہ کسی معتبر ذات کے سوا کسی خارجی پاور کے سوا کوئی Automatically create نہیں کرسکتا۔ جیسے ہم کہتے ہیں کہ دنیا اور کائنات میں ہر چیز حادثات پہ گزر رہی ہے۔ زندگی کیسے پیدا ہوگئی؟ حادثہ تھا۔ پہلا پھل کیسے آگیا؟ حادثہ تھا۔ پہلا درخت کیسے تخلیق ہوا؟ حادثہ تھا۔ پہلی بھیڑ بکری کیسے پیدا ہوئی؟ حادثہ تھی۔ تو Slowly and gradually جب ہم زندگی کے پیچھے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پہلے حیاتیات کا سیل کیسے پیدا ہوگیا؟ حادثہ تھا۔ انسان اس قدر بے یقینی اور بے اعتباری کا مظاہرہ کرتا ہے کہ وہ اس حادثے کو کسی کے ضمن میں بیان کرتا کسی پروردگار اور اس کی تخلیق کے ضمن میں بیان کرنے کو پسند نہیں کرتا۔ لندن میں میری ایک بڑے ٹاپ اینتھروپالوجسٹ سے بات ہورہی تھی۔ میں نے اس

سے کہا کہ یار بات سنو پہلے پیدا ہوتے ہی انسان خدا کا نام کیسے لے سکتا ہے؟ میں تب مانتا اگر میرا بچہ پیدا ہوتے ہی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہہ دیتا۔ میں تب مانتا اگر وہ چھٹی ساتویں میں کہہ دیتا کہ میں خدا کو مانتا ہوں اور کسی چیز کو نہیں مانتا۔ ہم ابتدائے عقل سے لے کر انتہائے عقل تک کے جتنے مراحل طے کرتے ہیں اس کے برعکس میں دیکھتا ہوں کہ ایک پی۔ایچ۔ڈی فرما رہے ہیں کہ خدا کوئی نہیں ہے اور انسان اپنے وجود میں بالغ ہے۔ عقل کی یہ تسخیر نہیں ہے انسان کی Capacity میں جو شواہد کائنات سے انفس و آفاق سے انسان جو آرگومنٹ اکٹھی کرتا ہے جو دلائل اکٹھا کرتا ہے خدا کو ماننے یا نہ ماننے کے اس کے بارے میں اس کے گمان پہ ہمیں جانا پڑتا ہے کہ اس نے ان تمام آثار سے سیکھا کیا ہے؟ Let me tell you one simple thing کہ سائنسز کیوں نہیں یہ سمجھتیں۔ مجھے نہیں سمجھ آتی کہ فرض کیا تم نے پتہ کرلیا ہے اتنی بڑی کائنات ہے تو کیا تم کوئی شیڈیول دے سکتے ہو کہ ہم مریخ پر یا بالائے کائنات یا اپنی Constellation کے باہر یا ہزاروں لاکھوں Constellations کو کس طرح تسخیر کریں گے؟ ٹائم کیا لگے گا؟ کیا ہمارے پاس اتنا ٹائم ہے؟ کیا ہماری دنیا کا وقت اتنا ہے کہ ہم اس کائنات میں تسخیر کرتے ہوئے بالآخر کسی مقامِ عرشِ معلی تک پہنچ جائیں؟ Obviously اس پوری کائنات میں Enigma یہ ہے کہ اگر آپ ذاتی محنت کرتے رہو تو آپ کسی قیمت پر بھی اس کائنات سے باہر نہیں جا سکتے۔ یہی اللہ کا قول ہے کہ اے گروہ جن و انس اگر تم پورا زور بھی لگا لو تو تم اس کائنات سے باہر نہیں جا سکتے۔ اس لیے اس کی تسخیر کا وہ مطلب نہیں ہے جو ہمارے ذہنوں میں ہے۔ اس کو اگر تمہارے کام پر لگا دیا گیا ہے تو اس کا مطلب تسخیر نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ذرہ کائنات ہر شے اللہ کی طرف راغب کرتی ہے۔ یہاں تک تو مشکل تھی مگر دوسری طرف خدا نے تسخیر کو آسان کر دیا ہے کہ جو شخص ان شواہد سے سمجھ کے یقین کے ساتھ خدا کے حضور جائے گا اس کو ہم اتنی آسانی دیں گے کہ اسے کائنات سے باہر جانے میں یا اسے مسخر کرنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ خدا نے ایک لفظ استعمال کیا ہے اِلَّا بِسُلْطَانٍ کہ دلیل کے بغیر آپ اس کائنات سے باہر نہیں نکل سکتے۔ یہ تسخیر فزیکل نہیں ہے بلکہ سلطان اور عقل کی

اس معرفت سے ہے جو آپ اشیاء کے بارے میں حاصل کرتے ہو۔زمین و آسمان میں اگرچہ ابھی تک سائنسز کو سراغ نہیں ملا ہے مگر ایک انسان ایسا تھا جو کائنات کی حدود پھلانگ گیا تھا۔ایک ایسے انسان کا ذکر ملتا ہے۔دیکھو اگر آپ غور کرو تو یہ تلاش میسوپوٹیمیا(Mesopotamia) کی سیویلائیزیشن سے شروع ہوئی سات ہزار قبل مسیح سے شروع ہوئی جہاں گلگامش (Gilgamish)اور انکیدو(Enkidue) کی داستان میں ایک سلطان ہے ایک بادشاہ ہے جو حقیقت کو جاننے کے لیے سفر کرتا ہے مصائب اٹھاتا ہے(اس کا نام گلگامش ہے) جو مرتے وقت اس کی تسخیر تک اس خیال تک خدا کی معرفت تک پہنچتا ہے۔اسی طرح ہم گریک مائیتھالوجی میں دیکھتے ہیں Hercules ہے Thesius ہے Perseus ہے یہ تمام بڑے ہیروز جو ہیں ان میں Ulyseus ہے۔یہ سارے بے پناہ کرب و بلا اور مصائب سے گزرتے ہوئے بالآخر یہ کوئی تسخیر کائنات نہیں کر رہے۔مگر Hercules جب فاتح عالم ہو کر End پہ پہنچتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ تم اپنے وجود کی سلطنت سے اس وقت نکلو گے جب تم مرے بغیر اپنی زندگی خدا کے حوالے کر دو گے۔مرے بغیر اس وجود کی Limitations کے ساتھ کوئی شخص بھی اس کائنات کی حدود سے نہیں نکل سکتا۔مگر حیرانی کی بات ہے کہ ایک شخص" سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ "{الاسراء:1}یعنی ایک شخص خدا کی شناخت کے ساتھ اور بہت بڑی دلیل کے ساتھ اٹھتے ہیں اور نہ صرف زمین 'اسراء' کا مطلب یہ ہے کہ پہلے وہ زمین کی تمام حدود طے کرتے ہیں اور پھر وہ معراج تک پہنچتے ہیں اور کائنات بالا کی سیر کرنے کے بعد واپس آتے ہیں۔تو یہ تسخیر جو ہے اِلَّا بِسُلْطَانٍ ممکن نہیں ہے خدا کے بغیر ممکن نہیں ہے۔آپ اگر معجزات عالم پہ نظر ڈالیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ معجزہ ایک دلیل ہوتی ہے۔معجزہ کوئی اوٹ پٹانگ حرکت نہیں ہوتی یہ ملاء اعلیٰ سے ایک موثر دلیل ہوتی ہے۔آج آپ fusion اور Diffusion کے مسائل پہ کتنے بے تاب ہیں اور آج آپ سمجھتے ہو کہ دنیا کا کوئی مستقبل موجود ہے یا کائناتی سفر کا مستقبل ہے تو وہ Electrochanesis میں ہے۔جب

تک ہم اس مقام تک نہیں پہنچتے ہم اس وجود کے ساتھ اتنے لمبے سفر نہیں کر سکتے۔ ہماری شکلیں بیکار ہو جائیں گی۔ ہمارا دنیا کا سارا سرمایہ خرچ ہو جائے گا اور ہم کبھی بھی کائنات بالا کو تفصیل سے نہیں دیکھ پائیں گے کیونکہ یہ مقصد ہی نہیں ہے۔ مگر ایک وہ شخص ہے جو حضرت سلیمنؑ کے دربار میں بیٹھا ہے بلکہ ایک نہیں دو اشخاص ہیں۔ ایک اپنی پاور کا سادہ سا مظاہرہ کرتا ہے اور جن کہتا ہے کہ اے بادشاہ اگر تو مجھے اجازت دے تو میں تیم روز تک ملکہ سبا کے اس تخت کو تین ہزار میل کی دوری سے تیرے حضور پہنچا سکتا ہوں۔ مگر ایک شخص وہ ہے جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ جسے اللہ نے کتاب کا علم دیا تھا۔ یہ کتاب کا علم تو کمال کی بات ہے۔ ہمارے سامنے تو کوئی کتاب نہیں ہے۔ معقول تو ایک ہی ہے حضرت آدمؑ کے صحائف میں یا صحف ابراہیمؑ و موسیٰؑ میں اور انجیل میں تورات میں چاہے وہ زبور ہو چاہے وہ آریز کی ویدا نتا ہو چاہے وہ کوئی بھی چیز ہو اس میں خدا کتاب کے علم سے ایک ہی امکان ایسا پیدا کر سکتا ہے کہ پلک جھپکنے میں ایک سیکنڈ کے اٹھارہ ہزارویں حصے میں وہ تخت ملکہ سبا سے دربار سلیمنؑ میں پہنچ جاتا ہے۔ تسخیر یہ ہے اور اس میں سوچنا پڑتا ہے۔ Sciences are reaching to the same truth with much more difficulties. جہاں اللہ کی مدد سے آپ پلک جھپکنے میں پہنچ جاتے ہو۔ اگر آپ استعارے کو سمجھو تو پھر آپ کو بات بڑی آسانی سے سمجھ آ جاتی ہے۔ اتنی محنتیں کرتے کرتے خدا کے حضور مشقتیں اٹھا کر بالآخر انسان بھی اسی فیصلہ پہ پہنچا" **وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ** " {الأنبياء:30} کہ تمام حیات پانی سے پیدا کی ہے۔ نہ کوئی لیبارٹری نہ کوئی Equipment نہ کوئی بندہ محمد رسول اللہ ﷺ قرآن پڑھ کر سنا رہے ہیں" **وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ** " {الأنبياء:30} اب ذرا غور کرتے ہو کہ بغیر محنت بغیر مشقت بغیر عرق ریزی کے بغیر جبیں سوزی کے ایک شخص محترم پندرہ سو برس پہلے ایک بہت بڑے Biological origin کی شناخت کر رہے ہیں اور فرما رہے کہ خدا نے کہا ہے کہ " **وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ** " {الأنبياء:30} کہ ہم نے تمام حیات پانی سے پیدا کی ہے اور وہ آدمی جو محنت کر رہا ہے مشقت کر رہا ہے ہزاروں سالوں کی مزدوری سے گزر رہا

ہے Scientific experimentation کے بعد سرجیمز جینز یہ کہتا ہے کہ "All life is created out of water" 1800 ء یا 1900 ء میں ہبل کے آنے سے پہلے پہلے تمام سائنسی پس منظر یہ کہتا ہے کہ آسمان میں کچھ ثابت ہیں اور کچھ سیارے ہیں۔ کچھ ستارے کھڑے ہیں کچھ چل رہے ہیں۔ پندرہ سو برس پہلے نہ کوئی لیبارٹری نہ کوئی رسدگاہ نہ کوئی آسمان پہ چڑھ کے الیکٹرانک دوربینوں سے گھور رہا ہے وہ کہتا ہے "کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی" {فاطر :13} تمام ستارے چل رہے ہیں کائنات میں کوئی شے ثابت نہیں ہے۔

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

بڑی مدت کے بعد آپ اس آیت کے استحکام تک پہنچتے ہو۔ خداوند کریم نے فرمایا کہ میں نے جو کائنات بنائی ہے اس میں کوئی ثابت نہیں ہے کوئی ٹھہرا ہوا ستارہ نہیں ہے۔ ساری کائنات میں ہر چیز چل رہی ہے۔ مگر آپ نے کتنی مشقت اٹھائی پندرہ سو برس بعد آپ اس آیت کی سچائی تک پہنچے۔ کبھی اس میں طولیمی آیا۔ کبھی کوپرنیکس آیا۔ کبھی گلیلیو آیا۔ انہوں نے ماریں کھائیں چرچ کی زجر و توبیخ سہی End میں آ کے آپ نے Allow کیا اور بڑی دیر کے بعد And finally they came to this result that everything is moving in the universe. اب سوال یہ ہے کہ تسخیر کون سی ہے؟ تسخیر تو وہ ہے۔ تسخیر تو یہ ہے کہ کوئی بغیر مشقت کے قدرت کے رازہائے سربستہ جان جاتا ہے۔ اور محنت یہ ہے کہ اتنی ساری مشقتوں کے بعد کوئی نئی انڈرسٹینڈنگ نہیں ڈویلپ کرتا بلکہ وہی پندرہ سو سال پرانی انڈرسٹینڈنگ کی تصدیق کر رہا ہے کہ He was right اور ہم غلط تھے۔ بات یہ ہے کہ اصل تسخیر خدا کو جاننے میں ہے مگر خداوند کریم کو اس کی جو سب سے بڑی چیز پسند ہے وہ غور ہے تحقیق ہے جستجو ہے اور آرزوئے علم ہے۔ کیا دعائیں ہیں جو اللہ نے خود سکھائی ہیں۔ پیغمبر سے زیادہ پڑھا لکھا کون ہوتا ہے؟ پیغمبر کو تلقین کی کہ "قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا" {طٰہٰ :114} خود بھی یہ دعا مانگ اپنے سننے والوں کو یہ دعا سکھا اپنے ماننے والوں کو یہ دعا سکھا کہ خدا کے حضور اگر تم نے کوئی بہترین چیز طلب کرنی ہے تو

وہ علم ہے "قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْماً "{طٰہٰ:114}اے ہمارے رب ہمارا علم بڑھا۔ پھر آپ دیکھیں وہ کیا حدیث ہے"اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ کَانَ بِالصِّیْن" علم تلاش کرو چاہے تمہیں چین جانا پڑے۔ بھلا چین میں اس وقت کون سا پیغمبر بیٹھا ہوا تھا۔ پیغمبر آخرالزماں ﷺ تو مدینہ وعرب میں تھے ۔مدینہ میں تھے ۔علم تو یہاں بٹ رہا تھا۔ پھر یہ کون سا علم ہے جس کے بارے میں حضور ﷺ کی حدیث ہے "اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ کَانَ بِالصِّیْن" یہ قرآن کی اس آیت کے مصداق ہے جس میں اللہ نے کہا کہ جس کو مجھ پہ یقین اور اعتبار ہے جو صبح وشام دوپہر اٹھتے بیٹھتے ہر وقت میرے ذکر واذکار میں مصروف رہتے ہے مجھے مانتے ہیں" اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَاماً وَّقُعُوداً وَّعَلٰی جُنُوبِہِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "{آل عمران:191} یہ وہ لوگ ہیں جو ہر وقت خدا کی یاد میں رہتے ہیں۔ خدا کی یاد میں رہنے کے لیے کوئی پہاڑ نہیں چاہیے ۔ پہاڑ کی کھوہ نہیں چاہیے ۔ کنویں میں کوئی چلہ معکوس نہیں چاہیے۔ حبس قبر نہیں چاہیے بلکہ یونیورسٹیوں کے برآمدے بھی چاہیں دالان بھی چاہیں ۔علم وادب کی چراہ گاہیں اگر زمین وآسمان میں اس وقت کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ہیں تو خداوند کریم کی سب سے بڑی Appreciation یہ ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ تمہیں غرور ہونا چاہیے کہ تم نے جان لیا ہے بلکہ تمہیں سہولت ہونی چاہیے کہ پڑھ لکھ کے خدا کو بہتر جان لیا ہے۔

س: کیا حضرت آدم جنت میں غلطی نہ کرتے تو پھر بھی زمین پہ اتارے جاتے؟

ج: آپ کو پتہ ہے حدیث رسول ہے کبھی یہ نہ کہو کہ یہ نہ ہوتا تو وہ ہو جاتا۔ آپ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا۔ ہونا تو وہی تھا جو ہو چکا ہے یا ہو رہا ہے۔ اس لیے آدم جنت میں غلطی نہ کرتے یہ عجیب سا مفروضہ ہے۔ اگر نہ کرتے تو میرا خیال ہے کہ وہ وجود سے عدم میں چلے جاتے۔ اگر نہ کرتے تو شاید آدم کی جگہ کوئی اور آدم آ جاتا۔ کیونکہ جس شخص سے آپ کا واسطہ پڑا ہے وہ بار بار قرآن میں کہتا ہے یار تم کمال کے لوگ ہو۔ تم زمین وآسمان کی تخلیق پہ غور نہیں کرتے ۔کائنات پہ غور نہیں کرتے ۔ کیا یہ بنانا آسان ہے جو مجھے تمہیں بنانے میں مشکل ہوگی؟ اس لیے یہ ہونا ہی تھا مگر وہ غلطی جو آدم سے ہوئی جو اولادِ آدم کے زمین پر ورود مسعود کا باعث بنی۔

ہم اور آپ اس غلطی کے یا شکر گزار ہیں یا محبتِ کش عذاب ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہم نے اپنے باپ داوا کا مرہونِ منت ہونا ہے کہ انہوں نے اس خطا سے ہمیں زمین پہ نئے تجربات علم سے آشنا کیا' نئے یقین سے آشنا کیا بلکہ ایک Eternal life کی خبر دی۔ ہمیں اپنے پروردگار کی خبر دی آگہی دی پہچان دی "کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً" میں ایک چھپا خزانہ تھا "فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ" میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں "فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِیَعْرِفُوْنِی" میں نے مخلوق کو اپنے تعارف کے لیے پیدا کیا۔ حضرت آدمؑ کی جگہ کوئی بھی ہو سکتا تھا مگر یہ حادثہ ضرور ہونا تھا۔

س: خداوند تعالیٰ کے کتنے عالم ہیں کیا ہر عالم میں کعبۃ اللہ ہے؟

ج: دیکھو جی! بات یہ ہے کہ کعبۃ اللہ ہے کیا؟ آپ ذرا غور کرو اگر خدا کو کعبۃ اللہ کی اتنی تقدیس گوارا تھی' آپ اس چیز کو سمجھو تو آپ کو سمجھ آ جائے گی' کیا عجیب ہے کہ دو سو چالیس بتیس یا چالیس برس اس میں بت پڑے رہے۔ عمرو بن لحی سے لے کر جس نے کعبہ میں پہلا بت رکھا حضور ﷺ کے زمانے تک اتنے برسوں تک کعبۃ اللہ میں بت پڑے رہے۔ اس کے گرد ننگے طواف ہوتے رہے۔ اگر وہ واقعی اس کا اسی طرح کا گھر ہو جس طرح ہمارے گھر میں ہم سے خرافات برداشت نہیں ہوتیں تو اللہ کو بھی کبھی برداشت نہ ہوتا۔ وہ قوموں کو اجازت نہ دیتا برباد نہ کر دیتا؟ کعبۃ اللہ کے طواف کا مقصد دیکھو۔ اس سے پہلے آپ حضرت ابراہیمؑ کی دعا دیکھو۔ وہ دعا کیا تھی کہ اے اللہ میں ان بھوکے ننگے اپنے بچوں کو چھوڑ کے جا رہا ہوں اور اگر تُو کوئی مرکزیت تخلیق نہیں کرے گا اگر تُو لوگوں کے دلوں میں اس جگہ کی محبت تخلیق نہیں کرے گا تو لوگ کیسے آئیں گے؟ میرے بچے کہاں سے کھائیں گے؟ کہاں سے ان کو رزق ملے گا؟ میں تو ان کو ویران صحرا میں چھوڑ کے چلا ہوں۔ یہاں تو گوہ اور سوسمار کے علاوہ کوئی چیز ہی نہیں ملتی۔ میرا اسماعیلؑ کہاں سے کھائے گا میری زوجہ کہاں سے خوراک حاصل کرے گی؟ تو خداوند کریم نے لوگوں کے دلوں کو ڈھالنے کے لیے کعبہ کی مرکزیت کو از سرِ نو تخلیق کیا۔ اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا مانگی کہ " رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ یَتْلُوْ عَلَیْهِمْ آیٰتِکَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَیُزَکِّیْهِمْ "{البقرہ:129} دیکھیں اس وقت کی

دعائیں بارہ جنریشنز کے بعد قبول ہوئیں۔ حضورﷺ اور حضرت ابراہیمؑ میں بارہ جنریشنز کا فرق ہے اور یہ بارہ جنریشنز ایمان پہ نہیں تھیں۔ یہ تو کفر و شرک میں مبتلا جنریشنز تھیں۔ مگر رسول کی دعا رسول تک پہنچنے میں کتنا عرصہ اور فاصلہ لیتی ہے اور کتنے سو برس لیتی ہے اور خداوند کریم نے اس دعا کی مرکزیت کے لیے اس گھر کو مسلمانوں کے لیے مقرر کیا۔ مگر یہ تو نہیں ہوا کہ خالی کفر کے زمانے میں یہاں پتھر پڑے رہے بلکہ جب مسلمان موجود بھی تھے تو قلعہ الموت کے حشیشین نے یہاں سے حجر اسود اٹھایا اور اسے اپنے ہاں لے گئے اور مدتوں وہاں پڑا رہا۔ یعنی حجر اسود خانہ کعبہ میں نہیں تھا۔ پھر اسے واپس لایا گیا اور دوبارہ Place کیا گیا۔ زمان و مکاں میں اور Particularly کعبہ کی حدود میں اللہ تعالیٰ نے بڑی برکات رکھیں۔ اس گھر کو اس کا گھر سمجھنا چاہیے جو دل میں اخلاص لے کر اس گھر کو جاتا ہے پس دیوار کعبہ اسے حضورﷺ بھی نظر آتے ہیں اور اللہ کا دیدار بھی نصیب ہوتا ہے۔ اس کا خیال بھی دل میں آتا ہے۔ اگر آپ دیوار گھورتے رہو گے تو پھر تو کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا مگر اگر پس منظر میں جاؤ گے تو پروردگار عالم نے اس زمین کو بہت برکت دی۔ آپ کو پتہ ہے برکت کیا شے ہوتی ہے؟ کہ ایک زمین کا ٹکڑا دوسرے ٹکڑے پہ فخر کرتا ہے کہ آج مجھ پر ایک ایسے شخص کے پاؤں گزرے ہیں جو خدا کی یاد میں تھا۔ کعبہ تو وہ زمین ہے جس پر ہمیشہ سے اس کی یاد ہوئی ہمیشہ اس کے کلمات عالیہ کی سربلندی ہوئی۔ اسی لیے خدا نے اس دیوار کا ذکر تو نہیں کیا مگر قرآن میں یہ ضرور کہا "فیہ آیات بینات" {العمران:97} یہاں ہم نے بڑی ظاہر اور کھلی آیات رکھیں ہیں۔ ان دعاؤں میں اس اخلاص میں اس محبت کے طواف میں۔ ورنہ طواف کیا ہے؟ اصحاب نے عرض کی یا رسول اللہﷺ باقی تو چلو سنت ابراہیمؑ ہے۔ رمی جمرات وغیرہ تو چلو سنت ابراہیمؑ ہے۔ وہاں جانا آنا تو سنت ابراہیمؑ ہے مگر ایک خاتون کی سنت کی متابعت ہم کیوں کر رہے ہیں؟ سیدہ حاجرہ جو ادھر ادھر بھاگی ہیں تو ہم ان کے لیے مشقت کیوں اٹھائیں؟ اللہ کو تنبیہ کرنا پڑی کہ ابراہیمؑ میرا دوست تھا اس کی بیوی بھی میری دوست تھی اور اگر سنت ابراہیمؑ ادا کرنی ہے تو سنت حاجرہ بھی ادا کرنی پڑے گی۔ "إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ" {البقرہ:158} کہ صفا اور مروہ بھی میرے طریق میں

سے ہیں۔ سچ پوچھو تو یہ سارا Chapter دوستی محبت اور انس میں لکھا گیا ہے یہ دیواروں اور زمینوں پہ نہیں لکھا گیا۔ سو اپنے دل میں اخلاص کی حفاظت کرو۔ جیسے کسی نے کہا ہے

از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

س: گفتگو کا آغاز یقین واثر سے عاری بے عملی سے ہوا ایسا پختہ یقین کیسے پیدا ہو جو عمل سے ظاہر ہو؟

ج: پہلے تو مشقت ہی کرنی پڑتی ہے پہلے پہل تو ہم لوگ نفس کی حمایت میں خدا سے جھوٹ بولتے ہیں۔ اس کو الٹ کرو خدا کی حمایت میں نفس سے جھوٹ بول لو۔ اس کو کہہ دو کہ میں خدا کو کوئی نہیں یاد کر رہا۔ دو چار تسبیحات پڑھ لوں بس۔ اس تخریب کار (نفس) کی ایک عادت ہے کہ یہ عادت پہ مستقل ہو جاتا ہے۔ اس کی یہ عادت ہے کہ یہ عادت پہ پکا ہو جاتا ہے۔ اس لیے آپ اس کو خدا کی یاد کی عادت ڈال لو۔ دوسری چیز نفس کی ایک صفت ہے Curisity استعجاب کی تھوڑا سا اس کو لالچ دے دو کہ خدا ملتا ہے یار چھوڑو پرے۔ اس کو جب بھی کسی نے بہکایا ہے تجسس پہ بہکایا ہے Excitement پہ بہکایا ہے۔ تم بھی تھوڑا سا لالچ دے دو۔ عقل اس کو بھی فریب دے جاتی ہے۔ نفس عقل سے بڑا نہیں۔ شیطان آپ سے بڑا نہیں ہے۔ جونیئر قوم ہے جونیئر مخلوق ہے۔ آپ خوامخواہ ڈر کے ہلاک ہوئے پڑے ہو۔ یہ اتنا عقل والا ہوتا تو سجدہ نہ کر لیتا؟ جاہل مطلق تھا اسی لیے وہاں سے نکلا۔ اب آپ پہ اپنی شان جما رہا ہے۔ یہ شیطان اتنا بے وقوف ہے کہ آپ کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتا ہے اور آپ کو بتاتا ہے میں کتنا پاورفل ہوں۔ بخدا یہ طاقتور نہیں ہے۔ صرف ایک بات ہے جو اللہ نے کہی تم اسے نہیں دیکھ سکتے یہ تمہیں دیکھ لیتا ہے۔ دیکھتا ہے تو دیکھتا رہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ بعض اوقات ہم ایک Variable constant ہیں۔ انسان ایک Variable constant ہے۔ ہمارا مزاج ایک جیسا نہیں رہتا۔ ہمیں کبھی بڑی محبت اللہ سے محسوس ہوتی ہے اور کبھی ہم اللہ سے گلہ گزار ہوتے ہیں۔ کبھی شکوہ طراز ہوتے ہیں۔ کبھی مایوس ہوتے ہیں۔ کبھی خوش ہوتے ہیں۔ اس گلستان میں بے شمار ہوائیں چلتی ہیں ان ہواؤں کے چکر میں ہم کوئی نہ کوئی Leverage اس کمبخت کو دے جاتے ہیں۔ اس

کو پتہ ہوتا ہے گو کہ یہ ہماری نظر سے اوجھل ہوتا ہے لیکن چونکہ اس کا کام ہی ہمیں بہکانا ہے۔ اسے دنیا کا اور کوئی کام نہیں ہے He is only there to disturb us: جب بھی یہ دیکھا کہ بندہ کمزور ہے بس اس پہ اٹیک کر دیا۔ خدا جانتا ہے کہ یہ دشمن آپ کا کھلا اور صریح دشمن ہے۔ دو چار چیزوں سے کام لیتا ہے "اِنَّمَا یَأْمُرُکُمْ بِالسُّوْءِ وَالْفَحْشَاءِ" (البقرۃ:169) تمہیں بھوک سے ڈرائے گا اور کہے گا اوئے خوئے پیسے ختم ہو گئے کھائیں گے کہاں سے؟ آگے تو اللہ ہے ہی کوئی نہیں کون ہمیں دے گا؟ ہمارے دل میں سب سے بڑا خوف اور بے ایمانی اس لیے پیدا کرتا ہے کہ اگر ہم فیوچر سے متعلق اپنی زندگی سے مایوس ہوتے ہیں تو اس کا ظاہرہ مطلب یہ ہے کہ ہم حالات سے ہی نہیں بلکہ ہم ایمان سے مایوس ہو چکے ہیں۔ ہماری Feeling یہ ہوتی ہے کہ آگے خدا کوئی نہیں۔ یہاں تک تو خدا آیا تھا۔ آگے یا تو وہ چلا گیا ہے کہیں چھٹی کر گیا ہے کائنات چھوڑ گیا ہے بڑی لیٹ اطلاع پہنچے گی اور ہم مارے جائیں گے۔ شیطان ہمارے اندر یہ احساس پیدا کر دیتا ہے۔ اگر آپ اس احساس کی گرفت سے نکلنا چاہتے ہیں تو وسوسے سے نکلنا بڑا سادہ سا کام ہے۔ وسوسہ کہتے ہیں پائل کی جھنکار بلکی سی چاپ، دستک۔ پیچھے سے دروازہ کھٹکاتا ہے ایک خیال کا خط پھینک کے بھاگ جاتا ہے۔ اب اس خیال کو پڑھو دیکھو خیال کس فریکوئنسی پہ آ رہا ہے؟

وما علینا الا البلاغ

فکرِ اسلام

(An Approach to Islam)

اَعُوذُ بِاللّٰہِ السَّمِیعِ الْعَلِیمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ

مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِی

مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّی

مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا

نَصِیْرًا O

(۱۷ (الاسراء): ۸۰)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ

عَمَّا یَصِفُوْنَ O

وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ O

وَالْحَمْدُ

لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O

(۳۷ (الصّٰفّٰت): ۱۸۰-۱۸۲)

خواتین وحضرات! Abbotabad was my most favorite city

when I was a young بلکہ میں اسے مری پہ پریفر (Prefer) کیا کرتا تھا۔ اور سب

سے زیادہ جو حسن ایبٹ آباد میں تھا اگرچہ مری کی طرح اس کے بادل کمروں میں گھس کر ہم سے مصافحہ نہیں کرتے اگرچہ اس قسم کی لینڈ سلائڈنگ کثرت سے اِدھر نہیں ہوتی۔ But it was a city of peace and education. اور سب سے بڑھ کر یہ چاکلیٹوں کا شہر ہوتا تھا۔ شروع شروع میں جب ہمارے ہاں یہ رسم زیادہ نہیں آئی تھی تو جب میں ایبٹ آباد اپنے چھوٹے بھائی سے ملنے آتا اس وقت ایک آرزو یہ بھی ہوتی کہ وہاں بڑے فوجی قسم کے چاکلیٹ ملیں گے اور سستے ملیں گے۔ تو میرا اور ایبٹ آباد کا یہ رشتہ بڑا ازلی ہے اور اب بھی جب میں یہاں آتا ہوں تو ایک اپنائیت کا احساس ہوتا ہے۔ بہت سارے ماشاءاللہ میرے یہ شاگرد جو ہیں شاید اس زمانے میں پیدا بھی نہیں ہوئے ہوں گے۔ مگر اب ایسے لگتا ہے کہ ان وقتوں کی ابتداء ان وقتوں سے ہو گئی تھی۔ اب جب میں آتا ہوں تو مجھے ایبٹ آباد ویسا ہی اچھا لگتا ہے ویسا ہی پیارا لگتا ہے لوگوں سے ویسے ہی خلوص و وفا کی خوشبو آتی ہے۔ میں بہت شکر گزار ہوں۔ اگرچہ بہت عرصہ یہاں رہنے کو جی چاہتا ہے مگر پھر ہر ایک کا دیس اپنا اپنا ہوتا ہے۔ ہم مشقتوں کے دیس کے مارے ہوئے ہیں۔ بجلیوں کے بحرانوں کے مارے ہوئے ہیں۔ راتوں کو بھی آرام کو ترستے ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ کم از کم آپ رات کو یہاں آرام سے آنکھ لگا لیتے ہیں۔

ابھی میں نے ایک نعت سنی تھی۔ اتفاق کی بات ہے کہ یہ ایک بڑا نازک سا موضوع ہے نعت رسول ﷺ کہنا اور کچھ لوگوں نے اس میں کمال کر دیا ہے۔ بہت خوبصورت اشعار لکھے ہیں جو کسی پیغمبر کے مقام نبوت....... مقام نبوت کو تو شاید ہم کبھی بھی نہیں پہنچ سکتے مگر ہر نبی کا ہر رسول کا ایک مقام دانش بھی ہوتا ہے۔ اور جس طرح کوئی دانش مند انکسار کرتا ہے جب رسول ﷺ کی تعریف کا وقت آیا تو عجیب سا لگا کہ اللہ کے پاس بھی مروجہ زبان کے لفظ ختم ہو گئے تھے۔ عربی میں بھی گنجائش نہیں تھی۔ ایک مروجہ زبان میں آپ کسی حسین کو کتنا حسین کہہ سکتے ہیں؟ اگر آپ Positive لفظ استعمال کرتے رہو تو آپ کبھی بھی تعریف پوری نہیں کر سکتے۔ بہت حسین بہت ہی خوبصورت ہے۔ حد سے بڑھ کر خوبصورت ہے۔ مگر ان سارے الفاظ میں اس کی تعریف پوری نہیں کر سکتے۔ لاہور میں جب کسی کو بہت حسین کہنا ہو تو کبھی بھی Positive لفظ نہیں استعمال

کرتے۔ کوئی کہتا ہے نری قیامت ہے۔ کوئی کہتا ہے بالکل ہی قاتل ہے۔ جب ہم
Negative لفظ استعمال کرتے ہیں تو کم از کم کسی کے حسن کا تھوڑا سا خاکہ نظر میں آجاتا ہے۔
جب اللہ کو اپنے رسول ﷺ کا حسن بیان کرنا تھا۔ ان کی ایک صفت کریمانہ بیان کرنی تھی تو
Positive لفظ استعمال نہیں کیا "حَرِيصٌ عَلَيْكُم" {التوبۃ:128} بہت حریص ہے تمہاری
محبت کے لیے۔ یہ عجیب وغریب لفظ اللہ نے استعمال کیا۔ ایک Negative لفظ استعمال کیا۔
یعنی تمام Positive حدود سے آگے جا کر محمد رسول اللہ ﷺ اپنے لوگوں کے حق میں اتنے
مہربان ہیں اتنے کریم ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عبدیت کے حروف سے بھی آشنا نہیں کیا بلکہ
ڈائریکٹ اپنے نام دے دیئے۔ جیسے میں ایک پوری کائنات کے لیے رؤف الرحیم ہوں محمد رسول
اللہ ﷺ تمہارے لیے رؤف الرحیم ہیں۔ اس دنیا کی حدود میں رؤف الرحیم ہیں۔ یہ نہیں کہا کہ
عبدالرؤف اور عبدالرحیم ہیں۔ عبدیت کا سلسلہ ان میں تھا مگر رسول اکرم ﷺ کی امت کی
خیر خواہی اتنی وسیع اتنی بڑی تھی اتنی عظیم تھی کہ خدا کو کہنا پڑا کہ جیسے میں کائنات کل کے لیے رؤف
الرحیم ہوں اے امت مسلمہ محمد رسول اللہ ﷺ تمہارے لیے رؤف الرحیم ہیں اور اتنے زیادہ ہیں
کہ جیسے کسی شخص کو حرص پڑ جاتی ہے کسی کی بہتری کی اللہ کے رسول کو اپنی امت کی فلاح وبہبود کی
حرص پڑی ہوئی ہے۔ کہ کوئی موقع فروگذاشت نہیں کرتے' کوئی موقع ...... اور ہمیشہ آپ کو
نعت کا وہ انداز اچھا لگے گا کہ جس میں کچھ بے بسی کا اظہار ہو۔ جب آپ نعت کے بڑے اشعار
سنتے ہو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں تمام اشعار میں ایک انجام یہی آتا ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا
شاعر بھی جب تعریف رسول ﷺ کرتا ہے تو ایک جگہ آ کے اس کا سانس ختم ہو جاتا ہے الفاظ ختم ہو
جاتے ہیں۔ تب آپ کو یاد آتا ہے کہ اللہ نے کیوں ایک Negative لفظ استعمال کیا۔ جیسے
اقبال نے بہت ہی خوبصورت انداز میں انتہائی عالمانہ شان میں رسول اکرم ﷺ کی تعریف فرمائی
ہے۔

وہ دانائے سبل

ہم کہتے ہیں قافیہ اور ردیف کی اور الفاظ کی مترادفات کی اتنی خوبصورت بندش شاید کسی شعر میں نہیں

آئی ہوگی جو اس شعر میں آئی ہے۔

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کُل جس نے

غبار راہ کو بخشا فروغ وادی، سینا

کتاب عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر

وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طہٰ

مگر جو آخری شعر ہے اقبال نے اپنا نہیں لکھا۔ آخری شعر میں وہی بے بسی نظر آتی ہے کہ

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر

کہ یہ عرش کے نیچے ایک ایسی ادب گاہ ہے

نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

کہ اس مقام عزت پہ بہت بڑے اولیا کی بھی سانس گم ہو جاتی ہے یعنی گم ہو جاتی ہے حواس گم ہو جاتے ہیں۔ جب آقا و رسول ﷺ کے قریب آتے ہیں جب اس مسند رسالت کے قریب پہنچتے ہیں جب صحبت رسول ﷺ کے قرب میں آتے ہیں تو ان کی دماغی صلاحیتیں ان کی تمام لفاظی ان کا تمام علم سلب ہو جاتا ہے۔ اور وہ کسی اچھے انداز تعریف کے لیے سسک رہے ہوتے ہیں کہ ہم اپنے آقا و رسول ﷺ کی کس لفظ سے تعریف کریں۔ دیکھو غالب نے تو قصہ ہی ختم کر دیا۔ اس نے جان چھڑا لی۔ اس نے مختصر سی بات کہہ کر جان چھڑائی کہ

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم

کہ اے غالب ہم نے تو خواجہ کی تعریف اللہ ہی پہ چھوڑ دی ہے۔ غالب نے اپنی بے بسی کا اظہار ایسے کیا۔

کہ آں ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است

ہم نے اپنے رسول ﷺ کی تعریف خدا پہ چھوڑ دی کہ اس ذات پاک کے سوا کوئی مرتبہ محمد ﷺ نہیں جانتا۔ جب ہم جانتے نہیں ہیں تو تعریف کا حق کیسے پورا کریں گے؟

اب حافظ کو دیکھیں لسان پارس اتنا بڑا شاعر کہ دنیا بھر کے شاعر اس کا اعتراف کرتے

ہیں۔ جرمنی کا گوئٹے تعریف کرتا ہے۔ انگریز سارے بڑے سے بڑے شاعر حافظ سے متاثر ہوتے ہیں۔ ایسا ایسا خوبصورت شعر اس نے لکھا ہے ایسا ایسا خوبصورت کہ دنیا حیران ہے اس کی نزاکت پہ اس کے شعر کی نشست و برخاست پہ مگر جب رسول اکرم ﷺ کی تعریف پہ آتا ہے تو

بعد از خدا بزرگ تو ہی قصہ مختصر

اور کوئی لفظ ہی نہیں رہ جاتے کہ

بعد از خدا بزرگ تو ہی قصہ مختصر

اللہ کے بعد تو ہی بڑا ہے بس قصہ مختصر۔ نعت کا پیٹرن جب بھی آپ نے اختیار کرنا ہے اور نعت کی بات کرنی ہے دو چار چیزیں ضرور کیا کریں۔ ایک تو اشعار کا اچھے اشعار کا انتخاب کیا کریں۔ دیکھو امیر مینائی نے چھوٹی سی ایک تعریف کی ہے بڑی خوبصورت سی ذرا اُلٹے رستے سے آکے

جب مدینے کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں
حسرت آتی ہے یہ پہنچا میں رہا جاتا ہوں

ایک انداز تعریف یہ بھی ہے کہ

جب مدینے کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں
حسرت آتی ہے یہ پہنچا میں رہا جاتا ہوں

تو یہ لازم ہے کہ نعت میں اور نعت کے انداز میں اس مقام عزت و کرم کی نگہداشت رہے جس کا حضور رسول اکرم ﷺ ایک حق رکھتے ہیں اور وہ بہت بڑا حق ہے۔ اس لیے کہ شفاعت میں محبت میں یہ جو ہم نے طریق اپروچ سیکھا ہے خدا کی طرف اسلام کی طرف یہ صرف رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتایا ہے۔ اپنے رسول ﷺ کے ذریعے خدا نے ہم تک وہ انداز اختیار پہنچایا ہے جس پہ چل کر ہم خدا کو پہچان سکتے ہیں۔ اس سے اُنس رکھ سکتے ہیں۔ اس سے محبت رکھ سکتے ہیں۔ بھلا خدا محبت ہو اور اس کا رسول ﷺ محبت ہو اور اگر اللہ کو اپنے بندوں کی طلب اور آرزو ہو گی اور اللہ کے رسول ﷺ کو اپنی امت کی طلب شفاعت کی آرزو ہو گی پھر سختی کہاں سے آئے گی؟ کہاں سے رجحان پیدا ہوگا Rigidity اور سختی کا؟ ڈانڈا کہاں سے آئے گا؟ سوٹا بازی کہاں سے آئے گی؟

یہ کہاں سے تیر و تبر چلیں گے؟ اگر خدا بھی اتنا مہربان ہو "کَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ" {الانعام:54} اور رسول ﷺ بھی اتنا مہربان ہو کہ رؤف اور رحیم ہو تو آپ مجھے بتا سکتے ہو کہ مذہب میں سختی کہاں سے آئے گی؟ کس اپروچ سے ہم خدا کو طلب کرنے جائیں گے؟ اگر ہم سخت دل ہیں اگر ہمارے اپنے جذبات کڑے ہیں اگر ہم احساسِ محرومی کا شکار ہیں اگر میں سوسائٹی سے انتقام لینے نکلا ہوں اگر میں اپنے بھائیوں سے رنجیدہ ہوں اگر میرے دل میں قہر و غضب بھرا ہے اگر میں قاتلِ وقت ہوں اور مجھے ہابیل پر ترس نہیں آئے گا تو پھر اس کو مسلمان کہو گے؟ یہ جو ہمارے رجحان ہیں سختی کے کشیدگی کے ظلم کی شدت کے بربریت کے یہ اسلام سے نہیں آئے۔ یہ خدا سے نہیں آئے۔ محمد رسول اللہ ﷺ سے نہیں آئے۔ یہ ہمارے اپنے اور ذاتی ہیں۔ یہ ہمارے آبائی ہیں۔ ہمارے مجلسی آداب ناقص ہیں۔ ہمارے اپنے اخلاق و اطوار ناقص ہیں۔ اسلام اس طرح نہیں پھیلا۔ اسلام اس طرح لوگوں نے قبول نہیں کیا۔ جب شروع شروع میں لوگ (مسلمان فاتح) گئے تھے۔ اگر فاتح ظالم ہوتے فاتح اگر لٹھ بردار ہوتے فاتح اگر تلوار کشیدہ رہتے تو پھر ایک بھی بندہ مسلمان نہ ہوتا۔ مصر مسلمان نہ ہوتا۔ ایران مسلمان نہ ہوتا۔ یہ جزائر وقت مسلمان نہ ہوتے۔ آج ایک ارب مسلمان پھیلا ہوا نہ ہوتا۔ اللہ نے بہت تعریف کی رسول اللہ ﷺ کی یہ خلقِ عظیم کے مالک ہیں۔ بہت بڑا اخلاق ہے میرے رسول ﷺ کا۔ اصحابِ رسول ﷺ بھی تو کسی عظیم اخلاق کے مالک ہوں گے ناں۔ آخر جب وہ کسی جزیرے پہ اترے ہوں گے۔ کسی ویرانے میں گئے ہوں گے۔ انہوں نے امانت دیانت اور علم پہنچانے کے طریقے سیکھے ہوئے تھے۔ ہدایت کے طریقے سیکھے ہوئے تھے۔ وہ انڈونیشیا میں تلوار لے کر نہیں اترے۔ وہ ملائیشیا میں تلوار لے کر نہیں اترے۔ سرانڈیپ میں تلوار لے کر نہیں اترے۔ ہر جگہ محبت سے ہر جگہ انس سے گئے۔ امانت سے گئے۔ دیانت سے گئے۔ اخلاق اور روایت کی پاسداری سے گئے۔ جو طعنے اب ہم کو مل رہے ہیں۔ یہ ہمیں مل رہے ہیں اسلام کو نہیں مل رہے۔ ابھی کچھ عرصہ ہوا ایک دوست کوریا چلا گیا۔ وہاں ایک بوڑھی عورت کا مہمان ہوا۔ کچھ عرصے کے بعد بوڑھی عورت کہنے لگی تمہارا مذہب کیا ہے؟ اس نے کہا مسلمان ہوں۔ بڑھیا نے کہا دیکھو میرے عزیز برا مناؤ گے کیا تم

خفیہ طور پر مجھے مسلمان کر سکتے ہو؟ تھا تو وہ میری طرح ہی اس لیے کہ ہمیں بھی اتنی دلچسپی نہیں ہوتی زبردستی کسی کو مسلمان کرنے میں۔ آجکل تو رواج چل نکلا ہے ایک مسلمان ہوا واپس آ کے اخبار میں دس گنوائے۔ بڑے عظیم لوگ جاتے ہیں۔ بہت سارے تبلیغ کر کے بڑے مسلمان کر کے گھر چلے آتے ہیں۔ تو اس نے مائی سے پوچھا کہ کیا پرابلم ہوا تیرے ساتھ؟ تو کیوں مسلمان ہونا چاہتی ہے؟ اس نے کہا زندگی گزر گئی بہت زندگی گزر گئی ہے ایسا بندہ کوئی نہیں دیکھا جیسا تُو ہے۔ بات کا بھی سچا ہے۔ مال کا بھی ایمان دار ہے۔ تُو پریشان بھی نہیں لگتا۔ مٹھاس بھی تیرے لہجے میں بڑی ہے۔ تیری نگاہ میں بھی شرافت اور عزت ہے تو مجھے تو ایسا بندہ پہلے کوئی نظر نہیں آیا۔ میں اپنے سارے ہم وطنوں کو جانتی ہوں مجھے لگتا ہے کہ تیرے مذہب کی وجہ سے یہ سارا کچھ ہے تو تُو مجھے مسلمان کر لے۔ وہ بیچارہ گھبرایا ہوا میرے پاس آ گیا۔ کہنے لگا وہ بوڑھی عورت مجھے ایسا کہتی ہے تو کیا مسلمان کرلوں؟ مجھے اس کے انداز سے پتہ لگا کہ مسلمان کرنا کتنی بڑی ذمہ داری کی بات ہے۔ اس کا خوف یہ تھا کہ کل کو میری کوئی عادت بری ہوگی تو یہ عورت کیا کہے گی کہ جس کی وجہ سے میں مسلمان ہوئی اس کا کیا حال ہے۔ ایک دفعہ میں لندن چلا گیا۔ ایک بہت بڑے پروفیسر ملنے آئے۔ پانچ گھنٹے بحث و مباحثہ ہوا۔ اٹھتے ہوئے کہنے لگے Do you think I should convert? میں نے کہا No, I don't think so بھئی پڑھے لکھے آدمی ہو کوئی ان پڑھ ہوتا اس کو میں بہلا پھسلا لیتا مسلمان کر لیتا۔ تُو Already انتھروپالوجی کا پروفیسر ہے۔ خدا کا پہلے سے منکر ہے۔ اب اگر مسلمان بھی ہو جائے گا تو مجھے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ البتہ ہو سکتا ہے وہ جیسے کسی فرانچائز پہ آگے بڑھانے سے کچھ فرنچائز والے بھی لے لیتے ہیں۔ اس کا اگر 100% ثواب ہوتا ہو تو شاید 5% میرے حصے میں بھی کیش ہو جائے۔ اس سے زیادہ تو کوئی بات نہیں۔ تو میں نے کہا بھائی مجھے کوئی شوق نہیں آپ کو مسلمان کرنے کا As such I tried one thing to you کہ تمہارے ذہن میں کچھ لاکس تھے کچھ Fixations تھیں کچھ بندشیں تھیں کچھ رکاوٹیں تھیں میں نے کوشش کی ہے کہ تمہیں ایک نیا ویو پوائنٹ دے دوں۔ ایک ایسا ویو پوائنٹ جو جنرلی ایک سادہ سے پڑھے لکھے مسلمان کا ہوتا ہے۔ میں تجھے یہ بتاؤں کہ ہم مسلمان

کیوں ہیں؟ ہم خدا کو کیوں چاہتے ہیں؟ کیوں مانتے ہیں؟ میں نے تو اس لیے تمھیں بتایا۔ ورنہ میرا مقصد یہ نہیں تھا کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ کیونکہ مسلمان ہونے کے لیے عقل و معرفت اور ہوش وحواس کی پابندی لازم ہے۔ اگر مسلمان ہونے کے باوجود آپ عقل استعمال نہیں کرو گے۔ شعور استعمال نہیں کرو گے۔ غور وفکر کی صلاحیتیں استعمال نہیں کرو گے تو پھر قرآن کی وہ آیت تم پہ لاگو ہو جائے گی" **إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ**" **{الانفال:22}** کہ بدترین جانور میرے نزدیک وہ ہیں کہ جو اندھوں اور بہروں کی طرح مسیج کو قبول کرتے ہیں۔ غور وفکر کیوں ضروری ہے؟ سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ بار بار غور وفکر کرنا کیوں ضروری ہے؟ اس لیے کہ غور وفکر ہی آپ کے علم کو آپ کے وجود میں ڈھالتا ہے۔ اگر آپ سوچو گے غور کرو گے پھر آپ کو خدا سے محبت اور انس ہوگا۔ پھر اس کی عادات شریفہ کو قبول کرنے کے لیے اللہ کی عادات کو اپنانے کے لیے اپنے رسول ﷺ کی عادات کو اپنانے کے لیے آپ کے اندر ایک مکینیکل سسٹم رائج ہو جائے گا۔ وہ سسٹم جو آپ کو مسلسل ہدایت دے گا اور روشنی دے گا۔ اس سسٹم کی وجہ سے پھر آپ خدا اور رسول ﷺ کی طرف چلنے پہ راضی بھی ہوں گے اور ان کے نقش قدم پہ چل کے اپنی برأت فکر کو بھی پائیں گے۔

خواتین وحضرات! دل میرا بھی بڑا کرتا ہے کہ ایک جابر مطلق کی نمائندگی کرتے ہوئے میں آپ پہ قہر ساماں کی طرح گروں۔ آپ کو بتاؤں اللہ فنا کر دے گا۔ اللہ برباد کر دے گا۔ اللہ تمھیں الٹا ٹانگ دے گا۔ اللہ تمھیں پیس۔ پا دے گا۔ اللہ تمھیں قبر میں گاڑ دے گا۔ تمھیں اٹھنے کے قابل نہیں چھوڑے گا۔ پتہ نہیں کون کون سے عفریت کتنے بڑے بڑے جہنم کے شعلے اونٹوں کی گردنوں کی قطاروں کی طرح۔ اس طرح تمھیں آ کے جلائیں گے خاک کر دیں گے۔ یہ کہ تمہارے بدن کبھی نشوونما نہیں پائیں گے۔ کبھی آگ کے عادی نہیں ہو سکیں گے۔ ایک جلد اترے گی دوسری چڑھے گی۔ تمہارا عذاب بہت بڑا ہے۔ مگر میں یہ تب کہوں اگر اللہ یہ چاہے تو۔ اگر اللہ یہ چاہے آپ کے ساتھ ٹریٹمنٹ تو میں تب کہوں۔ اُدھر Practically اللہ کچھ اور کر رہا ہوتا ہے۔ اللہ کفار مکہ کو سزا سنا رہا تھا۔ اللہ کفار مکہ کو جہنم کی وعید دے رہا ہوتا ہے۔ اللہ کفار مکہ کو ایسا ایسا عذاب

تا ہے گلا سڑا ہوا پانی دھاتوں کا اور زنگ کے ستونوں کی خبر دے رہا ہوتا ہے۔ مگر مکہ میں ہوا کیا تھا؟ یہ حیران کن بات ہے ایرو ج تو اس سے مرتب ہوتی ہے۔ اس سے نہیں ہوتی جو وہ سنار ہا ہوتا ہے۔ اس سے ہوتی ہے جو وہ کرر ہا ہوتا ہے۔ یہ ڈراوے یہ سارے کے سارے یہ آپ کو بلانے کے نئے طریقے ہیں۔ آرام سے جو نہیں آپ سنتے' تو اس نے کوئی نہ کوئی خبر وحشت ناک سنا کے ہی آپ کو اپنی طرف لانا ہے۔ کوئی نہ کوئی مصیبت ڈال کے پیچھے موڑ نا ہوتا ہے۔ جھٹکا دینا ہوتا ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ جس کا دماغ زیادہ خراب ہو جائے اسے بجلی کے جھٹکے دیتے ہیں۔ تو خدا آپ کو یہ باتیں یہ وعید سخت اس لیے سناتا ہے تا کہ آپ اس کی طرف لوٹ آئیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ سارے کے سارے مکہ کو ہلاکت میں چلا جانا تھا۔ برباد ہو جانا چاہیے تھا۔ جہاں ایک بچہ بھی آگ سے نہیں بچنا چاہیے تھا۔ وہاں جب محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو صرف چار بندوں کو سزا ہوئی چودہ بندوں کو موت ہوئی۔ اور جن چودہ بندوں کو موت ہوئی ان کو خدا کے رسول کی وجہ سے نہیں ہوئی' خدا کی وجہ سے نہیں ہوئی۔ صرف ایک درے پہ عکرمہ بن ابی جہل نے خالد بن ولید کا سامنا کیا۔ مکہ میں داخلے کے وقت فقط ایک درے پہ جب کہ داخلے کا تمام عمل پر امن رہا۔ اور جب حضرت سعدؓ نے علم ہاتھ میں لیا اور رستے میں کہا کہ آج ہم مکہ والوں سے اپنے بدلے لیں گے تو حضور ﷺ نے علم ان کے ہاتھ سے لے کر کسی اور کو دے دیا کہ یہ بدلے وہ لے کا دن نہیں ہے۔ بدلہ لینا ہوتا تو اللہ لے لیتا۔ بدلہ لینا ہوتا تو مروہ اور صفا کی پہاڑیاں الٹ دیتا۔ بدلہ لینا ہوتا تو سائبان کا عذاب سر پہ ٹانگ دیتا جیسے قوم یونس پہ کیا۔ مگر دونوں مواقع پہ پتہ لگا کہ خدا کا کوئی واسطہ بدلہ لینے سے نہیں ہے۔ ہر وقت کشادگی سے دست و بازو پھیلائے ہوئے اپنے بندوں کے انتظار میں رہتا ہے۔ ہر وقت ان کی آرزو کرتا ہے۔ ہر وقت خیال کرتا ہے کہ کوئی بھولا بھٹکا بھی آ جائے تو اسے میں اپنے دامن رحمت میں سمیٹ لوں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا ایرو ج چلے گی؟ کیا ایرو ج وہاں کامیاب ہوگی؟ کیا ڈر کے مرو گے؟ کیا تم اس کا ڈر سہار سکتے ہو؟ کیا کوئی ایسا ذی حیات موجود ہے جو اتنی بڑی کائنات کے مالک کے خوف کو سہار سکے؟ کس کس چیز سے ڈرو گے اللہ سے؟ وہ ذات عظیم جو ایک پتھر سے پوری دنیا کو چیونٹی کی طرح مسل سکتی ہے۔ اس نے بھلا

تمہارے ڈر کی کیا پروا کرنی ہے؟ ایک ذرہ برابر خوف اگر تمہارے بدن پہ ڈال دیا تو یقین کرو کہ تمہاری ایک ایک ہڈی ریزہ ریزہ ہو کے ٹوٹ جائے۔ تمہیں نہیں پتہ اس نے کیا کہا کہ اگر میں اس قرآن کو کسی پہاڑ پہ اتار دوں تو یہ چٹانیں ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ وہ تم پہ کیسے خوف ڈال سکتا ہے؟ تم اس قابل ہو کہ خوف سہار سکو؟ ہم تو اپنے سے ایک درجہ بلند آدمی کا خوف نہیں سہہ سکتے۔ تو ہمیں سوچنا ہے کہ خدا کس خوف کی بات کرتا ہے؟ خدا صرف ایک خوف کی بات کرتا ہے کہ ڈرو اس بات سے کہ میں تمہیں بھول نہ جاؤں۔ صرف ایک خوف سے تمہیں ڈراتا ہے کہ ڈرو اس بات سے کہ میں تمہیں بھول جاؤں۔ اس نے کہا اگر تم بھلا دو گے تو میں تمہیں بھلا دوں گا۔ اگر تم لوٹ آؤ گے تو میں لوٹ آؤں گا۔ اس نے بار بار بنو اسرائیل کو کہا کہ تم مجھ سے پلٹ جاؤ گے تو پھر تمہیں تاریخ کے دھارے پہ چھوڑ دوں گا۔ جو قوانین عذاب و ثواب بنے ہیں تم ان کی زد میں آ جاؤ گے۔ میں تمہیں نہیں چھڑاؤں گا مگر اگر لوٹ آؤ گے تو میں لوٹ آؤں گا۔ چنانچہ اگر کوئی تقویٰ ہے اگر کوئی کسی قسم کا خوفِ خدا ہے تو صرف اس کی ایک ہی قسم ہے کہ ان کاموں سے ڈرو جن سے تم خدا سے دور ہو جاؤ۔ اس کام سے ڈرو جس سے اللہ تمہیں بھلا دے۔ اس کام سے ڈرو جس کی وجہ سے تم پر نسیان طاری ہو جائے اور تم خدا کی جانب سے سرے سے غفلت میں نہ چلے جاؤ۔ غفلت پتہ ہے کیا ہے ؟ دیکھو کیا ہو رہا ہے۔ امریکہ اور یورپ میں کون سے بڑے مرض نہیں ہیں؟ Alzheimer نسیان یادداشت کا چلا جانا رستوں کا گم ہو جانا۔ چوک میں بدحواس کھڑے ہوتے ہیں نہ یہ رستہ نظر آ رہا ہے نہ وہ نظر آ رہا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ تقویٰ کا صحیح مطلب سمجھا جائے۔ یہ وہ بیلنس ہے جس میں انسان ایک مکمل جدوجہد کر رہا ہوتا ہے کہ ہم کوئی ایسا کام نہ کریں حدود اللہ میں تغیر نہ کریں جس سے ایسا نہ ہو کہ خدا ہمیں مطلقاً قانون کے حوالے کر دے۔ تم اس کے حوالے ہو۔ اللہ اپنے بندوں پہ خود نظر رکھتا ہے۔ جب تم اس کی نظر سے اوجھل ہو جاؤ گے تو تم اس کے بنائے ہوئے قوانین فطرت کے حوالے ہو جاؤ گے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اس بکری کی طرح نہ ہو جاؤ جو ریوڑ کے کنارے کنارے چلتی ہے۔ یہ نہ ہو کہ وہ بھٹک جائے اور بھیڑیا اس کی تاک میں ہوتا ہے اور اسے اچک کے لے جاتا ہے۔ Approach to God is

not fear .Again and again remember this thing, approach to God is not fear. Approach to God is only one and that is love God as much as you can as much as you wish. مگر محبت خداوند کے لیے آپ کو حواس خمسہ سے ذرا آگے جانا ہوگا۔ وہ ہاتھوں میں نہیں آئے گا۔ وہ ذائقے میں نہیں آئے گا۔ وہ سونگھا نہیں جا سکتا ہے۔ ہم Sentient being حواس خمسہ رکھتے ہیں۔ ہم چیزوں کی محبت میں اس لیے مبتلا ہوتے ہیں کہ ہم چیزوں کو چھو سکتے ہیں۔ سونگھ سکتے ہیں۔ مس کر سکتے ہیں۔ مگر اللہ ان چیزوں میں نہیں آتا۔ اگر ان چیزوں میں نہیں آتا تو خدا کس چیز میں آئے گا؟ خدا حواس خمسہ سے آگے آپ کے عقل و شعور میں آتا ہے۔ خدا آپ کی شعوری محبت ہے۔ خدا آپ کی بدنی محبت نہیں ہے۔ خدا آپ کی جذباتی محبت نہیں ہے۔ خدا آپ کی شعوری محبت کا خیال کی محبت کا ایک حصہ ہے۔ آپ کو پتہ ہے بڑے بڑے پیغمبروں کی تعریف کرتے ہوئے اللہ نے کیا کہا ہے؟" اِنَّـــهٗ اَوَّابٌ "{ص:17} بڑا رجعت کرنے والا تھا۔ بات بات میں پھر ہماری طرف پلٹ آتا تھا' ہونہ ہو' کام ہو نہ ہو۔ پیغمبروں کی سب سے بڑی صفت یہ ہوتی ہے کہ ہونہ ہو ہر بات پہ خدا کو پلٹ جاتے ہیں۔ ذرا سی ٹھوکر لگی اللہ کو پلٹ پڑے۔ انگلی کو چوٹ لگی بِسْـمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ لیا۔ گھٹنا زخمی ہوا اللہ کو یاد کر لیا۔ بہانے بہانے سے خدا کو پلٹتے چلے گئے۔

تیرے کوچے ہر بہانے مجھے دن سے رات کرنا
کبھی اس سے بات کرنا کبھی اس سے بات کرنا

آپ کا کیا خیال ہے کہ تسبیح جبر ہوتی ہے؟ آپ کا کیا خیال ہے یا رخدا کوئی ظلم ہوتا ہے؟ بہت سارے لوگ تسبیح پہ اعتراض کر رہے ہیں۔ گن کے تسبیح کرنا جائز نہیں ہے۔ بھئی جس کو نہ گنتا ہو وہ نہ گنے وہ بے حساب اللہ کو یاد کرے۔ اس پہ کوئی جبر نہیں ہے۔ اور جس نے گن کے اپنی طبع کے لیے آسانی تخلیق کرنی ہے وہ گن گن کرے۔ دونوں صورتوں میں تسبیح پہ تو کوئی اعتراض نہیں آتا۔ یہ کوئی جگہ ہے اعتراض کی۔ کہتے ہیں دو شرط لگانے والے تھے۔ وہ ہر جگہ شرط لگا کے لڑ پڑتے تھے۔

ایک جگہ دو ایک گھاس پہ کھڑے ہو کے شرط باندھنے لگے..... میں گھاس کھا سکتا ہوں۔ دوسرا بولا نہیں تو نہیں کھا سکتا۔ پہلا کہتا ہے اچھا شرط لگتی ہے؟ پھر شرط لگ گئی۔ ایک دن ایک گدھے پہ شرط لگادی۔ ایک کہنے لگا یہ چل سکتا ہے۔ دوسرا بولا نہیں چل سکتا۔ اس پہ شرط لگادی۔ آگے اسی طرح ایک ڈبہ پڑا ہوا تھا۔ دونوں نے اس ڈبے پہ شرط لگا لی۔ اس کے اندر جو ہے تو پی سکتا ہے؟ کہا ہاں پی سکتا ہوں۔ پہلے نے کہا نہیں پی سکتا۔ پی کے دکھا۔ اس نے بھی پیا اس نے بھی پیا اور اس طرح شرط شرط میں دونوں فوت ہو گئے۔ ڈبے میں تیل تھا۔ تو مذہبی لوگ ہر بات پہ شرط لگا لیتے ہیں۔ ٹخنے سے اوپر شرط ہے۔ پائینچے شرط ہیں۔ بازو شرط ہیں۔ گھٹنے شرط ہیں۔ سبحان اللہ تعالیٰ العزیز کبھی انہوں نے دور اول نہیں دیکھا؟ کبھی انہوں نے مسلمانوں کا پہلا زمانہ نہیں دیکھا؟ کبھی انہوں نے وہ دن نہیں دیکھا جب بلال حبشی کے پاس ستر ڈھانپنے کے لیے ایک لنگوٹ کے سوا کچھ نہیں ہوتا تھا؟ کبھی انہوں نے ابی داؤد نہیں پڑھی؟ جس میں حضرت معاذ بن جبل کا واقعہ لکھا ہوا ہے کہ وہ بارہ سال کے بچے تھے۔ لوگ نماز کے لیے جمع ہوئے اور کہا کہ امامت وہ کرائے جسے قرآن زیادہ یاد ہو۔ حضرت معاذ کو قرآن زیادہ یاد تھا۔ پھر امامت کے لیے کھڑے ہوئے۔ سامنے سے ایک بوڑھی سی خاتون گزری اس نے بچے کو نماز پڑھاتے دیکھا۔ نماز ختم ہوئی تو اس نے کہا مسلمانوں اپنے امام کا ستر تو ڈھانپ لو۔ یعنی یہ حال تھا۔ آج دس دس لبادوں میں لپٹے ہوئے آئمہ موقت جو ہیں آپ کے لباس پر فتویٰ دے رہے ہیں۔ مگر وہ وقت تو دیکھو ایک شخص رسول اکرم ﷺ کے پاس آیا۔ اس نے روزہ توڑا ہوا تھا۔ سزا Announce ہوئی۔ فرمایا ساٹھ روزے رکھو۔ یارسول اللہ ﷺ ایک تو رکھا نہیں گیا ساٹھ کہاں سے رکھوں گا' ایک تو رکھا نہیں گیا وہ تو تا ہی اس لیے کہ نہیں رکھا گیا۔ اگر ایک نہیں رکھا تو ساٹھ کہاں سے رکھوں گا۔ فرمایا اچھا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلا دو۔ کہا یارسول اللہ کچھ ہوگا تو کھلاؤں گا۔ میرے پاس تو اپنے کھانے کو بھی کچھ نہیں ہے۔ فرمایا اچھا غلام آزاد کرو۔ کہا یارسول اللہ ﷺ کمال ہے نہ میں روزہ ایک رکھ سکا نہ میرے اپنے پاس کھانے کو کچھ ہے۔ اتنے میں ایک صحابی کھجوروں کی ایک ٹوکری لائے۔ آپ ﷺ اللہ کے رسول تھے۔ کفارہ بھی دینا تھا۔ اس کا بھی کچھ بندوبست کرنا تھا۔ فرمایا اچھا ایسے کرو یہ کھجوریں لے جاؤ اور ضرورت

مندوں میں بانٹ دینا۔ کہا یارسول اللہ ﷺ مجھ سے زیادہ ضرورت مند کون ہے اجازت ہو تو میں کھالوں؟ پھر وہ کتنے عذر کرنے والے مسلمان تھے۔ آج تم ذرا مولوی صاحب کے پاس عذر کر کے دیکھو کیا حشر ہوتا ہے؟ مگر وہاں دیکھو اللہ کے رسول ﷺ کے پاس عذر ہو رہا تھا۔ عذر یہ ہو رہا تھا کہ یارسول اللہ ﷺ میرے اپنے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے۔ یہ نوکری مجھے ہی دے دیں تو اچھا ہے۔ فرمایا اچھا جاؤ' لے جاؤ' کچھ کھالو اور کچھ باقی لوگوں کو خیرات کر دو۔ آپ کا کیا خیال ہے مذہب وہ تھا یا مذہب یہ ہے؟ مذہب اس شارع علیہ الصلوۃ والسلام کا ہے یا مذہب یہ ہے؟ جو آپ کو اپر وچ دی جا رہی ہے اس سے تو لگتا یہ ہے کہ ایک پنجرے میں بند کیا جا رہا ہے۔ سانس گھٹ رہا ہے۔ ٹانگیں پھنسی ہوئی ہیں۔ بازو پھنسے ہوئے ہیں۔ کیا قرآن کی آیت کا یہ مطلب ہوگا؟ "طٰہٰ o مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ "{طٰہٰ:2-1} اے سردار اے میرے رسول ﷺ ہم نے تجھے مشقت کے لیے قرآن دے کر نہیں بھیجا۔ اگر خدا یہ کہے کہ قرآن مشقت کے لیے نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ بنے گا کہ مذہبی نظام دنیا کے کسی بھی نظام سے سخت تر نہیں ہے۔ It should be the easiest one. It should be the most common most easiest most comfortable way to live life. اگر اسلام آپ کو سخت لگے گا ایک عام آدمی کو سخت لگے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مذہب نہیں ہے کہیں بیچ میں کوئی سختی آن ملی ہے۔ کسی فقیہہ نے ڈال دی ہے۔ کسی امام نے ڈال دی ہے۔ خدا اور رسول ﷺ کی طرف سے یہ مشقت نہیں آئی۔ اللہ کے رسول کی اتنی Simplification ہے اور محبت کی اتنی Simplification ہے کہ قرآن میں اللہ نے اعلان کیا۔ ایک دفعہ ایک ولی اللہ نے خواب میں دوسرے ولی اللہ کو دیکھا۔ اگرچہ اس بات کو میں مستند تو نہیں کہہ سکتا کیونکہ روایتاً سنی ہے کہ ایک ولی نے ایک دوسرے ولی کو دیکھا وہ اللہ سے بہت ڈرتے تھے۔ خوفِ خدا سے ہر وقت کانپتے رہتے تھے۔ آپ کو پتہ ہے جب کسی کو Impress کرنا ہو کسی دوسرے مسلمان کو تو سب سے پہلی بات یہی کی جاتی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتے بہت ہیں۔ اب یہ کوئی نہیں پتہ کہ کس طرح ڈرتے ہیں مگر یہ کہا جاتا ہے کہ ڈرتے بڑا ہیں۔ کسی بزرگ کی تعریف کرنی ہو بہت فاقے کرتے

ہیں یعنی روزے بہت رکھتے ہیں۔ حضرت کو ہمیشہ روزے میں دیکھا ہے۔ اب پتہ نہیں کیسے دیکھتے ہیں۔ ہمارے پاس تو طرزِ عمل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بڑے روزے رکھتے تھے۔ تو بیمار ہو گئے۔ ظاہر ہے بندے بیمار ہو جاتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ پاس سے گزرے اور کہا اے ابن عمرؓ اتنی نیکی کر جتنی سہار سکے۔ تو اللہ کو نہیں تھکا سکتا۔ عبادت کی کثرت سے تو اللہ کو نہیں تھکا سکتا۔ تو خود تھک جائے گا۔ پیغمبر ﷺ خود جب یہ کہہ رہا ہو کہ میری مثال یہ ہے کہ میں عام دنیا میں عام بندے کی طرح رہ کر اپنی زندگی کے معاملات میں خدا کو شامل رکھ کر زندگی گزارتا ہوں۔ اس سے بڑی اپروچ کیا ہے؟ کہ ایک مسلمان کسی پیر فقیر کو فالو (Follow) کرنے کی بجائے اپنے اللہ اور اپنے رسول ﷺ کو فالو کرے اعتدال اختیار کرے۔ وہ رستے اختیار کرے جنہیں وہ فالو کر سکے۔ دوسروں کی مثال دے دے کر اپنے آپ کو خوش نہ کرو۔ یہ مت کہو کہ فلاں شخص فلاں زمانے میں بڑا عبادت گزار تھا۔ بڑا آسان ہے جیسے کہ ہم بڑی آسانی سے کہہ دیتے ہیں بھئی ہم کرائسٹ تو نہیں نہ ہو سکتے۔ ہم زندہ کو مردہ تو نہیں کر سکتے۔ یعنی یہ واقعات آپ کیوں سنانے کی کوشش کرتے ہو؟ To create an impossible situation. چونکہ وہ نہیں ہو سکتا ہم ایسے نہیں کر سکتے اس لیے ہم پہ متقی ہونے کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ آپ پر ذمہ داری ہے۔ آپ پہ ذمہ داری اس لیے ہے کہ آپ کا پیغمبر ﷺ انتہائی پرفیکلی نارمل انسان تھا' انتہائی پرفیکلی نارمل انسان۔ آپ نے کوئی کام ایسا کیا جو آپ کے پیغمبر ﷺ نے نہیں کیا؟ کیا گھریلو زندگی نہیں گزاری؟ کیا انہوں نے بیوی بچوں کا ساتھ نہیں دیا؟ کیا بازار میں تجارت نہیں کی؟ کیا اپنا مکان نہیں بنایا؟ کیا گلی کوچوں میں مسافرت نہیں کی؟ کیا انہوں نے خرید و فروخت نہیں کی؟ کیا قرض نہیں لیے؟ کیا امانتیں نہیں رکھیں؟ دنیا کا کون سا ایسا کام ہے جو ایک عام انسان کرتا ہے اور محمد رسول ﷺ نے نہ کیا ہو؟ اس کی ایک خاص وجہ تھی۔ Prophet PBUH کو یہ کام کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ Prophet PBUH کو خداوند کریم نے مثال بنا کر بھیجا تھا۔ ہر طریق زندگی میں ہر راہِ حیات میں ایک مثال قائم کرنی تھی تا کہ آنے والا مسلمان یہ عذر نہ رکھ سکے کہ اس رستے پہ مجھے کوئی رہنما نہیں ملتا۔ تا کہ آپ کی زندگی میں یہ عذر نہ ہو۔ آپ کو اتنی پرفیکٹ

نارمل زندگی کے طریقے بتا گئے کہ کسی شخص کو یہ عذر نہ ہو کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس رستے پہ قدم نہیں رکھا یا ہمارے طرز عمل کی ہمیں خبر نہیں دی۔ ایک وہ بھی دن آیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی کا قرض دینا تھا اور یہودی گلے پہ ہاتھ ڈال رہا تھا۔ عمرؓ ساتھ تھے۔ بار بار آپ ﷺ کی داڑھی مبارک پہ ہاتھ ڈال رہا تھا۔ بار بار محمد رسول اللہ ﷺ کو، صادق اور امین کو کہہ رہا تھا محمد ﷺ تم اسی طرح مجھے بہلاتے ہو۔ تم غلط وعدے دیتے ہو۔ حضرت عمرؓ برداشت نہ کر سکے۔ قبضہ شمشیر پہ ہاتھ رکھا۔ کہا آئندہ اگر تم نے میرے آقا ﷺ کی داڑھی پہ ہاتھ ڈالا تو میں تمہارا سر اتار دوں گا۔ بڑی حمایت فرمائی پیغمبر ﷺ کو خوش ہونا چاہیے تھا۔ پیغمبر ﷺ خوش نہیں ہوئے۔ واپس پلٹے اور کہا تو دیوانہ ہوا ہے عمرؓ۔ اے عمرؓ تو دیوانہ ہوا ہے میں نے اس کا دینا ہے ناں۔ میں نے اس کا حق دینا ہے۔ آپ ﷺ بار بار فرما رہے تھے میں نے اس کا حق دینا ہے۔ اس لیے یہ جو کچھ بھی کہہ رہا ہے یہ جائز کہہ رہا ہے۔ جو کچھ بھی میرے ساتھ کر رہا ہے یہ جائز کر رہا ہے۔ کس کو نصیب ہو گا ایسا رہنما کس کو ایسا Prophet PBUH نصیب ہو گا۔ پھر اس یہودی نے کہا رب کعبہ کی قسم ہے کہ میں اس رسول پہ شہادت دیتا ہوں کہ "**لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ**" ہمیں تو ایک نوکر رکھنے والا پیشہ مل جائے تو ہم تو سارے زمانے میں گولی پستول سے اپنی بزرگیت کا دعویٰ لیے پھرتے ہیں۔ مگر جس کے اشارے پر جس کی ابروِ چشم پر ہزاروں لاکھوں لوگ سر کٹاتے تھے اس کی حق شناسی کا حال ذرا دیکھو اور پھر آپ اپنے حال پہ بھی غور کرو۔ میں بھی اپنے حال پہ غور کرتا ہوں۔ کیا ہم قرض دینے میں ایسے ہی سچے ہیں جیسے محمد رسول اللہ ﷺ تھے؟ کیا ہماری اپروچ بھی اسلام میں ایسی ہے جس طرح آقا و رسول ﷺ کی تھی؟ تم بھاگ کے جا کہیں نہیں سکتے۔ کسی طرز عمل میں نہیں جا سکتے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کیا ان عورتوں کے ساتھ تم رہو گے جن سے دن میں لڑتے جھگڑتے ہو مار پیٹ کرتے ہو؟ فرمایا سب سے بہترین صدقہ اپنی اولاد اور اپنے اہل خانہ پر ہے۔ کیا ہم یہ فرائض پورے کرتے ہیں؟ کیا انجمنوں کو پیسے دینا ٹھیک ہے؟ باہر خیرات کرنا ٹھیک ہے اور بیوی کو گھر بھوکا مارنا ٹھیک ہے؟ دس نہیں تو ایک ریشمی کپڑے کی تو وہ بھی حق دار ہوتی ہے۔ کیا یہ جائز ہو گا کہ آپ ان کو یہ بتا کے نکلو کہ ہم تو صدقہ و خیرات سے اپنے تقویٰ کو بلند کرتے

ہیں؟ بیچ میں اس کی شکایت رجسٹر ہو گئی کہ میں نہیں مانتی ایسے تقویٰ کو تو پھر کیا کرو گے؟۔سب سے زیادہ خوبصورت صدقہ اپنی بیگم پہ ہے اپنے بچوں پہ ہے۔اپنے گھر والوں کے ساتھ حسنِ اخلاق ہے۔آپ کو اسلام کی کیا اپروچ چاہیے؟ اسلام کی ساری کی ساری اپروچ" وَذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَآتُوا الزَّکٰوۃَ"{البقرہ:83} یہ ہے اسلام کی اپروچ۔

بڑے پرانے زمانے سے شروع سے فلسفہ، چین سے جہاں سے دو بڑے استاد گزرے، دو بڑے استاد۔کنفیوشس گزرا اور تاؤ گزرا۔دونوں کا فلسفہ خیر تھا۔دونوں نے زندگی کی اجتماعی خیر کو ہی سب سے بڑی خیر کہا۔آخر سب سے پہلے جو انسان چلا اور اس کا رجحان خیر کی طرف ہو گیا یہ جبراً تھا؟ کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ خدا نے زبردستی لوگوں کو خیر کی طرف مائل کیا؟ زبردستی مذہب کو مائل کیا؟ ایسا بالکل نہیں ہے۔اگر ایسا کرتا ہوتا آپ کو عقل نہ دیتا۔ایسے ملائکہ جو موجود تھے They have no power to question the validity of an order of God. ان کے پاس کوئی ایسا استحقاق نہیں ہے۔میں زمین پہ بیٹھا ہوا خدا کی Theoretical existence کو Question کرتا ہوں۔ابھی کل کی بات ہے ایک خاتون کہہ رہی تھی کہ ہزاروں بچوں کو بھوکا مار دینا کیا خدا کا انصاف ہے؟ کل ایک خاتون نے یہ سوال کیا اور بڑا ٹھیک سوال تھا کہ ہزاروں بچوں کو بھوکا مار دینا انصاف ہے؟ میں اس لیے خدا کو نہیں مانتی۔ایک اور صاحب نے سوال کیا کہ خدا میرے بھائی کو جوانی میں اٹھا کے لے گیا یہ انصاف ہے؟ کسی اور نے سوال کیا کہ میرے گھر کی چھت گر پڑی ہے یہ کوئی انصاف ہے؟ آپ مجھے ایک بات تو بتایئے اگر ہم سب کو اس نے آزمائش کے لیے بھیجا ہو سبق سیکھنے کے لیے بھیجا ہو کمرۂ امتحان میں بھیجا ہو تو کوئی ایسا ممتحن بھی ہے جو کمرۂ امتحان میں بھی مداخلت کرتا ہے؟ کیا آپ کا پرچہ حل کرنے میں خود ہی مدد کرتا ہے؟ کیا اس نے جو ٹائم آپ کو دے رکھا ہے سبق حل کرنے کے لیے اس کے درمیان بھی کبھی کوئی مداخلت کرتا ہے؟ اللہ میاں Cheeting نہیں کرتا جتنا وقت اس نے حضرت انسان کو دے رکھا ہے زمین پر اس میں کوئی انصاف کی مداخلت

نہیں کر سکتا۔ انصاف تو آخر میں کرے گا' یوم الدین میں کرے گا۔ یوم الدین کو یوم الدین کیوں کہتے ہیں؟ پورا پورا دینا۔ دین کا مطلب یہ ہے کہ پورا پورا حساب لینا اور دینا۔ اس کی بساط مقرر ہے۔ بھلا یہاں بھی وہ انصاف کرے قبر میں بھی کرے یوم الدین میں بھی کرے تو یہ خدا کے انصاف پر سب سے زیادہ اعتراض کی بات ہوگی۔ اس نے آپ کو دنیا میں کھلا چھوڑ دیا۔ اگر بچے فاقہ زدہ ہیں بھوک سے مر رہے ہیں تو پھر یہ آپ لوگوں کا امتحان ہے۔ خدا کا نہیں ہے کیونکہ آپ کو اخوت انسان کے لیے پیدا کیا ہے۔ اگر کوئی بیمار مر رہا ہے۔ اس کی پوچھ گچھ نہیں ہو رہی تو بیماری سے وہ آزمایا جا رہا ہے اور اس میں نظر انداز کرنے سے آپ آزمائے جا رہے ہو۔ اگر کسی پہ ظلم ہو رہا ہے اور کوئی ظالم ہے تو مظلوم اگر خدا سے رجوع نہیں کر رہا ہے تو وہ آزمایا جا رہا ہے۔ ظالم اگر خدا سے نہیں ڈر رہا تو وہ آزمایا جا رہا ہے۔ یہ آزمائش کی جگہ ہے انصاف کی جگہ نہیں ہے۔ انصاف کا گھر ذرا آگے ہے۔

خواتین وحضرات! میں آپ کو بتا رہا تھا کہ وہ ولی اللہ' اللہ سے ڈرتے بہت تھے۔ بہت خوف زدہ رہتے تھے۔ فوت ہو گئے۔ ڈرنے والوں کا انجام یہی ہوتا ہے جلدی فوت ہو جاتے ہیں۔ دوسرے ولی اللہ نے انہیں خواب میں دیکھا اور پوچھا بھائی کیا بنیاں؟ حضور خداوند تمہاری پیشی ہوئی تھی کیا بنا؟ کہنے لگے کچھ نہ پوچھو اللہ نے کہا تمہیں میرے اسماء میں یہ خوف ہی یاد تھا۔ تمہیں میری اور کوئی صفت یاد نہیں آئی۔ رحمان الرحیم و کریم پہ بھی نظر نہیں پڑی چلو جتنا وہاں ڈرتے تھے یہاں بھی سارا وقت ڈرتے ہی رہنا۔ وہاں تو ساٹھ ستر سال ڈرتے رہے ہو یہاں ساٹھ ستر بلین سال ڈرتے رہنا۔ اس لیے خدا کے رسول ﷺ نے یہ اپروچ متعین کی ہے کہ خدا سے گمان اچھا رکھا کرو۔ خدا سے گمان محبت کا رکھو۔ خدا اپنے بندوں سے بہت پیار کرنے والا ہے۔ وہ بار بار کہتا ہے' وہ تو ماں کو Lift ہی نہیں کراتا۔ اللہ اپنی محبت میں ماؤں کو بھی Lift نہیں کراتا۔ سنا ہے ماں بہت محبت کرنے والی ہوتی ہے تو خدا نے کہا میں تو تم پر ستر...... یہ ستر تو محاورتاً ہے نا' خدا کہتا ہے میں تم پہ ستر ماؤں سے زیادہ مہربان ہوں۔ مطلب یہ کہ اگر سارے زمانے کی مائیں بھی مل جائیں تو وہ بھی کسی پہ اتنی مہربان نہیں ہو سکتیں جتنا میں اپنے بندے پہ

مہربان ہوں۔ایک تو بڑی عجیب وغریب بات اس نے کہہ دی کہ مسلمان کے سر سے دوزخ اٹھا دی۔آپ کو پتہ ہے یورپ میں بہت بڑی بات ہوئی۔لوگوں نے کہا موت کی سزا بہت بڑی اور بہت بری ہے سارے زل مل کے بیٹھے اور موت کی سزا اٹھالی۔کریمنلز پہ سے موت کی سزا اٹھا دی۔ ہوا یہ کہ نیویارک کے میئر نے بھی اٹھا دی۔میئر جیولانی تھا۔اس نے بھی اٹھالی۔کوئی بارہ برس کے بعد کرائم کی شرح کوئی تین سو زیادہ گنا بڑھ گئی۔مجرموں کو پتہ تھا کہ اب موت کی سزا تو ہوتی نہیں ہے جو مرضی کرتے پھرو۔ بارہ سال کے بعد بڑی آزردگی اور شرمندگی سے نیویارک میں Capital punishment پھر لاگو ہوگئی۔ ہمارے لوگ چونکہ درس باہر سے لیتے ہیں۔ اوران کی بڑی آگہی اور تقلید کرتے ہیں۔ادھر بھی رولا مچ گیا کہ یہ بہت بڑی سزا ئیں ہیں ظالمانہ سزائیں ہیں جیل دینا ظالمانہ سزا ہے۔ یہ کردو وہ کرو اور نتیجتاً Death punishment ختم کرانے کے لیے بڑی بڑی این۔جی۔اوز آ گئیں ۔ابھی کل پرسوں اخبار کی خبر تھی۔ ایک نئی این۔جی۔او نے شوشہ چھوڑا کہ Death punishment کو ختم ہو جانا چاہیے۔آپ خود سوچو کہ اس دنیا میں Death punishment کو ختم کرنے کے لیے اگر اتنا بڑا شوروغوغا ہو سکتا ہے تو اللہ نے بھی مسلمان کے حق میں ایک کام کیا تھا۔آپ کو پتہ ہے انگریزی کا محاورہ ہے A sword of Damocles hangs over head جیسے ہمارے سر پہ دوزخ کی ایک تلوار لٹک رہی ہے۔ دوزخ لٹک رہی ہے۔خوف کی ایک فضا لٹک رہی ہے۔تو خدا نے اس دوزخ کی تلوار کو ختم کر دیا۔مسلمان پہ ختم کر دیا۔اس ضمن میں بڑے اصول رکھے۔اگر آپ اللہ پہ گمان اچھا کر لو تو ان اصولوں کے تحت کم از کم یہ جو اٹھتے بیٹھتے تمہیں دوزخ کے نام پر Cramps پڑتے ہیں یہ ختم ہو جائیں گے۔ یہ جو تمہارے اعصاب پر خوف مسلسل مسلط ہے۔ جو تمہیں اچھی طرح دیندار نہیں ہونے دیتا۔ جو تمہیں خدا سے محبت نہیں کرنے دیتا۔ یہ ختم ہو جائے گا۔تمہاری اپروچ Guilt کی ہے ایوارڈ کی ہے خوف و وحشت کی ہے۔تم انعام کے لالچ میں خدا کو یاد کرتے ہو۔ یہ دونوں چیزیں تمہارے اعصاب کا بوجھ بن گئی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے دونوں کو ختم کر دیا ہے۔ بڑی چھوٹی چھوٹی باتوں سے ...... وہ جس کی آنکھ سے مکھی کے سر کے برابر آنسو

نکلا اور اس کے خوبصورت عارض تک ڈھلک آیا اللہ نے اس پہ دوزخ کی آگ حرام کر دی۔ بڑی سادہ سی بات ہے کہ وہ مسلمان جس نے آرزو خداوند میں ایک آنسو بہایا ..... "ایک" ..... بہت زیادہ نہیں Minimum level ہے Marginal level of compensation ایک آنسو بہایا اپنی آنکھ سے اللہ کے لیے اور وہ آنسو ڈھلک کے اس کے خوبصورت عارض تک آ گیا اس کے گال تک آ گیا۔ آگے چاہے جائے نہ جائے۔ خشک بھی تو ہو جاتا ہے۔ کتنی چھوٹی سی شرط اور حد مقرر کی کہ اگر واقعی کسی نے خدا کی محبت میں اور آرزو میں ایک آنسو بہایا اور اس کے گال تک آ کے چاہے وہ Vanish ہو گیا ختم ہو گیا شبنم کی طرح اڑ گیا خدا کا وعدہ ہوا کہ اس پہ نار دوزخ حرام ہے۔ گیا ناں دوزخ والا جھنجھٹ۔ دوسری بات سنو اللہ کے رسول ﷺ کنویں میں پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے۔ صحابی ساتھ کھڑے تھے۔ حضرت ابوذرؓ تھے حضرت معاذؓ تھے حضرت ابو ہریرہؓ تھے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے دل سے ایک مرتبہ **لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُـوْلُ اللّٰـهِ** کہہ دیا اللہ نے اس پہ دوزخ کی آگ حرام کر دی۔ صحابی بڑے کائیاں تھے اتنا بڑا Advantage! ان سے ہضم نہیں ہو سکا۔ ہمارے ہاں مولوی صاحبان کو دیکھیں وہ کہتے ہیں یہ بالکل غلط ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ساری عمر بدکاریاں کیں ساری عمر ظلم کیے ایک مرتبہ **لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُـوْلُ اللّٰـهِ** کہنے سے جان کیسے چھوٹ سکتی ہے یہ بالکل غلط ہے۔ ایسا بالکل نہیں ہو سکتا۔ مولوی صاحب آپ ظالم ہوتے ہیں اللہ نہیں اتنا ظالم۔ آپ بڑے سخت ہو چمڑی اتار دیتے ہیں چھوٹے بچوں کی مار مار کر اور جس نیک بخت کو چھوٹے سے بچے کے جسم و جان پر رحم نہیں آیا اس پہ اللہ نے کیا رحم کرنا ہے۔ ہماری اپنی سختیاں ہمیں خدا کو مہربان ماننے سے روکتی ہیں۔ یہ یاد رکھنا۔ جب رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہوا تو صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ چاہے اس نے گناہ کبیرہ کیے ہوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا چاہے۔ ابھی صبر نہیں ہوا کنفرمیشن نہیں ہوئی۔ پھر پوچھا چاہے اس نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو؟ فرمایا ہاں چاہے۔ پھر بھی صبر نہیں ہوا کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اصحاب میں بھی سخت گیر تو تھے ناں۔ حضرت عمرؓ بڑے سخت تھے۔ حضرت علیؓ سخت تھے۔ حضرت ابوبکرؓ بہت نرم تھے۔ بندوں کی ورائٹی تو تھی۔ پھر اس صحابی محترم نے تیسری مرتبہ پوچھا

کہ یارسول اللہ ﷺ چاہے اس نے گناہ کبیرہ کیے ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیری ناک خاک آلود ہو چاہے اس نے گناہ کبیرہ کیے ہوں۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیوں ایسا ہوا؟ آپ کا خیال ہے یہ سینٹمنٹ صرف رحم و کرم کی ہے؟ نہیں! یہ صرف رحم و کرم کی نہیں ہے۔ بڑی ایک Important بات کر رہا ہوں ذرا سوچنا' یہ رحم و کرم کی وجہ سے نہیں ہے۔ انسان کو ایک پوری زندگی دی کیوں جاتی ہے؟ ساٹھ سال کیوں دیے جاتے ہیں؟ ستر سال انسان کو کیوں دیے جاتے ہیں؟ اس عرصے میں اس نے کیا Establish کرنا ہے؟ کس چیز کو جانا ہے؟ روٹی اس نے نہیں کمانی بیوی اس نے نہیں کرنی بچے اس نے نہیں پالنے خاوند اس نے نہیں ڈھونڈنے۔ آخر انسانوں کو ساٹھ سال یا اس سے زیادہ یا اس سے کم کیوں دیے جاتے ہیں؟ ایک مقصد ہوتا ہے ایک..... **"إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا" (الدھر :03)** چاہو تو مجھے مانو چاہو تو میرا انکار کر دو۔ مجھے آپ سوچ کے بتایئے اگر آپ ایک بچے کو تین گھنٹے کا وقت دیتے ہو کہ یہ سوال حل کر کے دینا ہے تو کیا پندرہ منٹ کے بعد آپ جوتیاں مارنا شروع کر دو گے؟ کیا گھنٹے کے بعد وہ نہ کر سکے تو سزا دو گے؟ کیا دو گھنٹے کے بعد سزا دو گے؟ یا جب تین گھنٹے گزر جائیں اور جواب طلب کرو گے تو پھر وہ سزا و جزا کا حق دار ہوگا؟ ذرا سوچ کے بتانا بڑا سادہ سا سوال ہے کوئی پیچیدگی نہیں ہے۔ جب آپ کو اس نے ساٹھ ستر سال کی زندگی ایک مسئلہ حل کرنے کے لیے دی ہے۔ اب اس کی روشنی میں اس حدیث کو پھر پڑھنا کہ جس نے دل سے ایک مرتبہ **لا إله إلا الله محمد رسول الله** کہہ دیا اس پہ اللہ نے دوزخ کی آگ حرام کر دی۔ اللہ کے رسول ﷺ کی دوسری حدیث اس کو بالکل واضح کر دیتی ہے کہ تمام زندگی اگر اس نے سوچا کفر و شرک کا موازنہ کیا اور سکرات سے ایک لمحہ پیشتر' سکرات سے ایک لمحہ پیشتر اگر اس نے توبہ کی اس نے اللہ کو مانا تو اس پر دوزخ حرام کر دی گئی Isn't it very simple to understand? لوگ کہتے ہیں اس طرح لوگ گناہ کریں گے۔ لوگ ہر حال میں گناہ کریں گے۔ لوگوں کی عادت ہے خطا کرنا۔ گناہ ہے کیا یار؟ دیکھو ناں جب پلڑا بہت کمزور ہو جائے.....

ایک بڑی خوبصورت حدیث سنا رہا ہوں قیامت کے دن بہت سارے لوگ جمع ہوں گے۔ ایک

شخص کے گناہ گنے جائیں گے پلڑے میں رکھے جائیں گے۔ میزان بڑی Senstive ہے۔ پتہ لگا کہ موصوف کا جو گناہوں کا پلڑا ہے وہ زمین سے لگا ہوا ہے اور جو نیکیوں کا پلڑا ہے وہ آسمان کو چھو رہا ہے۔ پتہ لگا جی کہ اس میں ایک بھی نیکی نہیں اور کوئی بھی نیکی اس کے گناہ بیلنس نہیں کر رہی۔ پوچھا جائے گا اس کے اعمال میں سے کوئی چیز باقی رہتی ہے؟ جواب دیا جائے گا ہاں ہے۔ یہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ بخاری اور مسلم سے مشتق ہے کسی گئی گزری حدیث کی کتاب سے نہیں ہے۔ کہا جائے گا کہ وہ ایک پرزہ لاؤ ذرا اور اس کو اس کے اونچے والے پلڑے میں ڈال دو۔ ایک پرزہ لایا گیا۔ اس پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ وہ اوپر والے پلڑے میں ڈالا گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اوپر والا پلڑا زمین سے لگ گیا اور نیچے والا آسمان گیر ہو گیا۔ جملہ گناہوں کا پلڑا اتنا ہلکا ہوا کہ آسمان سے جا لگا۔ اچنبھا ہوا آخر ہوا کیا؟ جب اس پرزے کو پڑھا گیا کھولا گیا حضور یہ دراصل میں تو اس پر صرف لکھا ہوا تھا **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** ۔ بڑا مشکل ہے اس کلمے کا اقرار کرنا۔ یہ مسلمانی ہے **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** مگر ایمان نہیں ہے۔ یہ مسلمانی ہے۔ مسلمان اور مومن میں فرق ہوتا ہے۔ اسلام کے ہم حج ہیں ایمان کے ہم حج نہیں ہیں۔ میں بڑے فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ میرے باپ ابراہیم نے میرا نام رکھا **"مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ "{الحج:78}** مجھے اس نے مسلمان کیا۔ مجھے میرے آقا اور رسول ﷺ نے مسلمان کیا۔ میں نے کلمہ پڑھا اور میں مسلمان ہوا یہ میں کہہ سکتا ہوں۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں مومن ہوں۔ بڑا مشکل کام ہے۔ حضرت سعدؓ رسول اکرم ﷺ کے پاس کھڑے تھے۔ ایک شخص خراج کا مال لینے آیا۔ حضور ﷺ نے تھوڑا دیا۔ حضرت سعدؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو مومن ہے۔ فرمایا " بَلْ مُسْلِمٌ " نہیں مسلمان ہے۔ تھوڑی دیر بعد پھر کہا حضرت سعدؓ نے یا رسول اللہ ﷺ یہ تو مومن ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا " بَلْ مُسْلِمٌ " مسلمان ہے۔ جب تیسری مرتبہ حضرت سعدؓ نے یہ بات پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سعدؓ اس بات پہ مجھ سے لڑتا ہے جو تجھ سے میں بہتر جانتا ہوں میں جانتا ہوں کہ یہ مومن نہیں مسلم ہے۔

خواتین وحضرات! تمام مذہب مسلم سے مومن ہونے میں ہے۔ کلمہ پڑھ کر ایک

جدوجہد شروع ہوتی ہے۔ اللہ کو مان کر رسول ﷺ کو مان کر بڑی سخت جدوجہد شروع ہوتی ہے۔ جدوجہد بھی وہ جو میرے اپنے خلاف ہے' میرے اپنے خلاف۔ ہوسکتا ہے میں اس سے پہلے اصحاب عرب کی طرح شراب پی رہا ہوں۔ ہوسکتا ہے میں شہوات کے گناہ میں مبتلا رہا ہوں۔ ہوسکتا ہے میں مال واسباب میں قتل وغارت کا عادی ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ میں ایک چپہ زمین کے لیے لوگوں کو تباہ وبرباد کرنے کا عادی ہوں۔ اب ذرا غور کرو کہ اصحاب کتنے بڑے مسلمان تھے۔ کتنے بڑے لوگ تھے۔ آج کا ایک بہت بڑا Intellectual کہتا ہے چونکہ اس کو شراب پینے کی عادت ہے وہ کہتا ہے شراب کی حرمت کا حتمی لفظ کہاں آیا ہے؟ اس کو عادت ہے وہ سیکولر دانشور ہے بہت بڑے مسلمان کا بیٹا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ شراب کی ممانعت کا حکم کہاں ہے؟ اور آپ کو پتہ ہے خدا کیا کہتا ہے آخری آیت میں کہ یہ کار شیطان ہے کیا تمہیں گوارا ہے کہ تم شیطان کی بات مانو شراب پیو؟ جس میں فتنہ اور فساد تخلیق کرو۔ پھر مجھے ایک بات بتاؤ میں جو تمہیں کہہ رہا ہوں کہ " فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ "{المائدہ:91} کیا تم اس سے باز رہو گے کہ نہیں۔ خدا نے کیا کہا شراب سے متعلق آخری آیت میں کہ میں تمہیں کہہ جو رہا ہوں یہ کار شیطان ہے یہ تمہارے درمیان فتنہ انگیزی پیدا کرے گا تمہیں کمزور کردے گا تمہاری جمعیت کو توڑ دے گا تمہارا اموال خراب کر دے گا۔ اب بتاؤ" فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ "{المائدہ:91} تم باز آؤ گے کہ نہیں۔ اب ذرا انصاف کرنا یہ کس قسم کا حکم ہے؟ اگر Directly اللہ میرے پاس آجائے اور میں مسلمان ہوں اور میں پہلے سے شراب پیتا ہوں اور میں نے اسلام قبول کرلیا ہو اور پھر میں شراب پینے جاؤں اور خدا مجھے کہے" فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ "{المائدہ:91} باز آؤ گے کہ نہیں؟ تو آپ کا خیال ہے کہ یہ پرمیشن ہے؟ آپ کا خیال یہ ہے خدا خاموش ہے؟ پھر آگے سے وہ Intellectual کیا یہ کہے گا کہ اللہ میاں جی میں تو نہیں باز آؤں گا۔ پھر یہ جواب ہی ہوسکتا ہے۔ جو اسے جائز قرار دیں گے یہی جواب دے سکتے ہیں کہ جاؤ اللہ میاں جی جاؤ میں آپ کو مانوں گا تو باز آؤں گا۔ میں نہیں مانتا کسی ایسے اللہ کو جو میرے لیے میرے نفس کی ایک مرغوب ترین چیز ہے اس سے مجھے باز کرے۔ جب آدمی مسلمان ہوجاتا ہے تو سب سے پہلے اس کو ایک عہد کرنا پڑتا ہے کہ میں اپنی ذات کی غلامی

نہیں کروں گا۔ میں نے اپنے سیلف کا ساتھ نہیں دینا۔ میں نے عذاب ذات سے نہیں گزرنا۔
میں نے اپنے اللہ کی بات مانی ہے۔ میں نے اس کو مان لیا ہے۔ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ تو سب
سے پہلا آرڈر جو ذہنا مجھ پر ایشو ہوتا ہے کہ چاہے مجھے کتنا بھی وقت لگ جائے
..... عادت چھوڑتے چھوڑتے بھی ٹائم لگتا ہے۔ اہل عرب کو بھی لگا تھا۔ کہاں پہلی آیت اتری
شراب کی کہ اے بندگان خدا "یَسْـأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ " تم شراب اور جوے کا
پوچھتے ہو "قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا " اے پیغمبر کہہ
دے کہ کچھ اس میں نفع ہے کچھ نقصان ہے " وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا "(البقرہ:219) اور
اس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ ہے۔ اشارہ تو تھا میاں۔ عقل مند آدمی First line of
predicament یہ ہے کہ سب سے عقل مند آدمی فوراً سمجھ گئے ہوں گے کہ اللہ نے بھی منع
کرنا ہی کرنا ہے۔ اشارہ تو اس نے دے دیا ہے۔ اب دیکھو خواہ مخواہ ایک آرزو پالتے ہیں کہ شاید
آگے جا کے اللہ اجازت دے دے۔ جب وہ کہہ جو رہا ہے کہ اس کے نقصانات زیادہ ہیں لہٰذا کچھ
اشراف عرب نے سمجھداروں نے وہاں چھوڑ دی۔ کچھ پیتے رہے۔ پی کے بدمستی بھی ہوئی حتیٰ کہ
یہ ہوا کہ نماز میں لات و منات Repeat ہونے لگے کیونکہ قابو تو نہیں رہتا Libedo
release ہو گیا' بت پرستی Release ہو گئی۔ خدا نے کہا دیکھو یار اس طرح نہ کرو اب اللہ کو
بھی پتہ ہے یہ Alcoholic ہیں۔ انتہائی پکی عادات والے عرب ہیں Alcoholic ہیں۔
مرض کی طرح شراب انہیں چمٹا ہوا ہے۔ پھر بھی کہا کہ دیکھو "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا
الصَّلَاةَ وَأَنتُمْ سُكَارَىٰ "(النساء:43) اچھا چلو یار نماز کے قریب نہ جاؤ جب تم شراب پی
رہے ہو۔ تمہیں پتہ ہی نہیں ہوتا کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ اس لیے میری ایک نصیحت یہ ہے کہ یہ نہ ہو
کہ تھوڑا بہت ایمان تم نے Gain کیا ہے ضائع ہو جائے۔ اس لیے نماز کے قریب نہ جایا کرو۔
پانچ وقت تو چھڑا دی بڑے آرام سے۔ اب مسلمانوں نے سمجھا Light Order ہے۔ کوئی
بات نہیں شاید بیچ میں چھٹی مل جائے۔ پیتے بھی رہے۔ نصف اصحاب اس وقت چھوڑ گئے۔ آگے
پھر بھی آرزو جاری تھی۔ وہی ابھی واضح حکم تو نہیں آیا واضح حکم نہیں آیا تاں۔ ابھی اصلی آرڈر نہیں

اترا۔ایک آرزو پال لی کہ شاید دو چار گلاس ہی کی اجازت مل جائے۔اوپر سے شاید نسخہ اترے ایک آیت میں کہ صبح دو گلاس شام دو پیگ Neat and clean میں فرق آ جائے۔مگر اوپر سے یہ آرزو آیا۔تیسرے والا آرڈر آیا۔پہلے دو آرڈر آ چکے تھے۔تیسرے آرڈر میں خدا نے کہا کہ دیکھو یہ کار شیطان ہے۔یہ میرا کام نہیں ہے۔یہ مسلمانوں کا کام نہیں ہے۔یہ کار شیطان ہے۔بہتر ہے اسے ترک کر دو۔چھوڑ دو ورنہ فتنہ و فساد کی نذر ہو جاؤ گے۔پھر آخر میں حکم دیا" فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ "{المائدہ:91} باز آؤ گے کہ نہیں۔مجھے ایک بات بتایئے آج جتنے لوگ بھی دانشور ہیں جو شراب کے جواز اور حرمت پہ کبھی کبھی فتویٰ دیتے ہیں اور ان میں سے کچھ علمائے اسلام بھی ہیں۔مجھے یہ بتائیں کہ کیا اس وقت کے کسی مسلمان نے پیغمبر نے ان کے معزز ترین اصحاب نے اس آیت کے بارے میں کہا تھا کہ یہ ممانعت کی نہیں ہے؟ کیا کسی نے شبہ کیا تھا؟ ورنہ مدینے کی گلیوں میں مٹکے کیوں پھوٹتے ۔شراب کیوں انڈیلی جاتی۔ اگر ان کو آج کے Intellectual کی طرح اس آیت پہ شبہ ہوتا کہ خدا کچھ اور چاہ رہا ہے خدا کچھ Let دے رہا ہے خدا کچھ گنجائش پیدا کر رہا ہے تو پھر میرا خیال یہ ہے کہ مذہب کی صورت حال Diffrent ہوتی۔ہم نے Directly نہیں خدا کو جانا۔ہم نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے اللہ کو جانا ہے۔اصحاب رسول ﷺ نے جیسے اللہ کو سمجھا اور چاہا ہم نے ویسے جانا ہے۔اللہ نے اپنے بارے میں بالکل واضح کر دیا کہ میری طرف وہ اپروچ نہ رکھو جو مظلوم ظالم کی طرف رکھتا ہے جو مجبور جابر کی طرف رکھتا ہے۔مجھے قوم یہود کی طرح نہ مانو۔کیونکہ انہیں اللہ سے پناہ نہیں تھی اس لیے ماننا ضروری تھا۔چونکہ اس نے کوہ طور کو اوپر تھاما ہوا تھا اس لیے یہود کو ماننا پڑا۔بیچارے بڑے مجبور تھے۔دیکھو قوم یہود اتنی گمراہ قوم نکلی کہ اللہ تعالیٰ اتنے غصے میں آیا کہ ان کم بختوں کو سمجھانے کا طریقہ ہی کوئی نہیں۔مروت سے محبت سے داد سے فریاد سے کوئی نہیں سمجھے۔پھر اللہ کو کوہ طور کھڑا کرنا پڑا مانتے ہو کہ نہیں اب بتاؤ۔یہ جبر و قہر کا ماننا ہے۔یہ بتاؤ کہ کبھی آپ کے سر پر بھی اس نے اُحد کھڑا کر کے پوچھا کہ خدا کو مانتے ہو کہ نہیں؟ اس لیے کہ اسے بہت پیار رہا اپنے رسول ﷺ سے اس نے علم تمام کیا ہے اپنے رسول ﷺ پر اب جبلی وحشتوں کے دور گزر گئے۔اب

دیہاتی لوگ ختم ہو گئے۔ مسلمان کا وجود باقی معاشروں میں ایسا ہے جیسے دیہاتوں کا وجود شہر کے مقابلے پہ ہوتا ہے۔ جیسے شہریوں کے مقابلے میں اعراب ہوتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان دوسری قوتوں میں شہریوں کی طرح زیادہ متمدن قوم ہے زیادہ سمجھدار قوم ہے زیادہ باعلم قوم ہے زیادہ معتبر قوم ہے امت وسطی یعنی درمیان اوسط اور اعتدال کی قوم ہے۔ مسلم اور بخاری میں مسلسل بارہ حدیثیں ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ فرما رہے ہیں اعتدال اختیار کرو اور اگر مکمل اعتدال نہ ہو سکے تو اس کے قریب ترین رہو۔ یہ نہیں کہا پہاڑوں پر چڑھ کے چلے کاٹو۔ آپ کو حیرت تو ہوگی اب آپ داستان سنتے پھرتے ہو۔ بوعلی شاہ قلندر بارہ سال پانی میں کھڑے رہے چلہ کرتے رہے۔ اب ذرا سنو داستانیں کیسی عجیب و غریب ہیں۔ آپ کا خیال ہے بارہ سال ان کو کچھ نہیں ہوا ہوگا' اگر مسلسل پانی میں کھڑے رہتے۔ چھ مہینے پانی میں کھڑے ہوں مچھلیاں آپ کا کچھ نہیں چھوڑیں گی سارا وجود کھا جائیں گی۔ یعنی یہ داستانیں آپ کو سوغاتاً ملیں ہیں۔ ان میں حقیقت کوئی نہیں۔ اسلام کی ایک اپروچ بڑی واضح ہے کہ جب ہم مسلمان ہوتے ہیں تو لفظ سے عمل کو بڑھنا شروع کرتے ہیں.It's a movement from the literal to the practical ہم اسلام سے ایمان کو بڑھتے ہیں۔ ہم اپنے اعمال کو خدا کی رضا کے مطابق مرتب کرتے چلے آتے ہیں۔ مگر ہمارے رستے میں ہماری عادات ہماری جبلتیں حائل ہوتی ہیں اور پھر خداوند کریم کے پاس ہم بہت سارے خسارے کے ساتھ پہنچتے ہیں۔ اللہ نے گناہ کو خسارہ کہا۔ پہلے انسان کے ضمن میں بھی خسارہ تھا۔ آپ کو پتہ ہے اس نے آدم کو کیا دعا القا کی " رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ "{الاعراف:23} یہ خسارہ ہے جب آپ اپنی صلاحیت کو غیر سود مند کاموں کے لیے خرچ کرو گے تو تمہیں نقصان ہوگا۔ ایسے ہی جب آپ بزنس کر رہے ہو تو آپ کی چوائس ہے کہ آپ کے پاس دو لاکھ روپے بچے ہیں بزنس میں ڈالو اور بڑھاؤ یا مکان بنا کر ضائع کرو۔ آپ کو پتہ ہے ہم مسلمانوں کا کیا کام ہے؟ ہم ہندوؤں کی طرح یا انگریزوں کی طرح بزنس نہیں کر سکتے۔ آپ جا کے انگریزوں کے گھر دیکھو چھوٹے چھوٹے چوہے دان ہوتے ہیں۔ باہر ان کے بزنس سنٹر دیکھو کتنے شاندار ہوتے ہیں وہ بزنس سے

Multiplication سیکھتے ہیں۔ ہم سب سے پہلے ایک شاندار گھر بنانا چاہتے ہیں۔ یہ اپروچ
کی غلطیاں ہیں۔ یہ ہماری حماقتیں ہیں۔ جب ہم اپنے بزنس سے پیسے نکالتے ہیں تو بزنس بھی چلا
جاتا ہے گھر بھی ادھورا رہ جاتا ہے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

بہت سارے لوگ یہ شکایت لے کر آتے ہیں کہ کل تک تو بڑا اچھا کام چل رہا تھا
Flourishing تھا۔ ایک دم سے خراب ہو گیا ہے۔ خراب تو ہونا ہی ہے جب آپ سودا ہی
خسارے کا کر رہے ہو۔ جب آپ انڈرسٹینڈنگ کی غلطی کر رہے ہو تو خسارہ ہی ہوتا ہے۔ اس لیے
جب آپ اللہ کے کام میں بھی جاؤ گے تو آپ یہ پاؤ گے کہ بہت سارے کام ایسے ہوں گے جس
میں خسارہ بڑھ گیا ہے۔ اللہ نے آپ کو دعا سکھائی کہ "رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا
وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ "{الاعراف:23} گناہ کا نہیں ذکر کیا۔ خسارے کا ذکر
کیا۔ پھر ہماری عادت یہ ہونی چاہیے کہ ہر چھوٹے موٹے خسارے کے بعد ہم اللہ کے حضور حاضر
ہوں اور کچھ نفع کی حرص رکھیں۔ اس سے کہیں کہ ہمارا خسارہ پورا کرو۔ تو خداوند کریم کیا کہتے
ہیں؟ کہ مجھے پتہ ہے کہ تم غلطیاں کرنے کے لیے ہو۔ تمہیں پیدا ہی اس لیے کیا گیا ہے۔ تمہاری
ایک اپروچ رکھ دی ہے۔ پرفیکشن نہیں رکھی۔ یہ غلط ہے کہ انسان پرفیکٹ ہے۔ وہ اپنے Make
میں پرفیکٹ ہے مگر اس کی پرفیکشن میں Flaw ہے۔ جانتے ہو Fatal flaw کسے کہتے ہیں؟
بہت بڑا Flaw کہ جتنی مرضی پرفیکشن کر لیں۔ ایک Flaw کی گنجائش رہنی چاہیے۔ آدم کو
پوری پرفیکشن میں بنایا گیا ہے مگر اس Flaw کے اس غلطی کے بغیر وہ پرفیکشن ہو ہی نہیں سکتی تھی
"الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ
الْمَغْفِرَةِ"{النجم:32} بڑے بڑے گناہوں سے اگر پرہیز کرو تو چھوٹے چھوٹے گناہوں پہ تم
ٹھہرو گے ہی۔ لمم کہتے ہیں وقفے کو اللَّمَمَ چھوٹے چھوٹے کے لیے۔ ہر وہ گناہ جو چھوٹے وقفے
کے لیے ہے وہ قابل معافی ہے "وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ "{آل
عمران:135} ہاں جس چیز پہ نفس اصرار کرے بار بار وہ ہرائے لپیٹ کے تمہیں لے جائے وہ

بڑا گناہ ہے۔ بڑے سے بڑا گناہ اگر ایک چھوٹے سے وقفے میں ہو اور اس کے بعد تاسفات کا اظہار ہو ندامت ہو توبہ ہو رجوع ہو تو وہ چھوٹا گناہ ہے۔ اسی طرح چھوٹا سا گناہ جو مسلسل ہو متواتر ہو ضد کی طرح آپ کے اندر راز جائے وہ بڑا گناہ ہے۔ سید ہجویریؒ نے کہا کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پہ ایک نقطہ پڑتا ہے۔ اس نقطے یا زنگ کو وہ خطرات کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ پھر توبہ سے وظائف سے رجعت سے وہ خسارہ پورا ہو جاتا ہے۔ دل صاف ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ زیادہ گناہ کرتا ہے تو جیسے کوئی چیز غلیظ تر ہو جاتی ہے اسی طرح وہ ایک نقطہ بڑھ کر غلاظت کا اجتماع ہو جاتا ہے۔ پھر یہ سیاہی سارے دل پر چھا جاتی ہے۔ سید ہجویرا سے وطنات کہتے ہیں۔ آپ کو پتہ ہے کینسر یہی ہے۔ جن ڈیڈ سیلز کو ڈیڈ ہونا چاہیے۔ توبہ کے سیلز کو ختم کر دیتی ہے۔ ایک ایسا مرض جو آپ کے اندر توبہ کے وجود خطا کے اصرار اور احساس کو ختم کر دے وہ ایک ناقابل تلافی حد تک آپ کو خسارے میں ڈال دیتا ہے۔ خدا کو پتہ ہے کہ آپ نے غلطیاں کرنی ہیں۔ وہ معاف کرنے کو تیار ہوتا ہے۔ ایک Limit ہوتی ہے۔ آپ وہ خطا نہ کرو جس پہ اس نے اصرار کیا ہے کہ یہ نہ کرنا۔ جس چیز پہ وہ اصرار کرتا ہے نہ کرو آپ وہ خطا نہ کرو۔ اور آپ جتنی خطائیں ان کے بیچ لے کر جاؤ گے وہ معاف کر دے گا۔ اس نے کہا " **تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا** " دیکھو اے بندگان خدا چھوٹی موٹی خطا کر کے یہ حد نہ ناپ جانا۔ یہ حدود ہیں ان کو نہ ناپ جانا " **وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ** " {البقرہ: 229} اگر تم نے ان حدود سے تجاوز کیا تو تم ظالموں میں سے ہو گے۔ آگے نہ بڑھنا بس یہاں تک رہ جاؤ۔ میں تمہاری ساری مستیاں خرمستیاں برداشت کراوں گا۔ میں تمہیں معاف کر دوں گا۔ اتنا بڑا وعدہ معاف کرنے کا تو آپ سوچ بھی نہیں سکتے ہو۔ اگر آپ واقعی قرآن پہ غور کرتے تو پتہ نہیں کتنی خوشی سے کتنی چھلانگیں مار رہے ہوتے۔ روز ناچ کود رہے ہوتے اتنا بڑا وعدہ ہے " **قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ** " کہہ دے میرے بندوں کو تم نے بڑا اسراف کیا بے جا خرچتے رہے۔ شہوات پہ خرچا۔ پھیپھڑے خراب کر لیے۔ سارے مرض تمہیں لگے۔ میں نے نہیں لگائے۔ اسراف ذات کی وجہ سے تمہیں ملے " **قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ**

اللّٰہ" مگر اللہ کی یاد سے مایوس نہ ہو جانا۔ خدا کی یاد سے اور خدا کی مغفرت سے اور رحمت سے مایوس ہونا زمین وآسمان کا سب سے بڑا کفر ہے۔ سب سے بڑا کفر یہ ہے کہ آپ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جاؤ۔ پھر آپ کے پاس خودکشی کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ پھر مر جاؤ۔ جو اللہ کی رحمت سے مایوس ہے اس کی موت اس کے حق میں اس کی زندگی سے بہتر ہے۔ کیوں؟ بھئی وہ آپ کو اتنا بڑا وعدہ دے رہا ہے۔ میں تو حیران ہوں اللہ میاں اتنی رعایت ہی کیوں دیتا ہے۔ اگر میں مولوی ہوتا تو میں کہتا اللہ میاں آپ خوانخواہ انہیں آسانیاں دے رہے ہیں۔ انہیں اتنی رعایتیں دے کر ان کی عادتیں بگاڑ رہے ہیں۔ کہتا ہے "**إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا** " مجھے عزت وجلال کی قسم ہے بلا شک وشبہ یہ سن لو اللہ کہتا ہے بلا شک وشبہ یہ سن لو کہ میں تمام گناہ معاف کر دوں گا۔ "**جَمِيعًا** " کُل ہر وہ گناہ جو تمہارے تصور میں ہے۔ میں سارے گناہ معاف کرتا ہوں۔ اس لیے کہ میں کوئی انسان تو نہیں ہوں ناں۔ میں اللہ میاں ہوں۔ اس نے فرمایا" **إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ** "{ الزمر :53} میں پھر کاہے کا غفور ورحیم ہوں؟ اگر میں نے تمہارے گناہوں پہ حد لگا رکھی ہوتی۔ سوچتے ہو غور کرتے ہو کبھی۔ اگر میں نے انسان کی خطا پہ حد لگا رکھی ہو تو میں کہاں کا غفور ورحیم ٹھہروں گا۔ مگر وہ کہتا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں نے آپ کے سامنے بیان کی جس میں اللہ نے ارشاد فرمایا" **تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ** "{البقرہ:229} ایسے نہ ہو کہ ظالم ہو جاؤ۔ اگر آپ ظالم ہو گئے تو؟ کیا خیال ہے پھر پناہ نہیں ہے؟ اگر آپ ظالم ہو گئے پھر بخشش نہیں ہے؟ ذرا غور کرو اللہ کیا کہتا ہے کہ ظلمت کی مثال اس نے دی ہے۔ حضرت یونس بن متی کے واقعہ میں مثال دی ہے۔ مچھلی کا پیٹ نلاظت متعفن بدبو کا ڈھیر کوئی پاکیزگی نہیں سانس کشید و پیغمبر اس مچھلی کے پیٹ میں ہیں۔ تین دن اور تین راتیں وہ وہاں رہے۔ جسم گل سڑ گیا ہے۔ زندگی کی کوئی رمق نہیں۔ اس اندھیرے میں ..... " **فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ** "اس تاریکی میں پیغمبر آواز دیتے ہیں" **فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ** "{الانبیاء:87} آپ نے دیکھا لفظ کیا استعمال کیا؟ میں ظالموں میں سے ہوں۔ میں ظالموں میں سے ہوں"**إِنِّي**

کُنتُ مِنَ الظّٰالِمِینَ " آپ کو پتہ ہے کہ انہوں نے کیا حد کراس کی تھی؟ کچھ بھی نہیں۔ سائبان کا عذاب سر پر کھڑا تھی۔ قوم کو بددعا دے کے نکل آئے تھے اور گمان کیا کہ اس قوم نے مجھے جھٹلایا ہے اب ان کا انجام یہی ہونا چاہیے۔ سائبان سر پر آ کے کھڑا ہو گیا آپ نکل آئے۔ پیچھے ان کے خلیفہ نے کہا پیغمبر بددعا دے کے نکل گیا ہے۔ اب تمہاری بچت نہیں ایک چانس ہے۔ وہ یہ کہ اس کھلے میدان کو نکل جاؤ۔ سر ننگے کر لو بدن ننگے کر لو۔ جانور ساتھ لے جاؤ۔ ہر پالتو شے کو لے جاؤ۔ صرف آہ و زاری کرو۔ حضرت یونسؑ کا حوالہ دو۔ اسی کی خاطر پناہ مانگو۔ خدا تمہیں معاف کر دے گا۔ قوم یونسؑ چلی گئی۔ جب وہ چلے گئے تو اللہ نے معاف کر دیا۔ حضرت یونسؑ کو اطلاع ملی کہ عذاب تو کوئی نہیں آیا۔ یہ تو غصے سے بھر گئے۔ کہا سبحان اللہ! وہ کہتے ہیں ناں کہ تو سی تاں میری بے عزتی کروا دتی اے (آپ نے تو مجھے بے عزت کروا دیا ہے)۔ ایک تو اللہ نے مجھے ان کے عذاب کی خبر دی تھی۔ اب جب کہ میں نے عذاب کی بشارت سنا دی تو کیا اللہ نے معاذ اللہ اپنے پیغمبر کو غلط ثابت کر دیا؟ مگر ان کو اصلی راز نہیں پتہ تھا۔ کہ پیچھے کیا ہوا یہ نہیں پتہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور جب انہوں نے ایک بدگمانی سی پالی اپنے دل میں پھر اس کے نتیجے میں جس کرب و بلا سے گزرے۔ اصل میں پیغمبر کی بلا بھی امتوں کے لیے باعث رحمت ہوتی ہے۔ حضرت یونسؑ بھی میرے پیغمبر ہیں اور ان کی وجہ سے آپ کو پتہ ہے ہمیں کیا ملا۔ جب یہ فرمایا بڑے سادہ سے الفاظ میں فرمایا O Lord God, You are perfect I am not perfect. I made a mistake I am sorry. سیدھے لفظوں میں کہا کہ " لَا إِلٰـهَ إِلَّا أَنـتَ سُبۡـحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظّٰالِمِینَ "{الانبیاء:87} اے اللہ تو ہی خطا سے پاک ہے میں خطا نصیب ہوں۔ میرے مقدر میں خطا ہے۔ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے "إِنِّـي كُنـتُ مِـنَ الظّٰـالِـمِینَ " خدا نے کہا یار اتنے سادہ طریقے سے تو کسی نے پہلے معافی نہیں مانگی تھی۔ کیا خوبصورت انداز ہے ...... Plain and clean, absolutely کیا ضرورت ہے حجتیں کرنے کی؟ حضرت عمرو بن عاص جب وفات پانے لگے۔ انہوں نے ایک بڑی خوبصورت دعا مانگی۔

"اے پروردگار عالم آپ نے ہمیں بہت سے کام کرنے کا حکم دیا تھا ہم نے نہیں کیے۔ آپ نے ہمیں بری باتوں سے منع کیا تھا ہم نے وہ کیں۔ ہم سے غلطیاں ہوئیں کوئی عذر نہیں ہے ہم گنہگار ہیں تو بخشنے والا ہے بخش دے"۔

یہی انداز ہے سیدھا سادہ کہ **" لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ "** **{الانبیاء:87}** خطا سے پاک تو ہی ہے ہم خطا کار ہیں ہمیں معاف کر دے۔ خدا نے پتہ ہے کیا صلہ دیا؟ آپ کو بھی دیا مجھے بھی دیا حضرت یونس علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی دیا۔ فرمایا ہم نے اسے کرب سے نجات دی۔ ہم نے اسے کرب و بلا سے نجات دی۔ ہم نے اسے اس ذلت کے بحران سے نکالا۔ ویسے اس میں ایک اور بات بھی اللہ نے کہی۔ بڑی مزے کی بات ہے۔ یہ بات ذرا تسبیح کے مخالفوں تک پہنچنی چاہیے۔ فرمایا اگر یونس تسبیح کرنے والا نہ ہوتا تو ہم قیامت تک اسے مچھلی کے پیٹ میں چھوڑ دیتے۔ قرآن تو پڑھا ہوگا آپ نے' دیکھا خدا کیا کہتا ہے؟ اگر وہ ہماری یاد والا نہ ہوتا اگر وہ ہمارے ذکر والا نہ ہوتا اگر ہمیں یاد کرنے والا نہ ہوتا تو ہم قیامت تک اسے مچھلی کے پیٹ میں چھوڑ دیتے۔ بھلا کیسے ہو سکتا کہ پیغمبر خدا کی یاد والا نہ ہو؟ کسی نے پوچھا باب جنابت میں ام المومنین عائشہ صدیقہ سے مسلم کی حدیث ہے کہ کیا رسول اکرم ﷺ اس عالم میں خدا کو یاد کرتے تھے؟ فرمایا کہ وہ ہر حال میں خدا کو یاد کرتے تھے۔ پھر دوسری حدیث حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی ہے کہ دو ملائکہ حضور ﷺ کے سرہانے آ کے کھڑے ہوئے۔ حضور ﷺ سو رہے تھے۔ ملائکہ میں سے ایک نے دوسرے سے کہا تم دیکھتے ہو اس شخص کو یہ کتنا عظیم اور عجیب و غریب شخص ہے کہ اس کی آنکھ سوتی ہے مگر اس کا دل ذکرِ خدا میں محو ہے۔ حضور ﷺ کو نبی، ذاکر بھی اسی لیے کہتے ہیں کہ ہر لمحہ حیات میں وہ خدا کو یاد کیا کرتے تھے۔ خدا نے فرمایا اگر یونس اس لہجے میں دعا نہ کرتے تو ہم قیامت تک اسے مچھلی کے پیٹ میں چھوڑ دیتے۔ اور یہ کہ ہم نے صرف یونس کو کرب و بلا سے نجات دی "وَكَذَٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ " **{الانبیاء:88}** ہر صاحب ایمان اگر قیامت تک ہمیں اس لہجے سے پکارے گا اور اس انداز سے ہم سے توبہ کرے گا تو ہم اسے یقیناً نجات دیں گے۔ لائسنس مل گیا نا' یہ آیت کریمہ اتنی بڑی آیت ہے کہ قیامت تک کرب و بلا

سے نجات کی گارنٹی دے رہی ہے۔ اب بیگمات کا بیبیوں کا بچیوں کا سنو کہ یہ گرم ہے۔ کمال ہے نجات کی آیت کو کوئی تو سے پہ بیٹھ کے پڑھتا ہے جو گرم ہے۔ کوئی کہتا ہے جی پانی پی پی کے پڑھو۔ ایک صاحب نے ایک ہزار مرتبہ میں سو گلاس پانی کے پی لیے۔ کچھ خواتین کہتی ہیں کہ یہ بڑی جلالی ہے۔ بھائی تم نے کب جلال خداوند دیکھا ہے جو تمہیں پتہ لگے گا کہ جلالی ہے یا جمالی ہے۔ یہ تو بڑی سیدھی سادی سی آیت ہے جو ہر حال میں پڑھی جاتی ہے ہر رنگ میں پڑھی جاتی ہے۔ پتہ نہیں کس نے انہیں سمجھا دیا ہے کہ سوا لاکھ مرتبہ پڑھو۔ سوا لاکھ مرتبہ پڑھو اور ہمیشہ کے لیے بھلا دو۔ اُم المومنین عائشہ صدیقہؓ سے کسی نے پوچھا رسول اللہ ﷺ کو سب سے اچھی بات کون سی لگتی تھی؟ فرمایا تھوڑی مگر متواتر۔ کیا افسوس کی بات ہے بجائے سو دفعہ ڈیلی پڑھ لیا کرو۔ تینتیس دفعہ ڈیلی پڑھ لیا کرو۔ مسلسل پڑھ لیا کرو۔ آیتِ کریمہ اللہ کے حضور رجسٹر تو ہو جائے گی۔ ہر روز یہ اقرار ندامت تو رجسٹر ہو جائے گا" اِنَّهٗ اَوَّابٌ "تو ہو جاؤ گے تم رجعت تو کرو گے خدا کی طرف۔

خواتین و حضرات! اپروچ پوچھتے ہو تو اپروچ یہ ہے جو اللہ نے کہی " فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا "(البقرۃ :200) مجھے ایسا یاد کرو جیسے آباء و اجداد کو کرتے ہو۔ ماں کو جیسے یاد کرتے ہو۔ باپ کو کرتے ہو۔ نسلوں کو یاد کرتے ہو۔ بڑے تفاخر سے یاد کرتے ہو۔ بڑی تمکنت سے یاد کرتے ہو۔ بڑے ناز و ادا سے یاد کرتے ہو۔ بڑے دعوؤں سے یاد کرتے ہو۔ ماں کو بڑی محبت سے یاد کرتے ہو۔ دس ہزار رکشہ میرے پاس سے گزرتا ہے۔ ڈیلی کوئی دس ہزار بسیں گزرتی ہیں۔ سب کے اوپر لکھا ہوتا ہے ماں کی دعا جنت کی ہوا۔ لکھا ہوتا ہے ناں۔ ماں کی دعا جنت کی ہوا۔ بھائی اتنا پیار ہے تمہیں ماں سے' اتنا پیار ہے تمہیں ماں سے۔ خدا کہتا ہے " فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ " بیچارے باپ کی ایک تختی آئی ہوتی ہے کہ کسی ٹرک پہ تمہیں لکھا ہوتا ہے باپ کی دعا۔ آپ نے مادرانہ اور پدرانہ نظام کی جنگ کا حال دیکھا۔ چونکہ باپ حکومت کرتے ہیں اور بچے باپ کی حکومت سے تنگ ہوتے ہیں۔ اس لیے باپ کا نام ہی کوئی نہیں لیتا۔ کسی ٹرک پہ کم ہی نظر آتا ہے کسی رکشے پہ کم نظر آتا ہے۔ اوپر سے ماں نے ہلکی ہلکی قینچی مار دی ...... "میں تو بڑی مہربان ہوں تیرا باپ ہی سختی کرنے والا ہے"۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے آخر

میں بچہ جو ہے وہ ماں کی جذباتی محبت تو عبادت تک قبول کر رہا ہوتا ہے مگر باپ کا نام و نشان ہی کوئی نہیں ہوتا۔ اگر آپ کو ایک بات کا پتہ ہے حضور ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ بچوں کے حق میں سب سے زیادہ باپ کی دعا قبول ہوتی ہے۔ ہے کسی بیٹے کی خواہش کہ باپ سے جا کے کہے کہ ابا تو میرے لیے دعا کر تیری دعا حضور حق میں زیادہ قبول ہوتی ہے۔ باپ کی پرواہ کوئی نہیں کرتا۔ یہ دو نظام ہیں پدرانہ نظام اور مادرانہ نظام۔ پدرانہ نظام میں یہ سب سے بڑی ناانصافی ہے۔ جس کی خدا اجازت نہیں دیتا۔ تم عورتوں پہ جبر کرتے ہو۔ ان کے حقوق غصب کرتے ہو۔ جب تم ان کو دبائے رکھو گے اس وقت تو وہ تمہاری مانیں گی مگر جب ان کو اختیار حاصل ہوگا جب ان کے بچے آئیں گے وہ پورے زور سے واپس پلٹیں گی۔ یہ جنگ مادرانہ نظام (Matriarchal system) اور پدرانہ نظام (Patriarchal system) میں چلتی چلی آئی ہے۔ اسی لیے Patriarchal system میں بزرگ بوڑھے آخر میں بڑے خوار ہوتے ہیں۔ بابا کو پوچھتا ہی کوئی نہیں ہے۔ کوئی پانی نہیں پوچھ رہا ہے۔ کوئی کہتا ہے خوانخواہ کھانس کھانس کے برا حال کیا ہوا ہے۔ کوئی کہتا ہے بابا کو کسی شیڈ میں چھوڑ دو اونٹوں کے ساتھ گلے میں چھوڑ دو۔ اپنے اخلاق کی حفاظت کرو۔ مہربان باپ بنو۔ اچھے باپ بنو۔ اچھے دادا بنو۔ بیٹوں اور بیٹیوں کو برابر سمجھو۔ جائیداد میں ان کے شرعی حقوق پورے کرو۔ تو پھر ذرا دیکھنا مسلمان معاشرے میں بیٹیاں باپ سے کیسے پیار کرتی ہیں۔ مسلمان معاشرے میں بچے کیسے ماں باپ کے ساتھ انس رکھتے ہیں۔ میاں بیوی میں کیسے انس ہوتا ہے۔ اس لیے ہر انس خدا کے حکم سے ہوتا ہے۔ خدا کے حکم کے بغیر نہیں ہوتا۔ محبت کا خالق خدا ہے۔ محبت دلوں میں اللہ ڈالتا ہے "اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِنَا وَ اَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِنَا وَ اھْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ" اللہ محبت ڈالتا ہے دلوں میں شیطان نہیں ڈالتا۔ اللہ کہتا ہے "لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا" {الانفال:63} ساری زمین کا مال بھی خرچ کر دو تو دو دلوں میں محبت نہیں ڈال سکتے، میں ڈالتا ہوں۔ یہ دعا جو ہم پڑھتے ہیں "اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِنَا وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِنَا وَ اھْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ" اے اللہ تو ہمارے دلوں میں محبت ڈال دے تو ہماری ذاتوں کی اصلاح فرما دے۔ اس لیے کہ محبت کا خالق تو ہے۔ محبت دلوں میں ڈالنے والا وہی

ہے۔ محبت کا سب سے مخصوص شعبہ ہے اور دلوں کا تصرف اللہ کے پاس ہے۔ دل پہ اللہ کی حکومت ہے۔ دماغ شاید اس نے دو طرفہ مسلک میں ڈال دیا ہے۔ دیکھنا الیکشن میں کیسے یہ بات سامنے آئے گی۔ الیکشن میں دیکھنا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا' حدیث قدسی ہے کہ لوگوں کے دل میری دو انگلیوں میں ایسے ہیں جیسے کھلی زمین پہ پڑا ہوا پَر جسے ہوا الٹاتی پلٹاتی ہے۔ جس طرح ہوا پَر کو الٹاتی پلٹاتی ہے اس طرح اللہ کی دو انگلیوں میں انسانی دل الٹتے پلٹتے ہیں۔ اب دیکھ لینا (آنے والے الیکشن میں) کس کے حق میں پلٹتے ہیں؟ کیوں پلٹتے ہیں؟ "ود" جسمانی محبت کو کہتے ہیں۔ بتوں سے محبت کو "ود" کہتے ہیں۔ خدا اور خدا کے بندوں کی محبت کو "محبت" کہتے ہیں۔ اس لیے اللہ آپ کو جب اپنی محبت کو بلاتا ہے تو جبراً نہیں بلاتا۔ خوف سے آپ نے کیا اس کی عبادت کرنی ہے۔ وہ تو کہتا ہے "صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ" (البقرہ:138) عبادت کرنے والے وہ ہیں جو اللہ کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ کبھی رنگ سنا ہے؟ خواجہ اجمیر کا رنگ سنا ہے؟ اس کو رنگ کہتے ہیں۔ امیر خسروؒ سے آپ متعارف ہوں گے۔ راگ ایمن کلیان امیر خسروؒ کی ایجاد ہے۔ قوالی کے رنگ بھی خواجہ امیر خسروؒ کی ایجاد ہیں۔ اپنے شیخ و مرشد خواجہ نظام کو مخاطب کرتے ہوئے انھوں نے کہا تھا' آپ نے سنا ہو گا کبھی نہ کبھی کہ

موہے رنگ دے پیا موہے رنگ دے

یہ رنگ جو ہے اس آیتِ قرآنی سے نکلا ہے "صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ" (البقرہ:138) اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے کون سا رنگ بہتر ہے۔ عبادت کرنے والے تو اللہ کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ خوف میں نہیں وحشت میں نہیں "**فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ**" ایسے یاد کرو جیسے آباء و اجداد کو کرتے ہو۔ ہاں! ایک جگہ اللہ کو ذرا تنگی کی Feel ہوتی ہے۔ برابر نہ ذکر کرو۔ نہیں' بھئی اللہ کہتا ہے کہ یار میں ماں دیتا ہوں تم ماں کے برابر مجھے یاد کرتے ہو۔ میں نے باپ دیا مجھے اس کے برابر یاد کرتے ہو۔ میں نے رزق دیا تم رزق سے کم یاد کرتے ہو۔ تو خدا Compare کرتا ہے God is jealous in love.

Do you know this? God is jealous in love. کبھی Allow نہیں کرتا اللہ میاں کہ اس کے بندے اس سے زیادہ کسی اور سے محبت رکھیں " لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ "{آل عمران :92} تم کبھی برأت نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنی محبتیں میری راہ میں خرچ نہ کرو۔ ہر چیز سے بڑھ کر Love your God and He will return you the Love." فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا "{البقرة:200} ذرا زیادہ کرو۔ خدا کہتا ہے مجھے معلوم ہو مجھے احساس ہو کہ تم ہر چیز سے بڑھ کر اپنے اللہ سے محبت رکھتے ہو۔ یار بات سنو اس میں کہیں عذاب کا ذکر بھی آیا ہے؟ کہیں جہنم کا ذکر بھی آیا ہے؟ کہیں سزا کا ذکر بھی آیا ہے؟ کہیں بھی نہیں آیا۔ ایک State of mind ہے جس کا تم نے شکار ہونا ہے۔ اُم المومنین عائشہ صدیقہؓ نے کیا خوبصورت بات کہی۔ بہت کم زمانے میں ایسی کوئی خوبصورت بات نظر آتی ہے۔ فرمایا محمد رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے ہمیں اب کسی اور غم کا کیا احساس ہوگا۔ جب بھی اپنی موت سوچو تو ڈرتے نہیں سوچو۔ ہمارے آقا و مولا بھی اللہ کا حکم پورا کر کے ذائقۃ الموت سے آشنا ہوئے۔ سو ہم نے بھی جانا ہے۔ پیچھے سے زندہ چلے آئے۔ آگے زندہ رہنا ہے۔ یہ (عرصہ حیات) موت ہے۔ پچھلی یاد نہیں ہے۔ اگلی یاد کوئی نہیں۔ آگے کہاں جانا ہے کہاں نہیں جانا۔ But there is one thing you can ensure. ایک چیز پہ تم یقین ڈیولپ کر سکتے ہو کہ اگلا رستہ محفوظ ہو۔ افغانستان میں امریکہ کو Safe passage نہیں مل رہا۔ بیچارہ کتنا مجبور ہے۔ Safe passage نہیں مل رہا۔ جدھر جاتا ہے دھکے کھا رہا ہے۔ جدھر جاتا ہے گولیاں کھا رہا ہے۔ Safe passage نہیں مل رہا۔ ہمیں بھی اس زمین پہ ایک Safe passage کی تلاش کرنی ہے۔ Safe passage صرف ایک ہے " أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ " یہی قبر تک کا Passage ہے۔ یہ قبر کوئی چھوٹی سی جگہ نہیں ہے۔ یہ بیرونی کائناتوں کو کھلتا ہوا وہ رستہ ہے جہاں Billions and trillions رستے کھلتے ہیں۔ دیکھو یار بہت سارے لوگ پوچھتے ہیں اللہ میاں کی جنت ہے؟ اللہ میاں نے جنت کہاں رکھی ہوئی ہے؟ کتنی احمقانہ بات ہے یہ۔ اب تو سائنٹیفک اندازوں سے

بات کرو، آرگو کرو۔ دیکھو یہ ہمارے پاس دو سو ارب گلیکسیز ہیں جن کی نشاندہی ہو چکی ہے۔ میں آپ کی طرف سے اللہ کے حضور میں ایک Case plead کروں گا۔ دو سو ارب گلیکسیز ہیں۔ ایک گلیکسی کا نام اینڈرومیڈا (Andromeda) ہے۔ ہمارے بالکل قریب ہے۔ نگاہ اٹھاؤ تو نظر آتی ہے۔ اس ایک گلیکسی میں ایک کھرب ستارے ہیں۔ یہ بالکل پاس ہے۔ تم جنت کی فکر کرتے ہو ہم تو کہتے ہیں اللہ میاں جنت کو چھوڑیں ہمیں نہیں چاہیے۔ اگر آپ ہمیں بخش دیں تو ایک گلیکسی میں سات سات سٹارز ایک بندے کو آتے ہیں۔ زمین سے بیس بیس ہزار گنا سات سات ستارے ایک بندے کو آتے ہیں۔ کیا ضرورت ہے جنت میں جانے کی ذرا ہوا خوشگوار ہو پانی کھلا ڈھلا ہو اور سات ستارے نصیب ہوں۔ ادھر تو ہم چھوٹی موٹی سی زمین کے لیے پتہ نہیں کتنی بے ایمانیاں کرتے ہیں۔ خدا کے لیے زمین کے معاملے میں بے ایمانی نہ کرنا۔ میں تمہیں Honestly بتا رہا ہوں۔ پتہ ہے کیوں؟ بڑی خطرناک سزا ہے۔ زمین کے معاملے میں کبھی بے ایمانی نہ کرنا۔ ایک انچ پہ بھی نہ کرنا۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے۔ میں نے جب سے سنا ہے میں تو زمین سے ہی گیا۔ میں زمین سے گیا جب سے میں نے یہ حدیث سنی ہے۔ فرمایا رسول اکرم ﷺ نے اگر کسی نے زمین میں ناجائز گرفت کی، ناجائز حاصل کی، کسی نے غصب کیا تو اس کے گلے میں سات زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا۔ ڈرو اس بات سے، اتنے بڑے عذاب سے ڈرو۔ زمینوں میں کسی قسم کا گھپلا نہ کرو۔ نہ کسی کے ساتھ بے ایمانی کرو۔ اتنا بڑا عذاب ہے اٹھایا ہی نہیں جائے گا۔ اس سے بہتر یہ ہے چھوٹی سی نیکی کرو۔ اپنے قبر کے رستے سے نکلو، ذرا پھنس کے نکلنا ہوتا ہے۔ جگہ تھوڑی ہوتی ہے پھنس کے نکلنا ہوتا ہے۔ آگے اس سے اچھا سا سودا کر لیں گے کہ اللہ میاں نہ کہیں جنت، کوئی ادھر قریب سٹارز میں پانچ چھ ستارے ایک بندے کو مل سکتے ہیں بڑی آسانی سے۔

وما علینا الا البلاغ

سوال جواب

س: آج کل کی نسل خون کا عطیہ دینے سے کیوں کتراتی ہے خواہ ان کے قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔ کیا اس میں اساتذہ کی ٹیچنگ نہیں یا والدین کی گائیڈنس نہیں ہے؟

ج: ایسا بالکل نہیں ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ ہمارے اندر ہمیشہ سے Fears موجود ہیں۔ وہ Fears ہماری Personality کے برابر ہماری Emotional life کے برابر چلتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے ہاں بہت سارے Misconceptions بھی ہیں۔ جیسے ایک یہ کانسپٹ کہ زیادہ کھانے سے جسم بڑھتا ہے جان بڑھتی ہے۔ جیسے ہم کوئی ایسی دوائی کھالیں جس سے ہمارے خون کی حدت بڑھ جائے اور ہم سمجھیں کہ We are creating more ability for the functions. تو اصل میں یہ جو خون دینا ہے اس کے ساتھ ایک فوبیا وابستہ ہے۔ خوف وابستہ ہے۔ چونکہ ہم نے خون کو جب بھی Imagine کیا وہ موت کے ساتھ یا موت کی کسی شکل میں کیا۔ اس لیے خون کا عطیہ کرنے میں ایک Fear حائل ہوتا ہے۔ جب تک کوئی اس Fear سے گزر نہ جائے وہ خون دینے سے گریز کرے گا۔ اس میں ماں باپ کی انسٹرکشن کی ضرورت نہیں ہوتی' Motivation کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ ان کو بتاؤ کہ چلو بھر خون دینے سے کوئی اتنی بڑی قیامت نہیں آئے گی بلکہ جب یہ خون نکلے گا تو بڑی تیزی سے Compensatory جو خون بنے گا وہ زیادہ بہتر اور صاف شفاف ہوگا۔ ہاں متعدد مرتبہ شاید

خون دینے میں اتنی عقل مندی نہیں ہے مگر دو چار دفعہ خون دینے میں قطعاً کوئی پرابلم نہیں ہوتا۔ ہمارے ہاں تو یہ Sensitivity ہے کہ سوئی کی چبھن سے گھبراتے ہوئے بھی کچھ لوگ خون نہیں دیتے۔ کچھ خون کے نکلنے کا منظر دیکھ کر بھی خون دینے سے گھبراتے ہیں۔ کوئی خون دینے سے اگر کچھ بھی نہ ہو تو بھی اس خیال سے کہ خون نکل رہا ہے بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ اس لیے یہ ہمارے Psychological fears ہیں ان کا Practical life سے کوئی تعلق نہیں۔

س: آج کل والدین اور بچوں کے درمیان بہت سی دوریاں اور مسائل پیش آ رہے ہیں اس کی کیا وجوہات ہیں اور ان کا حل کیا ہے؟

ج: میں اگر سچ کہوں تو یہ والدین کی کم فکری کا نتیجہ ہے۔ بچوں کا تو کوئی قصور نہیں ہوتا یا چھوٹی عمر میں آپ بچوں کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ آپ کی طرح دانا و بینا اور فاضل ہونا چاہیے۔ So they are in beginning, they are trying to learn. مگر چونکہ آپ لوگ Rigidly اپنے طریقہ، تعلیم اور فکر پر خاندانی طور پر پڑے ہوتے ہیں۔ اس لیے آپ انہیں Ignore کر کے ان پر ایک ایسا آرڈر مسلط کر رہے ہوتے ہو جس کے وہ عادی بھی نہیں ہوتے اور قائل بھی نہیں ہوتے۔ آج کا بچہ جو ہے پہلے بچوں سے بہت زیادہ Awareness رکھتا ہے ذہین ہے۔ آج کے ماں باپ شاید اتنی Awareness نہیں رکھتے جتنی آج کے بچے رکھتے ہیں۔ So we should try to understand. کہ ہم اپنے بچوں کو تھوڑی فریڈم دیں۔ ہم زیادہ سے زیادہ ان پر Moral بندشیں لگائیں مگر باقی کوئی بندشیں لگانے کا شاید ہم حق نہیں رکھتے۔ بچے ہمارے پاس مہمان ہوتے ہیں۔ ہمارا ان سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ نسلِ انسانی نے آنا ہوتا ہے۔ اگر میں نہ ہوتا تو کسی اور گھر کوئی بچہ اللہ پیدا کر دیتا۔ ہمارے بچے جو ہیں They are just for some time. جیسے ہماری ذمہ داری پہلوں پہ تھی۔ ہم پہ آنے والوں کی ذمہ داری ہے۔ **وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ "{فاطر: 18}** آخرت والے دن کوئی بھی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ مگر ہماری پہچان ایک دوسرے سے ضرور ہے۔ کوئی بچہ بھی بیچارہ وہاں سے چوائس لے کر نہیں آتا کہ میں فلاں ماں باپ کے گھر جا رہا ہوں۔ اور کسی ماں باپ کو نہیں پتہ ہوتا

کہ ملا اعلیٰ سے کیا سوغات اس کے لیے تیار ہوئی ہے۔ اگر اسی طرح ہوتا تو کسی غریب ماں باپ کے گھر کوئی بچہ پیدا ہونے کی آرزو نہ رکھتا۔ اگر بچوں پہ چوائس ہوتا تو ہر بچہ بل گیٹ کے گھر پیدا ہونے کی آرزو کرتا یا زرداری صاحب کے گھر۔ غریبوں کے گھر کوئی بچہ پیدا ہونے کو راضی نہ ہوتا۔ یہ بچے جو ہمارے مہمان ہیں۔ ان پہ آپ اپنی ملکیت مت جتایا کرو۔ یہ اللہ کی مخلوق آپ کے گھر مہمان ہے عزت سے برتاؤ کرو محبت سے کرو۔ ان کو اپنی خوشی کا باعث بناؤ۔ یہ آپ کے لیے فرحت اور کرم کا باعث ہیں۔ جیسے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کوئی چیز پسند ہو کوئی بچہ پسند ہو تو اس کے بارے میں ضرور کہو کہ ما شاء اللہ لاقوۃ الا باللہ تو وہ نعمت زوال میں نہیں جائے گی۔ آپ کا بچہ آپ سے دور نہیں ہوگا۔ مگر کبھی دو بچوں کو آپس میں مقابل نہ کرو۔ بہت سارے ماں باپ یہ غلطی کرتے ہیں۔ دو بچوں کو کھڑا کر کے کہتے ہیں یہ اس سے زیادہ لائق ہے۔ اس سے بھی آپ سگے رشتوں میں Jealousy نفرت پیدا کر دیتے ہو۔ Which is not wise and practically ladies should be very careful about it.

س: نوجوان میں آج کل خودکشی کرنے کا بہت زیادہ رجحان ہو رہا ہے اس کے محرکات پر روشنی ڈالیں؟

ج: بھئی اس کا مطلب Failure of the reason ہے۔ خودکشی یا زندہ رہنا دونوں کے لیے دلائل چاہیے ہوتے ہیں۔ قتل کے دلائل چاہیے ہوتے ہیں۔ میں کیوں زندہ رہوں؟ مجھے دلیل چاہیے۔ میں کیوں نہ رہوں؟ مجھے دلیل چاہیے۔ خودکشی اس وقت ہوتی ہے جب زندگی کے حق میں آپ کے دلائل ختم ہو جاتے ہیں۔ اور جب آپ کے زیادہ دلائل موت کی طرف جا رہے ہوتے ہیں تو خودکشی کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ ایک خودکشی اندرون ذات اگر آپ جذبے کی کر سکو اپنی خواہشات کی کر سکو تو آپ قبر تک بڑی آسانی سے پہنچ جاتے ہو۔ مگر ایک وہ خودکشی ہے کہ جس میں انسان جب بیزار ہو جائے تو نتیجہ Depression, neurosis, psychosis and all the mental possible diseases انسان اپنے اردگرد کے ماحول سے تعلق توڑ بیٹھتا ہے۔ اس کو اپنی ذات سے آگے کوئی شے نظر نہیں آتی۔ وہ

سوچتا ہے کہ میں اپنے آپ کو اذیت سے کیوں زندہ رکھوں۔ جب میری ماں ہی کو مجھ سے دلچسپی نہیں باپ کو نہیں بہن بھائی کو نہیں ایسی صورت حال میں جب دلیل فیل جائے جب زندگی کی دلیل فیل ہو جائے تو آپ خودکشی پہ مائل ہو جاتے ہو۔ It is a failure of mind Failure of arguments ہے and failure of arguments ہے۔

س: جب اللہ کو دلیل سے ثابت کر رہے ہوتے ہیں تو کیا اللہ کو اپنی دلیل کے رحم و کرم پہ نہیں چھوڑ دیتے؟ دلیل کو خدا سے بڑا نہیں بنا دیتے؟ کیا وجود خدا دلیل کا مرہونِ منت ہے؟

ج: ایسا نہیں ہے۔ ہم ایک طریقہ کار اپنا رہے ہوتے ہیں۔ خدا کہتا ہے ہر زمانے میں ہر عصر میں مجھ پر دلیل موجود رہی ہے۔ "**لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ**" جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا۔ یہی آیت یہ خودکشی پہ بھی وارد ہوتی ہے "**لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ**" جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا" **وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ**" جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا" **وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ** "(الانفال:42) چونکہ اللہ سننے والا اور علم والا ہے اس لیے جب آپ دلائل دیں گے وہ اتنا بڑا Top عقل کا خالق ہے اور عقل کو سب سے خوبصورت تخلیق مانتا ہے۔ اس نے جب عقل کو پیدا کیا تو اسے کہا چل کے دکھا۔ اس کو خوبصورت لگی اس نے کہا واہ سبحان اللہ تعالیٰ میں نے کتنی خوبصورت تخلیق کی ہے۔ پھر ایک حکم صادر فرمایا کیا اے عقل جو لے گا تجھ سے لے گا۔ جس کو Deny کیا جائے گا تیری وجہ سے Deny کیا جائے گا۔ جو تیرا واسطہ دے کے آئے گا وہ قبول کیا جائے گا۔ جو تیرے بغیر آئے گا اسے Reject کیا جائے گا۔ ہم خدا پر دلیل نہیں دے رہے ہوتے۔ ہم خدا کی دی ہوئی عقل سے اس کے اثبات میں دلیل دے رہے ہوتے ہیں۔ خدا ہماری دلیل کا محتاج نہیں ہے۔ ہم خدا کی عطا کردہ دلیل کے محتاج ہیں۔ بس اتنی سی بات ہے۔

س: آج کل ہمارا کیا طرز عمل ہونا چاہیے؟

ج: آج کل ہمارا ایک ہی طرز عمل ہونا چاہیے کہ ہم اپنی سطح پہ بے ایمان نہ ہوں اور ملکی سطح پہ ہمیں ایمان داری کی تلاش کرنی چاہیے..... بس! اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا ایک وقت

آنے والا ہے کہ لوگ کہیں گے ایک شہر میں ایک بازار ہے' اس بازار میں ایک گلی' اس گلی میں ایک مکان' اس مکان میں ایک ایماندار آدمی رہتا ہے۔ اب آپ دیکھو ہمارا ایک ملک ہے اس میں بہت سارے شہر ہیں پھر اس میں ایک صدر شی ہے جس کو ہم Capital کہتے ہیں۔ وہاں Capital میں بڑی کوٹھیاں ہیں۔ ان میں ابھی تک ہم وہ گھر ڈھونڈ رہے ہیں جس میں ایک ایماندار شخص رہتا ہو۔ اس لیے Keep on searching InshAllah you will find out one.

س: کیا پاکستان میں کوئی بڑی تبدیلی آنے والی ہے؟

ج: ہوا سونگھا کرو تاں' تبدیلی تو ہوا میں ہوتی ہے۔ جب بھی آپ کو بحیثیت مجموعی کوئی احساس ہونے لگے اس کو Collective unconscious کہتے ہیں۔ آپ کا ایک جبلی وجود ہے۔ جب سارے جبلی وجود میں ایک خطرہ پیدا ہو جائے تو وہ خطرہ ضرور آنے والا ہوتا ہے۔ سارے جبلی وجود میں اگر ایک امید پیدا ہو جائے تو وہ پوری ہو کے رہتی ہے۔ اس لیے اگر آپ کو امید ہے کہ تبدیلی آنے والی ہے تو تبدیلی ضرور آئے گی انشاءاللہ تعالیٰ العزیز۔ It is only the change you need, it's not only the change جب بھی تبدیلی کا سوچو Change for the better کا سوچو۔ ویسے کبھی بھی زمین تبدیلی کے بغیر نہیں رہی۔ لوگ ویسے ہی نعرے شعرے مارتے ہیں۔ زمین ہمیشہ تبدیلی کی زد میں رہی ہے۔

ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

کوئی بھی چیز دنیا میں بغیر تغیر کے نہیں رہی۔ So this is the time which goes past and if you can do well تو آپ کی جزا آپ کی۔ آئندہ وزرا ہاتھوں سے مہر لگاتے ہوئے کانپا کریں اگلی مرتبہ ہیں گھنٹے کی لوڈ شیڈنگ آئے گی۔ پھر جب لوڈ شیڈنگ دماغ میں رہے گی تو انشاءاللہ مہر ٹھیک جگہ لگے گی۔

س: عمران خان اور پاکستان تحریک انصاف کا سیاسی مستقبل کیا ہے؟

ج: آپ کے شہر میں وہ آیا تھا آپ کو نہیں پتہ اس کا مستقبل کیا ہے' آپ کے شہر میں

نہیں آیا؟ ہمارے شہر میں بھی آیا۔ میں نے یہ دیکھا ..... مجھ پہ تو ویسے ہی الزام دیتے ہیں لوگ کہ پروفیسر صاحب آپ نے سازش کی ہے۔ کبھی کوئی کہتا ہے "شریفین" کے خلاف کبھی کوئی کہتا ہے "زاہد-بن پیپلز پارٹی" کے خلاف۔ آپ سازش کر رہے ہو ایک نیا آپشن Create کر رہے ہو۔ There is no such thing, of-course; it is true we wished for a change and we created some kind of possibility for the change. ہم نے ایک لوئر مڈل کلاس کا آپشن Create کیا اور اس کے لیے سوچا غور کیا۔ اور دوسرے اس فتنہ وفساد کے بانی آپ کے پاس ہارون صاحب بیٹھے ہیں۔ انہوں نے دس بارہ سال خان صاحب کے لیے بے دریغ جنگ لڑی تن تنہا لڑی۔ اب ہم دونوں کا متفقہ خیال یہ ہے کہ اب آپ نے اسے قبول کر لیا ہے۔ ہم واپس اپنے گھروں کو جاتے ہیں۔ It's up to you now. ہم نے آپشن Create کرنا تھا ہم نے آپشن دے کے واپسی اختیار کر لی ہے۔ ہمارا کام کسی اور طرح کا ہے۔ آپ کا کام اب آگے بڑھانا اور Reject کرنا ہے۔ We are not asking you to make decision in his favor. we are asking you to consider another option. سوچو غور کرو اور پھر فیصلہ کرو۔

س: انسان کے لیے عقل انتخاب تھا یا جبر؟

ج: انسان ہمیشہ سے حریص رہا ہے طاقت مل رہی تھی حکومت مل رہی تھی۔ دانشور سے دانشور آدمی کو بھی اگر طاقت مل رہی ہو تو وہ سب کچھ بھول جاتا ہے۔ انسان اپنی جبلت کی اس خامی کی وجہ سے اتنا عرصہ گزار رہا۔

س: آپ براہ راست علماء پہ حملہ کرتے ہیں۔ اس طرح تو سیکولر لوگ بھی براہ راست اسلام پہ حملہ نہیں کرتے۔ وہ بھی مولوی پر حملہ کرتے ہیں اور آپ بھی۔ اس کے ڈانڈے سیکولر لابی سے تو نہیں ملتے؟

ج: علماء پہ تو میں حملہ ہی نہیں کرتا۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ ان کا جو کام ہے وہ ادھوری

رہیں۔ ویسے میرا بڑا پیار ہے بہت سارے مولویوں سے۔ وہ بیچارے سادہ سے ہیں۔ وہ بڑے شریف لوگ ہیں۔ وہ اپنے آپ کو گناہ وثواب میں تولتے رہتے ہیں۔ اسلام میں مولوی کی جگہ ہی کوئی نہیں ہے۔ میں اس لیے آپ کو کہتا ہوں۔ بہت پہلے کسی نے کہا تھا There is no church in Islam. یہ جو ایک قسم اسلام میں لوگ مولویانہ نظام سے آ بیٹھے ہیں میں کہتا ہوں ان کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں ہر مسلمان کو یہ Capacity حاصل ہے کہ وہ سوچے لکھے پڑھے۔ میں کہتا ہوں جو B.A کر سکتا ہے کیا قرآن نہیں پڑھ سکتا؟ جو B.A کر سکتا ہے کیا وہ ایک حدیث کی کتاب نہیں پڑھ سکتا؟ پھر وہ ایک میٹرک فیل مولوی کے پاس کیوں جائے؟ میں کہتا ہوں دونوں کی اہلیتوں میں فرق ہے۔ میں کہتا ہوں بڑے عالم ہمارے پاس نہیں رہے Even the best of the educationist in religion are not literate. یہ ایک مصیبت ہے۔ اسلام کو ان کی مجبوری نہیں ہے۔ اسلام علماء کے بغیر Exist کر سکتا ہے۔ اسلام میں چرچ نہیں ہے۔ جب اللہ کے رسول ﷺ نے کہہ دیا مجھے خدا کے حضور سے ایک نعمت نصیب ہوئی ہے کہ تمام زمین کو میری مسجد بنایا گیا ہے۔ کیا تم عالم ساتھ لے کر چلتے ہو؟ کیا پاکستان سے باہر تم نماز نہیں پڑھ سکتے ہو؟ روزہ نہیں رکھ سکتے ہو؟ قرآن نہیں پڑھ سکتے ہو؟ کیا آپ کو قرآن پڑھنے کے لیے اجازت چاہیے ہوتی ہے؟ البتہ As a student you can ask, you can take the help in learning. مگر سوچنا آپ کا کام ہے جو زیادہ پڑھے لکھے لوگ ہو جو اپنے آپ کو عقل مند کہتے ہو جو ایک Most sophisticated sciences کے سپیشلسٹ ہو۔ کیا تمہیں قرآن پڑھنا نہیں آتا؟ Why are you leaving this job to lesser educated people اس بات پہ غصہ آتا ہے۔ مولوی بیچارے سے کیا ہوتا ہے وہ بھی دوست ہیں جیسے باقی ہیں۔ ہاں! البتہ وہ اگر مجھے سمجھتے ہوں تو میں کیا کر سکتا ہوں؟

س: مخلوط محفل کی اسلام میں اجازت ہے؟

ج: مخلوط کا کیا مطلب ہے؟ If the women are in their prpoer

.shape آپ کا کیا خیال ہے حج میں کیا ہوتا ہے؟ حج میں عورتیں بھی ہوتی ہیں مرد بھی ہوتے ہیں۔ مخلوط ہی ہوتے ہیں۔ کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ طواف کرتے ہوئے عورتوں کا علیحدہ اور مردوں کا علیحدہ طواف ہوتا ہے؟ کم از کم کوئی اصول تو سمجھا کرو۔ اصول تو یہ ہے کہ جہاں سب سے زیادہ تقدس ہے جہاں اللہ خود حاضر ہے جہاں نبوت حاضر ہے جہاں رسول ﷺ بیٹھے ہیں وہاں تو سارے کام مخلوط ہی ہوتے ہیں۔ مرد بھی ہوتے ہیں اور عورتیں بھی۔ برابر ہوتا ہے ہاں مینجمنٹ ہوتی ہے طریقہ کار ہوتا ہے تو جیسے چاہو کرو۔ مگر عریانیت بے حیائی اور فحاشی لفظ تو بڑے بڑے ہیں مگر مسلمان عورتیں ایسا نہیں کرتیں۔ اگر کوئی مجبوری ہے تو آپ کو بھی خیال ہونا چاہیے۔ اب مائیں ہوتی ہیں بہنیں ہوتی ہیں اور پھر کچھ ان کی معاشرت اور لباس کی مجبوریاں ہوتیں ہیں Some people they are able to, some people are not able to cover themselves that much، اگر ہم مسلمان ہیں تو ہمیں اتنی حیا تو ہونی چاہیے کہ اگلے کی مجبوری کا خیال رکھیں یا اپنی طرف سے ہم ان پر سخت ترین قانون ہی نافذ کرتے رہیں گے۔ کیا مدینے کی عورتیں باہر گلیوں میں باہر کھیتوں میں کام نہیں کرتیں تھیں؟ مزدوری نہیں کرتی تھیں؟ کیا کھیت نہیں اگاتی تھیں؟ کیا پھل نہیں توڑتی تھیں؟ آپ کا یہ سوال جو ہے کسی مد قوق ..... ''پھر آپ کہتے ہو میں مولوی کے خلاف ہوں۔''

وما علینا الا البلاغ

فلسفہء موت وحیات

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ

مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ

مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ

مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا

نَّصِیْرًا ○

(۱۷ (الاسراء): ۸۰)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ

عَمَّا یَصِفُوْنَ○

وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ○

وَالْحَمْدُ

لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○

(۳۷ (الصّٰفّٰت): ۱۸۰-۱۸۲)

حضراتِ گرامی! پچھلے دنوں ایک صاحب سوال پوچھ رہے تھے کہ "کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ" کا کیا مطلب اور معانی ہو سکتا ہے؟ تو میں نے ان سے پوچھا کہ کبھی آپ نے

اس بات پر بھی غور کیا کہ یہ زندگی ہی موت ہے جس کا ذائقہ ہم نے چکھنا ہوتا ہے۔ حیات وموت سے بہت پہلے جب ابھی یہ سلسلہ شروع نہ ہوا تھا۔ حضور گرامی مرتبت ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ اس زمین وآسمان کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے اللہ نے ارواح بنی آدم کو تخلیق کیا۔ ان کے مقدرات لکھ دیے ان کے حساب وکتاب لکھ دیے۔ ان کے آنے جانے کے رستوں کی اطلاع لکھ دی" **وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ** "{ھود:6} لوح محفوظ ایک ماسٹر پلان تھی۔ اگر آپ دیکھیں تو دنیا سب سے مصنوعی جگہ ہے' اس کائنات میں سب سے مصنوعی جگہ جس کا وجود بذات خود باعث حیرت ہے۔ دو سو ارب کے Galaxial جہان میں جہاں دو سو ارب میں سے صرف ایک گلیکسی میں ایک کھرب ستارے موجود ہیں۔ ان تمام بے پناہ زمین وآسمان کی تخلیقات میں سب سے حیران کن جو منظر ہے وہ زمین کی تخلیق کا منظر ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ اتنے بڑے کائناتی ویرانے میں ایک آبادی کی شکل نظر آ جائے پانی نظر آ جائے حیات کی ابتدا ہو حیات کا انجام ہو؟ بالکل صاف نظر آتا ہے کہ جیسے اقبال نے کہا

سنا ہے عالم بالا میں کوئی کیمیا گر تھا
صفا تھی جس کی خاک پا بڑھ کر ساغر جم سے

اس حکیم وعلیم رب کریم نے ایک Experiment کی خاطر ایک ایسی مخلوق کا تجربہ کرنا چاہا جو سوچ سمجھ کر اس کی عبادت کرے۔ آپ کے اندازے میں ہوگا کہ زمین پر انسان سمیت تیرہ لاکھ مخلوقات آباد ہیں۔ آپ کو زیادہ سے زیادہ دس پندرہ کے نام پتہ ہوں گے۔ اس سے زیادہ آپ کی انفارمیشن کام نہیں کرتی۔ صرف زمین پر تیرہ لاکھ مخلوقات موجود ہیں۔ مگر جب ہم آسمان کو بڑھتے ہیں اور آسمانی مخلوقات کا سوچتے ہیں تو ہمارے سامنے صرف دو بڑے نام آتے ہیں ''جن'' اور ''ملائکہ''۔ جن ایک ایسی مخلوق ہے جو زمین پر بھی ہے اور آسمان پر بھی ہے مگر اندازہ یہی ہے کہ آسمانوں پر بھی اگر زمین کے برابر مخلوقات پیدا کی جائیں تو وہ چار نہیں Millions میں ہوں گی۔ خالی جن اور ملائکہ نہیں بلکہ اندازہ ہوتا ہے کہ لاکھوں اور کروڑوں کے حساب سے مخ...

مخلوقات موجود ہیں۔ وہ آسمان پر بھی موجود ہیں۔ اتنی ساری مخلوقات کے ہوتے ہوئے انسان کی ضرورت تو نہیں تھی۔ اتنے بڑے عباداتی سرکل کے اندر تخلیقاتی موجودات کے اندر آخر انسان کی ایسی کیا واضح ضرورت پڑ گئی کہ اللہ نے اس کو اپنے ہاتھوں سے خصوصاً بنانا شروع کر دیا اور اس پر نظر کرم رکھی اور اس کی تخلیق کو آگے بڑھایا۔ ایک بات بالکل واضح نظر آتی ہے کہ تخلیقات میں انتخاب کی صلاحیت نہیں تھی۔ کسی بھی تخلیق میں اس کی اپنی فطرت سے ہٹنے کی صلاحیت موجود نہیں تھی۔ ان میں یہ انتخاب نہیں ان میں یہ چوائس نہیں۔ ایسے جیسے کسی کمپیوٹر کی Chip میں جو احکامات لکھ دیے جائیں مشین اس سے گریز نہیں کر سکتی۔ وائرس آ سکتا ہے مگر اس مشین میں از خود یہ صلاحیت نہ ہوتی کہ وہ اپنے رستے کا انتخاب کر سکے۔ اسی طرح پروردگار عالم کو ان ساری تخلیقات میں ایک کمی نظر آ رہی تھی کہ عبادت جبراً تھی۔ یہ تمام مخلوقات اللہ کی عبادت جبراً کر رہے تھے۔ لکھے ہوئے Code کے مطابق کر رہے تھے اور پروردگار عالم کی جو تخلیقاتی عظمت تھی اس کا تقاضا تھا کہ کوئی سوچ سمجھ اور خدا کی تعریف کرے کوئی سوچ سمجھ جانے اور پھر اپنے پروردگار کو پہچانے اور پھر اللہ کو اپنی تعریف میں کچھ لطف آئے۔

حضرات گرامی! دو ایسی احادیث جو خدا کی اپنی شناخت کے بارے میں موجود ہیں ان دونوں میں ایک ذرا سے لفظ کا فرق ہے۔ پہلی حدیث جو بڑی مشہور ہے "کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً" میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا "فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ" میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے "فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِیَعْرِفُوْنِی" میں نے اپنے تعارف کے لیے پوری مخلوقات کو پیدا کیا۔ مگر ایک اور حدیث تھوڑے سے فرق کے ساتھ یہ بھی آیا ہے کہ "فَخَلَقْتُ الْمُحَمَّدَ لِیَعْرِفُوْنِی" کہ میں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنی تعریف کے لیے پیدا کیا۔ یہ ایک اصول ہے۔ کہتے ہیں کہ "سخن را دو شے تباہ می کند" کسی بھی اچھے کلام کو کسی بھی اچھی بات کو دو چیزیں تباہ کر دیتی ہیں۔ ایک جاہل کا تعریف کرنا اور ایک سخن شناس کا خاموش رہنا۔ فرض کیجئے کہ کوئی بہت بڑا شاعر آ جائے اور کوئی جاہل جس کو نہ اردو کا پتہ ہو نہ شعری تخلیق کا پتہ ہو نہ قافیہ اور ردیف کا پتہ ہو نہ شاعری کے کسی اصول کا پتہ ہو اور وہ اٹھ کے واہ واہ شروع کر دے تو میرا خیال

ہے کہ اس شاعر بیچارے کے لیے کافی اذیت کا باعث ہوگا۔ مگر اگر کسی شعر پہ کوئی بڑا شاعر سر بھی ہلا دے تو اس کے مصنف کی اس شاعری کی تعریف کا حق ادا ہو جاتا ہے۔ اب اتنے بڑے خالق "هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ" (الحشر:24) اتنے بڑے خالق اتنے بڑے تصویر ساز اتنے بڑے مصور کی تعریف وتوصیف کے لیے ساری دنیا مناسب نہ تھی۔ درجہ بدرجہ وقتاً فوقتاً زمان و مکاں کی ساعتوں کے ساتھ وہ لوگ جو دانا ہوتے ہیں سمجھدار ہوتے ہیں پڑھنے لکھنے والے ہیں اشراف علم کہلاتے ہیں۔ ہولے ہولے ترقی پذیر ہوتے ہوئے بالآخر ان میں سے کوئی تو ایسا ہوتا ہے کہ جس کو ہم Top specialist قرار دیتے ہیں۔ کسی نہ کسی مضمون میں کسی نہ کسی علم وحکمت کے Chapter میں کوئی نہ کوئی شخص ایسا ہمیں ضرور نظر آتا ہے تو ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ وہ بہترین شخص ہے جو علم کی شاخ پہ مکمل عبور رکھتا ہے اور اس سے بہتر کسی کا لہجہ اور انداز نہیں۔ میں آپ کو ایک اس کی مثال سناؤں ایک دفعہ ایک بدو رسول اکرم ﷺ کے دربار میں آ گیا اور وہ چلتے چلتے ایک جملہ پڑھ رہا تھا خدا کی تعریف کر رہا تھا کہ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ تو حضور نے فرمایا کہ دیکھو فرشتے جھگڑ رہے ہیں یعنی یہ اتنا عجیب انداز تعریف ہے کہ فرشتوں کے پاس اس کا ثواب دینے کا پیمانہ کوئی نہیں رہا۔ اس کا ثواب لکھنے کا کوئی پیمانہ ان کے پاس نہیں رہا۔ بعض اوقات کسی زبان سے ایسی انوکھی تعریف نکلتی ہے ایسا انداز تعریف نکلتا ہے کہ وہ سب کو حیران کر دیتا ہے۔ میں آپ کو ایک بات بتاؤں کہ تعریفیہ لفظوں میں اتنی تعریف نہیں نکلتی جتنی کسی غیر تعریفیہ لفظ میں تعریف نکل آتی ہے۔ ایک بڑا مشہور انگریزی شاعر تھا۔ Marlowe اس کا نام تھا۔ بہت بڑا Dramatist اور شاعر ہے۔ اس کو بڑا شوق تھا ہیلن آف ٹرائے کو دیکھنے کا۔ ہیلن آف ٹرائے وہ خاتون ہے جس کی خاطر پورے دس سال ایک جنگ لڑی گئی۔ سپارٹا اور یونان کی جنگ، یہ تاریخ انسان کی سب سے لمبی جنگ ہے جو ایک خاتون کی خاطر لڑی گئی۔ اس شاعر کو بڑا شوق ہوا کہ ایسا کیا حسن عالم تھا کہ جس کی خاطر اتنی خوف ناک جنگ لڑی گئی۔ ایک پورا ملک ہی ختم ہو گیا تھا۔ تو اس نے ایک جادوگر کے پاس جا کے کہا کہ تم ہیلن مجھے دکھا سکتے ہو ہیلن آف ٹرائے؟ اس نے کہا ہاں دکھا سکتا ہوں۔ اس نے کہا مجھے دکھاؤ۔ پھر اس نے سحر کے ذریعے

ہیلن آف ٹرائے دکھائی۔ جب ہیلن پر اس کی نگاہ پڑی تو اس نے انگریزی کے دو مصرعے لکھے۔ یقین جانئے کہ اب تک ادب عالیہ میں وہ دو مصرعے بے نظیر اور لازوال مانے جاتے ہیں۔ وہ دو مصرعے آپ کو تعریف کے نہیں لگتے مگر جو بات اس نے کہی وہ عجیب و غریب تعریفی انداز میں کہی۔ اس نے کہا Was this the face? کیا یہ وہ چہرہ ہے؟ وہ حیران ہو گیا اس کو دیکھ کر اس نے کہا Was this the face? کیا یہ وہ چہرہ ہے Was this the face that launched a thousand ships? جس کی خاطر ہزار جہاز سمند میں اتر پڑے And burnt the topless towers of ILium? (Marlowe, Doctor Faustus, Act V,Scene2) کیا یہ وہ چہرہ ہے کہ جس نے ILium کے بلند و بالا میناروں کو آگ میں جھلس دیا۔ یہ اس کی تعریف کا انداز تھا۔ بعض اوقات Negative انداز میں جو تعریف نکلتی ہے وہ زیادہ موثر ہوتی ہے بہ نسبتاً تعریف کے کلاسیکل انداز سے نسبتاً تعریف کے وہ انداز جن سے ہم صبح و شام ابلاغ کرتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب قرآن حکیم میں پروردگار عالم نے اپنے بندے اور پیغمبر ﷺ کی تعریف کرنی تھی جب یہ بتانا تھا کہ آپ کو کتنا شوق اور محبت ہے امت مسلمہ کے لیے تو ایک Possitive لفظ استعمال نہیں ہوا' مثبت لفظ استعمال نہیں ہوا بلکہ "حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ" {التوبۃ:128} کا لفظ ایک Negative لفظ استعمال ہوا کیونکہ یہ ہر خواہش سے بڑھنے والی خواہش ہے ہر ہر انداز چاہت سے بڑا ہے۔ مثلاً یہ اسی طرح سے ہے کہ جب ہم کسی کی محبت کو لفظوں میں نہیں بیان کر سکتے تو ہم ایک مختصر سا لفظ بیان کرتے ہیں کہ یہ دیوانہ ہو گیا ہے Perhaps that does contain اس ایک لفظ میں ایک بہت بڑی Negative وسعت ہوتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپنی امت کی بہتری کی خواہش میں یہ حد و حساب سے گزر گئے ہیں۔ اسی لیے اللہ نے وہاں ایک Negative لفظ استعمال کیا۔

حضرات گرامی! ایک بہت بڑا سوال میرے ذہن میں ہمیشہ رہا اگر اللہ چاہتا کہ میں اپنے آپ کو مخلوق کے سامنے پیش کروں اور میں ان کو اپنی کسی مخصوص صفت کی آگہی بخشوں تو کیا

طریقہ استعمال ہو سکتا تھا؟ Angels تو کام کے لیے نہیں تھے۔ فرشتے کو دیکھ کر تو آپ کو کوئی احساس نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے پہلے ہی ججمنٹ دے دی تھی کہ یہ تو فرشتہ ہے اس کا Conduct ہمارے کس قابل؟ تو خداوند کریم نے اپنی سب سے بڑی صفت کی تکمیل کے لیے جب انسان کو یہ چانس نہیں دیا اس کی مرضی سے اس کو تخلیق نہیں دی۔ ایک عذر انسان کے پاس ہمیشہ موجود رہا۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بہت سارے لوگ تنگ آ کے یہ کہہ دیتے ہیں کہ اے اللہ میں کوئی اپنی مرضی سے آیا ہوں؟ میرا اپنے اوپر بس کیا تھا؟ میں نے کب چاہا تھا دنیا میں آنا؟ میری کونسی خواہش تھی؟ جب میرا چوائس ہی نہیں ہے دنیا میں آنے کا تو اس چوائس کو بھی اللہ نے Compensate کیا اور فرمایا کہ میں نے یہ عہد کر لیا ہے کہ میری رحمت میرے غضب پہ غالب آ گئی ہے اور میں نے لکھ کے کتاب میں چھوڑ دیا ہے **"كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ "**{الانعام:54} اس کا مطلب یہ ہے کہ اس Disadvantage کو جو لوگوں کو حاصل ہے کہ اپنی مرضی کے خلاف دنیا و جہان میں آئے ہیں اس کو اس نے ایک رحم و کرم سے Compensate کر دیا اور آپ اچھی طرح جانتے ہو کہ رحمت میں دوزخ نہیں ہو سکتی۔ آپ اچھی طرح جانتے ہو کہ رحمت میں غضب نہیں ہو سکتا۔ تو یہ اتنا بڑا Advantage نسلِ انسان کو اس نے دے دیا کہ اگر تم صرف اللہ کی پہچان کے قابل ہو گئے تو خداوند کریم کبھی بھی دوزخ کی آگ کو قریب تر نہیں ہونے دے گا۔ ہمارا انداز جو ہے اعمال کی پرستش کو چلا گیا ہے۔ اعمال ایک ضروری Subject ہوتا ہے۔ ایک ایسا Subject کہ اگر میں ایک دن میں چاہوں یا ایک سال میں چاہوں اور اس کا اختصار کر لوں تو Practically ہمیں صرف نماز سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ سال ختم ہوگا تو روزے آئیں گے۔ سال میں تیس دن کے روزے آئیں گے۔ اب سال میں تیس دن کے روزے اور اگر آپ پانچ وقت کی نماز کا ٹوٹل ٹائم Calculate کرلو تو پانچوں نمازوں سے فارغ ہونے میں بمشکل آپ کو گھنٹہ سوا گھنٹہ لگتا ہے۔

حضراتِ گرامی! مگر کیا اس کے علاوہ جو وقت ہم گزارتے ہیں اتنا طویل وقت جو

گزارتے ہیں کیا وہ خدا کے بغیر گزرے گا؟ کیا اس کے ہم بندے نہیں رہتے؟ کیا ہم نماز پڑھنے کے علاوہ جہاں سے گزرتے ہیں کیا وہ خدا کی نہیں ہوتی؟ کیا جو ہم کام کرتے ہیں اس میں خدا نہیں ہوتا؟ کیا جو ہم بات کرتے ہیں اس میں خدا نہیں ہوتا؟ بڑی مدت پہلے کوفہ میں ابوالحارث المحاسبیؒ ایک بہت بڑے صوفی گزرے ہیں۔ ان کو المحاسبی اس لیے کہتے ہیں کہ کسی نے پوچھا کہ ابوالحارث آپ تھوڑی سی بات کر کے چپ کیوں ہو جاتے ہیں؟ انہوں نے کہا اس لیے کہ جب بھی میں بات کرتا ہوں مجھے ڈر لگتا ہے کہ یہ بات میں نے اپنی مرضی سے کہی یا خدا کی رضا سے کہی۔ میں تھوڑا سا وقفہ لے کر سوچتا ہوں کہ جو بات میں نے کی میں سوچوں تو سہی میں نے کس کے خیال سے کی؟ اپنے خیال سے کی یا خدا کے خیال سے کی؟ جب میں مطمئن ہوتا ہوں تو اگلی بات کرتا ہوں۔ زندگی کا تو ایک ایک لمحہ خدا کے لیے ہوتا ہے۔ اللہ اتنا کریم ہے اتنا مہربان ہے بلکہ اس کے رسول ﷺ کی مہربانی کی انتہا دیکھیے کہ فرمایا ہر وقت مذہب کی بات نہ کیا کرو۔ کبھی لوگ اس موڈ میں نہیں ہوتے کہ مذہب کی بات سنیں۔ جبراً مذہب کی بات نہ ٹھونسا کرو۔ وقت دیکھا کرو۔ مقام دیکھا کرو اور لوگوں کی شرکت کو ممکن بناؤ۔ بددلی سے خدا کی بات نہیں سنی جاتی تنگ دلی سے نہیں سنی جاتی .You have to participate in it اللہ نے ہمیں باقی مخلوقات سے جدا کیا اور اس میں صرف ایک چیز Add کی ہے ایک چیز " **إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ** "ہم نے ایک انتہائی خوبصورت شے تخلیق کی تھی۔ اللہ نے فرمایا میں نے جب عقل تخلیق کی تو میں نے اس سے کہا کہ مجھے ذرا چل کے دکھا۔ وہ چلی پھری اپنے انگ دکھائے اپنا حسن وجود ظاہر کیا۔ خدا نے کہا کہ میں نے کیا خوبصورت شے تخلیق کی۔ پھر کہا اے عقل جو لے گا تیری وجہ سے لے گا جس کو نہیں ملے گا تیری وجہ سے نہیں ملے گا۔ تیری وجہ سے رستے کشادہ کیے جائیں گے۔ تیری وجہ سے قبولیت دی جائے گی۔ یہ عقل جو امانت کے طور پر اس نے ساری مخلوقات کو پیش کی "**وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ**" اور انسان نے آگے بڑھ کر اسے اٹھا لیا۔ عزت و بزرگی کی ہوس ساتھ تھی۔ اقتدارِ اعلیٰ بھی قائم ہو رہا ہے۔ "**وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ**" تو اللہ نے زیرِ تبسم انسان پر ایک

فتویٰ دیا" اِنَّهٗ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا " {الاحزاب:72} ظالم اور جاہل کے بڑے مطالب ہوتے ہیں مگر یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کوئی Curse نہیں تھی یہ ناراضگی کی بات نہیں تھی۔ کہا کہ دیکھو اس انسان کا وصف ہے کہ " اِنَّهٗ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا " {الاحزاب:72} یہ ہمیشہ اپنے آپ کو Over estimate کر لیتا ہے اور ہمیشہ اپنے کام کو Under estimate کر لیتا ہے۔ اس کے خیال میں بڑا آسان تھا اللہ کو جاننا۔ انسان کا خیال تھا کہ اتنا اتنا معمولی کام اور اتنی بڑی نعمت تو باقی مخلوقات کو بے وقوف سمجھ رہے تھے۔ کمال ہے انہوں نے اس پہ کیوں نہیں ہاتھ رکھا' یہ تو بڑی معمولی سی بات ہے۔ تو خدا کہتا ہے کہ انسان نے اس کو بڑا معمولی عمل سمجھا۔ اس کا خیال تھا کہ اللہ نے جو عقل عطا کی ہے ہم تو پلک جھپکنے میں خدا پہچان لیں گے۔ تو خدا نے کہا He under estimated the job. اس کو اپنی Job کا پورا اندازہ نہیں ہوا۔ Over estimated himself کہ اپنے آپ کو Over estimate کر گیا کہ بھلا یہ بھی کوئی کام ہے یہ تو میں آسانی سے کر لوں گا۔ مگر آج بھی دیکھ لیجئے سات ارب لوگوں میں سے چھ ارب اسی Under estimation میں جا رہے ہیں۔ باقی رہے چند ایک مسلمان ان میں کتنا اخلاص ہے کتنی محبت ہے کتنے گروہی اثرات سے آزاد ہیں کتنے خالصتاً مذہب کو اللہ کی تلاش سمجھتے ہیں؟ ایک بات ہمیشہ یہ یاد رکھیے کہ مذہب رستہ تھا منزل نہیں تھی۔ یہ منزل نہیں تھی یہ رستہ تھا۔ اور تمام مذاہب کا مقصد صرف ایک تھا..... " خدا کی شناسائی خدا کی محبت اس کے قرب کی خواہش اس کی ہمسائیگی کی آرزو"۔ مگر افسوس یہ ہے کہ مذہب سے اپنی پہلی ترجیح ختم کر دی گئی ہے۔ اب اگر کسی سے پوچھو بھی مسلمان تو ہو کیا تمہارے دل میں خدا سے ملاقات کی آرزو نہیں ہے؟ تو بولیں گے خدا تو بہت بڑا اور بڑی دور ہے اس سے کون پھر آشنائی کا خواستگار ہو۔ ہمارے جملہ ماحول نے منطقی ذہنی اور مذہبی ماحول نے خدا اور انسان میں اتنا فرق ڈال دیا ہے کہ سوائے چند ایک لوگوں کے جن کو شاید ہم اولیائے اللہ کے نام سے یاد کرتے ہیں باقی لوگوں کو اعتراف ذات خداوند سے نکال دیا گیا ہے۔ حالانکہ اللہ کے نزدیک زمین میں صرف دو ولی ہیں۔ ایک اللہ کا ولی ہے ایک شیطان کا ولی ہے" اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ

إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَـٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ "{البقرہ:257} دو ہی موومنٹس دماغ کی ہیں دو ہی موومنٹس دل میں، کبھی آپ دماغ اور دل کی Cartography دیکھیں۔ دو ہی موومنٹس ہیں دماغ میں اور دو ہی موومنٹس ہیں دل میں۔ تمام انسانوں میں دو ہی موومنٹس ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں جو روشنی سے اندھیرے کو جا رہے ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں جو اندھیرے سے نور کو جا رہے ہیں۔ تیسرا کوئی بندہ Exist ہی نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک بہت بڑے استادِ گرامی کے زیرِ اثر ایک بہت بڑے کائناتی پیغمبرؐ کے زیرِ اثر ایک آدھ فرد نہیں بلکہ پوری کی پوری کمیونٹی خدا کے ساتھ جا ملی۔ وہاں ایک آدھ فرد علیحدہ نہیں کیا گیا بلکہ بیعتِ رضوان میں اگر دو تین ہزار صحابی تھے اور اگر خطبۃ الوداع کے وقت ایک لاکھ Count ہوئے وہ تمام کے تمام خدا رسیدہ تھے۔ خدا ان سے راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہوئے۔ آج ہم اتنی مدت کے بعد اس بے بسی کا شکار ہیں کہ اب ہم ایک بلین مسلمان ہیں۔ ایک بلین مسلمانوں میں ہمیں اللہ کا دوست ڈھونڈنے کی دشواری ہے۔ ہم ایک سکول بدلتے ہیں دوسرا اسکول بدلتے ہیں مگر خدا کے کسی بندے کی تلاش میں ہماری عمر گزر جاتی ہے۔ آخر یہ کیوں ہے؟ The only reason is کہ آپ نے اپنا ذاتی تعلق اللہ کے ساتھ منقطع کر دیا ہے۔ میں خدا کا تخلیق کار نہیں تھا۔ اللہ نے مجھے پیدا کیا تھا۔ اپنے لیے پیدا کیا تھا۔ تمام انبیاء اور تمام رسولوں اور خاص کر آقائے کائنات ﷺ کے ذریعے ہمیں جو واحد مسیج ملا تھا..... اگر معاذ بن جبل جنت کو آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں اگر ابو سعید خدری علاماتِ ولایت پہ پورے اتر سکتے ہیں، اگر بلال حبشی اتر سکتے ہیں تو آج آپ کو کیا عذر ہو گیا کہ آپ Individually خدا کو پہچان نہیں سکتے مان نہیں سکتے۔ خدا کی دوستی میں آپ کیوں نہیں شریک ہو سکتے۔ یہ وہ المیہ ہے جو امتِ محمدیہ ﷺ کو آج درپیش ہے اور اس کی وجہ سے ہم لوگ اتنے دور ہو گئے ہیں۔ ہم ایک مذہب کے پیروکار ضرور ہیں مگر اس مذہب کی جو انتہا ہے جو اصل ہے جو غرض و غایت ہے اس سے بے خبر رہتے ہیں۔ کچھ بزدلی کچھ بے ہمتی کچھ ناامیدی۔ ایسے لگتا ہے خدا کبھی کسی کو مل ہی نہیں سکتا۔ حالانکہ ایسا قطعاً تھا ہی نہیں۔ جو بھی اسے اخلاص سے ایک لمحہ بھی

پکارتا ہے خدا اس کی طرف خود بڑھ کے آتا ہے۔ یہ حدیث قدسی بھی ہے حدیث رسول ﷺ بھی ہے اگر کوئی میری طرف ایک قدم چل کے آئے گا میں اس کی طرف دس قدم آؤں گا کوئی تیز چلے گا تو میں اس کی طرف دوڑ کے آؤں گا۔ آپ بھی تو مسلمان ہو آپ بھی تو چلنے کی کوشش کرو۔ خدا کیوں نہیں آ رہا آپ کی طرف؟ آپ کی تلاش میں کوئی نقص نہ ہو دیکھو تو آپ کی اغراض و مقاصد مذہب میں کوئی نقص نہ ہو۔ آپ کی نیات میں کوئی نقص نہ ہو۔ آپ چاہنے کے باوجود نہ چاہ رہے ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کے باطن میں وہ اخلاص موجود نہ ہو جس کے بارے میں اللہ کہتا ہے کہ اے شیطان رجیم جس کے دل میں ایک ذرہ برابر اخلاص موجود ہوا تو اسے گمراہ نہیں کر سکتا۔ اعمال کی غلطیوں کو ہم گمراہی نہیں سمجھتے مگر نیات اور ذہن کی خرابی بہت بڑی گمراہی ہوتی ہے۔ زکوۃ کا ایک کام تو آپ بڑی آسانی سے کر لیتے ہو مگر غیبت تو آپ کی قبر تک جاری رہتی ہے۔ یہ بڑا گناہ ہے۔ حسد آپ کے دلوں میں ایسے جاگتا ہے جیسے خود رو پودے سڑکوں کے کنارے اُگے ہوتے ہیں۔ باطنی زندگی کی علامات آپ میں موجود نہیں۔ آپ نے یہ سمجھا رکھا ہے کہ چند ظاہری مقاصد پورے کر کے آپ اچھے مسلمانوں میں جانے جاؤ گے۔ ٹھیک ہے جانے جاؤ گے مگر خدا تک نہیں پہنچ سکو گے۔ اس لیے کہ خدا نیات کی وصولیت ہے۔ خدا آپ کی نیات کی درستگی سے ملتا ہے۔ خدا آپ کا چوائس ہے۔ وہ عقل جو اس نے آپ کو دی ہے اگر اس عقل کے ذریعے آپ ایک سیدھا سادہ سا کام کر جائیں۔ اس قسم کے معاملات کے علم میں اور تقابل میں جب آپ سوچ سمجھ کے ایک دفعہ کہہ دو گے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو آپ پر دوزخ کی آگ حرام کر دی جائے گی۔ یہی اس بڑی حدیث کا مطلب ہے جب آپ ﷺ کنویں میں پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دل سے ایک مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہا اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی گئی۔ اصحاب بڑے سمجھدار تھے اپنے لیے نہیں بلکہ آنے والی امت کے لیے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ چاہے اس نے گناہ کبیرہ کیے ہوں؟ حضور ﷺ نے تیسری مرتبہ پوچھنے پر فرمایا تیری ناک خاک آلود ہو چاہے اس نے گناہ کبیرہ کیا ہو۔ مگر یہ فیصلہ دل و دماغ سے کرنا سوچ سمجھ کے کرنا غایت حسن انسان ہے۔ کبھی آپ نے غور کیا آپ زندگی کے پہلے دس سال بائیس سال اللہ کے

لیے نہیں خرچ کر سکتے آپ یہ نہیں کر سکتے کہ میں بیس سال میں فیصلہ کرنے والا ہوں۔ کوئی بندہ کسی انسان کے بارے میں اس وقت تک فیصلہ نہیں دے سکتا جب تک وہ سکرات میں داخل نہ ہو جائے جب تک اس کا آخری وقت نہ شروع ہو جائے کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ توبہ قبول ہوتی ہے سکرات سے چاہے ایک لمحہ پہلے اس نے توبہ کر لی ہو۔ مگر یہ توبہ لفظی نہیں۔ ساری زندگی سوچنے سمجھنے کے لیے ہے۔ آپ غلطیاں کر سکتے ہو حماقتیں کر سکتے ہو مگر آپ جس دن قائل ہو گئے اور اپنے خیال اور وجود میں ہم آہنگی پیدا کر لی اور ایک دن آپ نے کہا کہ اے پروردگار عالم میں آپ کو پہچان گیا ہوں میں آپ کو جان گیا ہوں میں آپ کو مان گیا ہوں تو وہ وقت آپ کی توبہ کا ہوتا ہے۔ جب آپ دل سے خدا کو مان لیتے ہیں۔ میں ایک حدیث پہ بات ختم کرتا ہوں مجھے بتایئے گا کہ اللہ کو کس انداز میں Represent کیا جا سکتا ہے۔ اگر میں اس کے رحم و کرم کی بات سناؤں تو اس سے Present کیا جا سکتا ہے یا اس کے قہر و غضب کی بات سنا کر اسے Present کیا جا سکتا ہے؟ کیا میں صبح و شام آپ کو سزا سنا کے خوش رکھ سکتا ہوں؟ کیا آپ کو ذرا دھمکا کے اللہ کی طرف لاؤں یا اس ذات باری تعالیٰ کے لطف و کرم اور اس کی رحمت کے ذکر سے اسے Present کروں۔ وہ ذہین انسان جو انتخاب کرتا ہے جو چن سکتا ہے جس کو دل سے انس ہوتا ہے جس کو اللہ ساری چیزوں سے پسند ہوتا ہے اپنے آپ سے پسند ہوتا ہے ماں باپ سے پسند ہوتا ہے "**فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا**" {البقرۃ:200} ایسے یاد کرو مجھے جیسے ماں باپ کو کرتے ہو۔ کیا خوف سے کرتے ہو؟ کیا ڈر سے ماں باپ کو یاد کرتے ہو کہ انس سے کرتے ہو محبت سے کرتے ہو؟" **فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ** " حج کو تو چھوڑو جب بھی زندگی کے کام کاج آپ نپٹا لو تھوڑے سے فارغ ہو جائے تو خدا کہتا ہے " **فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ** " ایسے یاد کرو جیسے آباؤ اجداد کو یاد کرتے ہو۔ اپنے بڑوں کو کرتے ہو۔ اہل محبت کو کرتے ہو "**أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا**" {البقرۃ:200} ذرا زیادہ کرو تا کہ مجھے معلوم ہو جائے تم ہر چیز سے بڑھ کر مجھ سے زیادہ انس رکھتے ہو۔ مجھ سے زیادہ محبت رکھتے ہو۔ وہ آپ کو انس اور محبت سے بلا رہا ہے بلکہ قرآن میں کہتا ہے یار کمال کی بات ہے میں نے ہر چیز سنوار کے تمہیں دی

ہے۔ زمین کہاں سے نکال کے تمہیں دی۔ سورج کو کہیں مقرر کیا۔ چاند کو کہیں نکالا "**وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ**" {الأنبياء:30} میں نے پانی پیدا کیا۔ زندگی پانی سے تخلیق کی۔ تمہیں آگے بڑھایا پھر تمہیں زہنیت فکر دی۔ تمہیں چوائسز دیئے۔ اعلیٰ ترین عقل دی۔ تیرہ لاکھ مخلوقات ارضی کا تمہیں بادشاہ چنا۔ تیرہ لاکھ مخلوقات سماوات سے تمہیں بہتر شعور اور اعتدال بخشا "**لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ**" {التين:3} میں نے تمہیں دونوں طرف سے بہترین اعتدال بخشا۔ اعتدال ہی سب سے بڑا اصول زندگی اور طریق زندگی ہے۔ اعتدال ہی محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ اعتدال ہی ساری کائنات کی سب سے بڑی ویلیو ہے۔ اور میں نے تمہیں اس پہ قائم کیا اس کے باوجود تمہارے دل میں کبھی ایک لمحہ میرے بارے میں خیال نہیں آیا۔ کبھی یہ نہیں چاہا کہ دل سے میرا شکر یہ ادا کر دو۔ فرمایا "**يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ**" {یس:30} حسرت ہے افسوس ہے۔ اے لوگو افسوس ہے حسرت ہے اسی پہچان کے لیے تو عقل دی تھی۔ لگتا ہے آپ عقل استعمال نہیں کر رہے ہو۔ جب اعلیٰ ترین ترجیح سے عقل چلے گی تو دنیا آسان ہو جائے گی۔ زندگی کمانا آسان ہو جائے گا۔ رزق آسان ہو جائے گا۔ مگر جب پہلی ترجیح سلامت نہ رہی تو آپ کے کمپیوٹر وائرس زدہ ہیں۔ ان میں وائرس لگ جائے گا۔ یہ آپ کو کبھی صحیح خبر نہیں دے گا۔ آپ کا دماغ آپ کو کبھی صحیح خبر نہیں دے گا جب تک Top priority balance میں نہیں جاتی۔ اس حدیث پہ بات ختم کرتا ہوں کہ ایک شخص نے گناہ کیا اور توبہ کی۔ حضرت مسلمؒ کی حدیث ہے۔ اللہ نے جبرائیل سے پوچھا کہ کیا میرے بندے کو پتہ ہے کہ میں گناہ بخشنے والا ہوں؟ جبرائیل نے کہا پروردگار عالم لگتا تو ہے کیونکہ آپ ہی سے اس نے توبہ کی ہے۔ فرمایا اس سے کہہ دو میں نے اسے بخش دیا۔ تھوڑی دیر گزری کچھ عادتاً پھر گناہ کر بیٹھے پھر توبہ کی۔ اللہ نے جبرائیل سے فرمایا اے جبرائیل اس نے پھر غلطی کی اور پھر مجھ سے توبہ کی اس کو تو ذرا کا پتہ ہے کہ میں ہی بخشنے والا ہوں۔ جبرائیل نے کہا کہ یا باری تعالیٰ لگتا تو یہی ہے دوسری مرتبہ کر کے پھر تجھ ہی سے معافی مانگ رہا ہے۔ تو اللہ نے کہا اچھا اس سے کہہ دو میں نے اسے بخش دیا۔ غلطی تو انسان کا خاصہ ہے۔ پھر اس نے غلطی کی گناہ کیا پھر توبہ کی۔ جب پھر توبہ کی تو جبرائیل امین کو بڑا غصہ آیا۔

انہوں نے کہا دیکھو جی دو دفعہ معافی کے بعد پھر غلطی کی اور پھر توبہ کر رہا ہے۔ اللہ نے فرمایا جبرائیل اس کو تو مکمل یقین ہے کہ میرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں ہے تو اس کو کہہ دو کہ جتنے مرضی گناہ کر لے میں اسے بخش دوں گا۔

حضرات گرامی! یہ افسانہ نہیں ہے یہ اس ذہن کا جو اللہ نے آپ کو دیا ہے اس کا ایک پختہ ترین یقین ہوتا ہے۔ یہ Loyalty ہے یہ وفا ہے کہ ہر حال میں ہم پلٹتے ہیں۔ اقبال کا چھوٹا سا شعر ہے اس کے دو مصرے ہیں کہ ہمیں پتہ ہونا چاہیے کہ ہمیں پلٹنا کدھر ہے۔

چوں آں مرغے کہ در صحرا ہر شام
کشائید پر بہ فکر آشیانہ

پرندے صبح کے وقت روزگار کے لیے بڑی دور دراز نکل جاتے ہیں کوئی اٹلی جا بیٹھا ہے کوئی انگلینڈ جا بیٹھا ہے کوئی امریکہ چلا گیا ہے۔ رزق کے لیے بڑی دور دراز چلے گئے ہیں۔ مگر جب شام پڑتی ہے ہاں جب زندگی تمام ہونے کو آتی ہے تو اگر ان کو اپنا پرانا گھونسلہ یاد آ جائے اپنا مذہب یاد آ جائے اپنا خدا اور رسول ﷺ یاد آ جائے تو سمجھو کہ وہ خطا کار نہیں ہیں۔ اقبال نے کہا

چوں آں مرغے کہ در صحرا ہر شام
کشائید پر بہ فکر آشیانہ

مسلمان امت کی مثال یہ ہے کہ دانہ دنکا چگنے کے لیے بڑی دور نکل جاتے ہیں۔ شام کو جیسے پرندے پھر اپنے گھونسلے کو پلٹتے ہیں مسلمان پھر اللہ اور رسول ﷺ کو پلٹتا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عمر کے آخری حصے میں اتنا ارزل نہ کر دے کہ تو اس فرض سے جاتے رہو۔ البتہ یہ عذر کا باعث ہو جاتا ہے۔ پناہ و بخشش کا باعث ہو جاتا ہے۔ فضل یہ ہے کہ لوگ کسی کار خیر کے لیے عمر کے آخری لمحے تک مستعد رہیں۔ مجھے جناب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی بات یاد آتی ہے کہ جب آپ سکرات میں تھے تو عبدالرزاق جوان کے بیٹے تھے انہوں نے پوچھا کہ ابا حضور کیا عالم ہے؟ فرمایا کہ میرا تمام بدن اذیت میں ہے مگر میرا دل اللہ کے ساتھ مطمئن ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر بیٹے نے پوچھا کہ آپ سکرات میں کیسا محسوس کر رہے ہیں؟ سکرات کے وقت یہ اس عظیم ولی کا سفر تھا

مگر آپ ان کی ذہنی گرفت دیکھئے کتنی بلند و بالا تھی کہ شیخ عبدالقادر جیلانی نے جو جواب اس وقت دیا وہ ایسا کلاسیک جواب ہے کہ ایسا کسی اور ولی سے سننے میں نہیں آیا۔ انہوں نے کہا کہ ......

''بیٹے میں مر نہیں رہا میں خدا کے علم میں حالت بدل رہا ہوں۔''

یہ ایک ایسا بے مثال جواب ہے جس سے قریباً قریباً سکرات اور موت کی تمام منازل طے ہو جاتی ہیں کہ۔ We do not die we change our conditions in the knowledge of God.

وما علینا الا البلاغ

تمت بالخیر

Contact:

Prof.Ahmad Rafique Akhtar's Official Website

www.alamaat.com

webmaster@alamaat.com

0300-6259706 / 0333-5843322 / 0300-5412300

پیشِ نظر کتاب ہمارے واٹس ایپ گروپ کے سکالرز کی طلب پہ سافٹ میں تبدیل کی گئی ہے۔ مصنفِ کتاب کے لیے نیک خواہشات کے ساتھ سافٹ بنانے والوں کے حق میں دعائے خیر کی استدعا ہے۔

زیرِ نظر کتاب فیس بک گروپ ''کتب خانہ'' میں بھی اپلوڈ کر دی گئی ہے۔
گروپ کا لنک ملاحظہ کیجیے :

https://www.facebook.com/groups/1144796425720955/?ref=share

میر ظہیر عباس روستمانی

03072128068